مؤلفہ

چھاپا نظام الدین حسن نظامی

نظامی پریس بدایوں

سنہ ۱۹۰۰

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حامداً و مصلیاً

...د محمد رضی الدین بسمل ابن حکیم محمد سعید الدین کامل مرحوم و مغفور صدیقی فرشوری
...ی ارباب بصیرت و اصحاب خبرت کی خدمت میں التماس کرتا ہے کہ اس خاکسار
وقت تالیف کتاب تذکرۃ الواصلین بعض احباب کے اصرار سے
بالجزم کیا تھا کہ ایک رسالہ میں تاریخ مفصل شہر بدایوں کی لکھکر ہدیۂ ناظرین
کیونکہ اس شہر قدیم مردم خیز کی کوئی تاریخ مشرح و مفصل اسوقت تک باوجودیکہ
اہل کمال ناظم و ناثر و مورخ اس خطہ میں ہوئے مگر کسی نے بوجوہات چند
اول تو تاریخی سرمایہ قدیم ملنا دشوار تھا دوم اُن اصحاب کو اشتغال خاص سے
...ل عامہ کی طرف توجہ نہ تھی اگرچہ ملا عبد القادر صاحب مرحوم بدایونی صاحب منتخب التواریخ
تمام ہندوستان کی تاریخ عہد اکبر میں نہایت معتبر لکھی ہے اور وہ بنام تاریخ
...ی مشہور ہے الا اُسمیں ملا صاحب نے خاص اس شہر کے حالات تاریخی

وسج نہیں فرمائے۔ اس لیئے خاکسار نے کتب ہائے مفصلہ ذیل سے اس کو
مرتب کرکے باسم کنز التاریخ موسوم کیا جو تاریخ تالیف رسالہ ہذا ہے۔
۱۳۱۹ھ

اسمائے کتب جو بوقت تالیف رسالہ ہذا مؤلف کے پیش نظر

طبقات ناصری۔ تاریخ فرشتہ۔ منتخب التاریخ بدایونی ملا عبدالقادر۔ آئین اکبری
تزک جہانگیری۔ تذکرہ ہفت اقلیم امین احمد رازی قلمی مصنفہ ۱۰۰۲ھ۔ اکبر نامہ ابوالفضل
تاریخ طبری۔ تاریخ برنی فیروز شاہی۔ تاریخ خاوند شاہی۔ سیر المتاخرین۔ تنقیح الاخبار
نزہتہ القلوب حمد اللہ مستوفی۔ مآثر الامرا۔ مآثر عالمگیری۔ تزک تاریخ ہند
زبدۃ التواریخ۔ جامع التواریخ۔ تاریخ بیہقی۔ تاریخ دول اسلام۔ حضرت شیخ
سفرنامہ ابن بطوطہ۔ جام جہاں نما فارسی مؤلفہ محمد قدرت اللہ صدیقی ساکن موضع
علاقہ سنبھل۔ عالم آرائے عباسی۔ بدایع الظہور۔ گلستان رحمت قلمی۔ اخبار
تاریخ جادولیہ۔ روضۃ الاحباب۔ روضۃ الصفا مؤلفہ اکرام اللہ محشر بدایونی
تقویم البلدان۔ خزاین الفتوح۔ تاریخ فرخ آباد اردو۔ اقوام الہند اردو۔ تاریخ
راجہ شیو پرشاد سی۔ ایس۔ آئی۔ تاریخ عجیب۔ تاریخ عجم۔ راج ترنگی اردو
اردو۔ تاریخ ہندوستان ذکاء اللہ خاں شمس العلما۔ مؤلفہ حال اردو۔ گزیٹیر بداؤں انگریزی
گزیٹیر شاہجہان پور انگریزی۔ گزیٹیر بریلی انگریزی۔ گزیٹیر مراد آباد انگریزی
رپورٹ بندوبست بداؤں ۱۸۷۲ء کارمیکل صاحب بہادر۔ رپورٹ بندوبست
بداؤں ۱۸۹۳ء مؤلفہ مسٹن صاحب بہادر۔ ترجمہ تاریخ الفنسٹن اردو۔ تاریخ
ہنٹر صاحب اردو۔ تاریخ مصائب غدر سرگزشت ایڈورڈ صاحب بہادر کلکٹر

وسہسوان کی ایام بارش میں بوجہ قرب دریائے گنگا ورام گنگا وسیلابی وغیرہ کے خراب ہوجاتی ہے۔ باقی پرگنہ جات مثل خاص شہر بدایوں وبسولی واسلام نگر واجھیانی کی ہمیشہ آب وہوا اچھی رہتی ہے۔

فصلی بیماری ایام بارش وشروع سرما میں کبھی کبھی مثل تپ ولرزہ وتخمہ کے ہوجاتی ہے اور بہ نسبت دیگر اضلاع کے بفضلہ تعالےٰ وبائی امراض اس جگہ کم ہوتے ہیں اور سواد خاص شہر کا نہایت ضرب المثل ہے۔ چنانچہ مشہور مقولہ "دو شام دہلی وصبح بدایوں" ہے اور یہ بوجہ انفاس بابرکات بزرگان وشہدا کے جو یہاں مدفون ہیں سمجھنا چاہیئے۔ اس شہر کے اطراف وجوانب کا جنگل قبل صبح صادق نہایت خوش منظر ودلچسپ معلوم ہوتا ہے۔

قبل آمد اسلام بھی اس شہر کی فضا نہایت عمدہ مشہور تھی چنانچہ جو پتھر منڈی دروازہ کے قلعہ کی عمارت سے پرانے زمانہ کا اگست ۱۸۸۷ء میں برآمد ہوا اور وہ عجائب خانہ لکھنؤ میں بحکم گورنمنٹ رکھا گیا ہے۔ یہ پتھر لکھن پال کے زمانہ کا کسی مندر میں لگا تھا۔ سنسکرت زبان میں چند اشعار اس پر کندہ ہیں۔ جسکا مفصل حال ہم آیندہ لکھیں گے۔ یہاں کی آب وہوا کے متعلق اس کی سطر اول میں یہ درج ہے کہ وہ اس شہر کے گرد ونواح میں ایسے درخت ہیں جو فردوسی درختوں کے مشابہ ہیں اور کثرت سے منڈارا[۱] کے درختوں کے عمدہ پھولوں سے روشن ہے اور نہایت عمدہ گندھروں سے مزین اور سنٹانا اور کالپا کے درختوں سے محیط

---

[۱] منڈارا وسنٹانا وکالپا۔ اندر کی بہشت کے درختوں کا نام ہے ۱۲

اور آسمانی دریا[۵] کے بہنے سے تمام خبث و احاطہ برائیوں کا یہاں سے دور رہتا ہے

فصل سوم

دریا و معدنیات ضلع بدایوں

دریا اس ضلع بدایوں میں پانچ دریا واقع ہیں۔ گنگا[۱]۔ رام گنگا[۲]۔ ندی سوت[۳] ندی مہابا[۴]۔ ندی ارل[۵]۔ گنگا جانب غرب و جنوب ہے جسکا طول اس ضلع میں ۴۳ میل ہے اس دریا کے گھاٹ جو مشہور ہیں وہ راج گھاٹ اور گھاٹ انوپ شہر ضلع بلند شہر میں اور کچھلا گھاٹ ضلع بدایوں میں اور قادر چوک کا گھاٹ ضلع ایٹہ میں اور گھاٹ سورج پور ضلع فرخ آباد میں واقع ہیں جنکے ایک جانب ضلع ہذا ہے راج گھاٹ پر ایک بڑا پل آہنی اودھ روہیلکھنڈ ریلوے کا بنا ہے۔ باقی گھاٹوں پر سوائے ایام بارش کے کشتیوں کا پل بنایا جاتا ہے۔ منجملہ ان گھاٹوں کے دو گھاٹ یعنی کچھلا اور قادر چوک کا پل کلکٹر ضلع بدایوں کے اہتمام سے ٹھیکہ داروں کو دیا جاتا ہے ۱۳۰۷ فصلی میں اس دریا کے گھاٹوں کی آمدنی جو ضلع ہذا میں ہیں ۲۴ یا ۲۵ ہزار روپیہ سالانہ تھی باقی گھاٹ چھوٹے چھوٹے ہیں جو لایق ذکر نہیں۔

رام گنگا اس ضلع میں قریب ۶۳ میل کے جاری ہے اس ضلع میں مشرق و جنوب کو جا کر ضلع شاہجہاں پور میں موضع ڈھائی کی طرف چلی جاتی ہے اور اسکا مشہور گھاٹ بیلا ڈانڈی اس سڑک پر ہے جو شاہجہاں پور جاتی ہے

---

[۵] آسمانی دریا سے مراد دریائے گنگ سے ہے۔

اس گھاٹ کی آمدنی سالانہ قریب تین ہزار روپیہ کے ہے - یہ ہر دو دریا پہاڑ سے نکلے ہیں -

سوت ندی اس دریا کا نام یار وفادار - دل تھمن - بھی ہے - اور اس نام کی وجہ مسٹر الیٹ صاحب اپنی کتاب میں اس طرح تحریر کرتے ہیں کہ در تاریخ محمد شاہی میں خوشحال چند نے لکھا ہے کہ یہ نام ایک بادشاہ اہل اسلام نے اس وجہ سے رکھا کہ اس کی فوج قریب شہر کے پڑی ہوئی تھی جب اس نے کوچ کیا تو اس کو پانی ملنے میں تکلیف ہوئی اور اسے ایک چشمہ رواں نظر آیا اس چشمہ سے جو زیادہ حصّہ اس ضلع میں گھوم کر گیا ہے اس سے بآسانی پانی دستیاب ہوا تو اس نے اس کا نام یار وفادار دل تھمن رکھا" یہ ندی موضع پیپلا کھنڈر پرگنہ امروہہ ضلع مرادآباد سے نکلی ہے اور اس ضلع میں جانب غرب پرگنہ اسلام نگر میں اوّلاً داخل ہوئی - اور پھر پرگنہ بسولی وستاسی و بدایوں و کوٹ و اجھیانی و اوسہت ہو کر موضع کھیرا جلالپور سے گذر کر حدود ضلع شاہجہاں پور میں جا نکلتی ہے اور پرگنہ تہرآباد[1] ضلع مذکور میں آکر ڈھائی گھاٹ پر گنگا سے ملگئی ہے - روہیلہ پٹھانوں کے عہد میں دو پل بحدود ضلع بدایوں میں اس ندی کے بنائے گئے تھے - شہر بدایوں کے بیچ زیارت حضرت سلطان العارفین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مقابل ایک پل فتح خاں خانساماں نے جو حافظ رحمت خاں مرحوم کے سرداروں میں تھے تعمیر کیا اور دوسرا پل موضع بجو یا میں متصل بسولی دوندے خاں نے جو حاکم بسولی تھا

---

[1] اب اسکا نام جلال آباد ہو گیا ہے -

بنایا۔ اور ایک پل پختہ شیخوپور کے متصل بنا ہوا تھا۔ یہ ہر سہ پل بوجہ طغیانی ۱۸۵۶ء شکست ہو کر نیست و نابود ہو گئے۔ ایک پل قریب زیارت حضرت سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ مسٹر کار مائیکل صاحب بہادر کلکٹر سابق ضلع نے ۱۸۶۱ء میں بنایا جو اسوقت تک موجود ہے باقی اور کوئی پل اس دریا کا نہیں ہے۔

ندی مہابا۔ یہ دریا ضلع مراد آباد کی ایک دلدل سے نکلکر پرگنہ رجپورہ و اسدپور و سہسوان و پرگنہ اجھیانی میں ۴۵ میل لنبا بہتا ہے اور جنوب و مشرقی حصہ میں موضع حسین پور پرگنہ اجھیانی کے قریب دریائے گنگ سے ملجاتا ہے کوئی سرکاری گھاٹ اسپر نہیں۔ بارش کے زمانہ میں قرب وجوار کے دیہات کو سیلاب سے نقصان پہونچاتا ہے۔

ندی ارل۔ اس کو آری بھی کہتے ہیں اور وہ ایک چشمہ سے موضع کوسامئی پرگنہ سنبھل ضلع مراد آباد سے نکلکر اس ضلع میں موضع اجیت پور مغربی حد پرگنہ اسلام نگر میں داخل ہوتی ہوئی پھر پرگنہ بسولی سے سرحد بریلی تحصیل آنولہ اور رام پور میں ہو کر نفی پور ضلع بدایوں کے قریب سے پرگنہ سلیم پور میں گذرتی ہوئی موضع پاٹڑ پرگنہ داتا گنج میں موضع نوادا بدن کے پاس شامل رام گنگا ہو جاتی ہے۔

معدنیات اس ضلع میں کوئی کان کسی قسم کی سوائے کنکر کلاں اور خورد کے پائی نہیں جاتی ضلع کے اکثر حصہ میں چٹان بڑے بڑے کنکروں کی ہیں اور چھوٹا کنکر جو سڑک کے لیئے اور چونہ میں کارآمد ہے نکلتا ہے اور موضع اہرواں پرگنہ اجھیانی میں ایک تالاب سے مٹی جسکو پنڈول کہتے ہیں اور نیز

چونہ کا کام اسکو پکا کر لیتے ہیں برآمد ہوتی ہے اور کسی قسم کی معدنیات اس ضلع میں نہیں ہیں - سوائے کوروں و ساکھو کے درخت جنگلی ڈھاک وغیرہ بکثرت پائے جاتے ہیں - عملداری اسلام سے پہلے جنگل حوالی شہر و ضلع میں بہت تھا چنانچہ سلطنت مغلیہ کے زمانہ میں بھی تواریخ میں مندرج ہے کہ یہاں شکار بکثرت مثل نیل گائے و بارہ سنگھا و چیتل وغیرہ جانوران کا دستیاب ہوتا تھا اور لوگ شکار کھیلنے دور سے آیا کرتے تھے - اب بوجہ کثرت آبادی جنگل بہت کم ہوگیا ہے باغات آم اس ضلع میں بکثرت تھے لیکن اب وہ بھی کم ہوتے جاتے ہیں -

ریلوے اور سڑک

اودھ روہیلکھنڈ ریلوے کی وہ شاخ جو بریلی سے علیگڑھ کو جاتی ہے وہ ضلع ہذا کے گوشہ شمال و مغرب میں ہوکر گذرتی ہے جسکا طول اس ضلع میں چالیس میل ہے اور اسٹیشن محمود پور کرینگی آصف پور - دبتورہ - بیرالہ ہیں - دوسری جدید شاخ روہیلکھنڈ کمایوں ریلوے کی بریلی سورول ریلوے کے نام سے نکلنے والی ہے جسکی پیمائش ہوچکی ہے اسکا طول ضلع ہذا میں تیس میل ہوگا جو دریائے ارل کے قریب سے پرگنہ بدایوں - بناور اور گھٹ پوری کے قریب ہوتی ہوئی اور بدایوں - شیخوپور - اجھیانی - کچھلا سے گذرتی ہوئی سورول میں جاکر راجپوتانہ مالوہ ریلوے سے ملیگی اسکے لیئے پل دریائے گنگ بمقام کچھلا یا پرول تیار ہوگا اور سوت کا پل شیخوپور کے قریب تیار ہونے کی خبر ہے - اس کے سوا سڑکیں پختہ و خام بھی ضلع ہذا میں واقع ہیں سب سے زیادہ بڑی وہ سڑک ہے

جو جنرل روڈ کے نام سے مشہور ہے اور بریلی سے بناور تہ بدایوں - اُجھیانی کچھلہ
ہوتی ہوئی ضلع ایٹہ کو جاتی ہے - دوسرے نمبر پر اُجھیانی سے سہسوان والی
سڑک ہے جسکی ایک شاخ مجرہ سے بلسی کو جاتی ہے - تیسرے بدایوں سے عارفپور نوادہ
ہوتی ہوئی ایک سڑک اسٹیشن آنولہ کو جاتی ہے - چوتھے بدایوں سے نوشہرہ
ہوتی ہوئی ایک سڑک قادرچوک تک نکالی گئی ہے - پانچویں بدایوں سے
بسولی تک ایک سڑک پختہ نکالی گئی ہے جو سلہری تک پختہ ہے اور باقی
مختلف سڑکیں خام کئی ہیں -

فصل چہارم

خاص بدایوں اور اُسکے پرگنہ جات کے تغیر و تبدل کا بیان

بدایوں کے حالات جغرافیہ قبل آمد اسلام بہ دریافت نہ ہو سکے کہ اسمیں کون
کون قصبہ شامل ضلع تھے - الا عہد اسلام میں سلطنت مغلیہ کے وقت سے
بعہد اکبر بادشاہ آئین اکبری میں شیخ ابوالفضل نے جو قصبہ جات و پرگنہ جات لکھے
ہیں معہ تعداد اراضی و آمدنی نقد و مدد معاش و تعداد سپاہ سرکار بدایوں کے
ہر ایک پرگنہ میں تھی وہ بخوبی معلوم ہو سکتی ہے - چنانچہ ایک نقشہ صفحہ ۱۱ پر
درج کرتے ہیں -

اسوقت ۱۳ پرگنہ جات پر سرکار بدایوں مشتمل تھی۔ اگرچہ آئین اکبری میں آمدنی باعتبار
دام لکھی ہے لیکن دام روپیہ کا چالیسواں حصہ تھا لہذا نقشہ میں علاوہ دام کے ہم نے
روپیہ کی بھی تعداد مندرج کر دی ہے اس نقشہ میں جو ۱۳ پرگنے بموجب آئین اکبری
کے درج کیے ہیں اب اُن پرگنوں سے اجاؤں۔ آنولہ۔ بریلی۔ برسیر۔
سنیہا۔ ضلع بریلی میں بدایوں سے خارج ہو کر شامل ہو گئے سنیہا کا پرگنہ
البتہ کسیقدر باقی رہ گیا ہے جو تحصیل داتاگنج میں پرگنہ سلیم پور کے نام سے قایم ہے
اور پرگنہ کانٹ۔ پونار۔ گولا۔ بالائی۔ ضلع شاہجہانپور میں شامل ہو گئے ہیں
اور ایک حصہ پرگنہ بالائی کا ضلع بریلی میں تحصیل پیلی بھیت یعنی پرگنہ پیلی بھیت و پرگنہ
جہاناباد و پرگنہ رچھا میں شامل ہوا لیکن اب پیلی بھیت کا ضلع علیحدہ ہو گیا ہے۔
قدیمی پرگنہ منجملہ ۱۳ محال کے جو سرکار بدایوں میں تھے صرف حویلی بدایوں۔
سہسوان۔ منڈیا۔ ستاسی۔ کوٹ سالباہن اور جزو پرگنہ سنیہا جو پرگنہ سلیم پور
ہے ضلع بدایوں میں ابتک بدستور موجود ہیں اور سرکار سنبھل کے پرگنہ جات میں
سے جو ضلع مراد آباد میں شامل کیے گئے تھے وہ ضلع بدایوں میں اب شامل
ہو گئے ہیں۔ جنکی تفصیل ذیل میں ہے۔
بیتو دہنا یعنی اسلام نگر۔ راج پور یعنی رجپورہ۔ گنور۔ اسد پور۔
اب ہم ایک نقشہ بموجب آئین اکبری کے پرگنہ جات قدیم موجودہ ضلع بدایوں
اور پرگنہ جات جدید کا جو سرکار سنبھل ضلع مراد آباد سے نکلکر شامل بدایوں ہوئے
اور آئین اکبری میں انکا رقبہ اور آمدنی جو اسوقت تھی ذیل میں درج کرتے
ہیں:-

نمبر شمار	نام محال	رقبہ جریب بیگھہ	جمع سرکاری بحساب دام	جمع سرکاری بحساب تنکہ	قوم زمیندار	تعداد سوار	تعداد پیادہ
۱	حویلی بداؤں	۱۰۶ لاکھ [illegible] بیگھہ	۱۰۶۵۵۵۵۴۳	۲۸۶۹۸۴	شیخ و کایستھ	۵۰۰	۵۰۰۰
۲	سہسوان	۱۲ لاکھ [illegible] بیگھہ	۴۴۹۳۸۹۸	۱۵۲۲۲۲		۱۰۰	۳۰۰۰
۳	سنڈیا سناسی	۱ لاکھ [illegible] بیگھہ	۱۳۱۴۵۵۳	۰	تگا برہمن	۵۰	۵۰۰
۴	کوٹ سالباہن	[illegible] بیگھہ	۱۲۹۰۱۴۵	۰	ٹھاکر تومر	۵۰	۵۰۰
۵	راجپور یعنی جیورہ	[illegible] بیگھہ	۹۰۰۰۰۰	۰	راجپوت	۵۰	۴۰۰
۶	گنور	[illegible] بیگھہ	۲۶۷۹۱۹	۶۸۳۶	مسلمان	۱۰	۳۰۰
۷	بیتو ویشہ اسلام نگر	۱۲ لاکھ [illegible] بیگھہ	۵۲۴۵۰۵۶	۹۰۳۰۰۴	گور	۱۰۰	۵۰۰
۸		۱۴ لاکھ [illegible] بیگھہ	۱۲۴۴۳۳۰۴	۱۲۱۵۸۶۲		۸۶۰	۶۸۰۰

اولاً ہمکو یہ ظاہر کرنا ہے کہ یہ تیرہ۱۳ محال سرکار بداؤں کے قدیم زمانہ میں کس ڈویژن کے نام سے مشہور تھے -

مسٹر کننگھم اپنی تحقیقات میں بیان کرتے ہیں کہ ہوانگ تھ سانگ چینی سیاح نے اپنے سفرنامہ میں لکھا ہے کہ اہاکی چھتر ان سب کا صدر مقام تھا اور اسکے حدود جس میں لفظ مشرقی روہیلکھنڈ شامل ہے اس طور پر تھے - جانب شمال کوہ ہمالہ اور جانب جنوب دریائے گنگا اور جانب غرب پیلی بھیت سے تا بجنور آباد جو دریائے گھاگھرا کے قریب مشرق میں واقع ہے - ان سب

حدود کے درمیانی شہر و قصبات ضلع اہائی چھترا میں شامل تھے۔ اہائی چھترا
قریب آنولہ کے ہے جسکو اب رام نگر کہتے ہیں اور وہاں ایک بہت بڑا افتادہ
شکستہ کسی زمانہ قدیم کا موجود ہے جو کھنڈر پڑا ہے اور اسمیں خودرو درخت
اور کچھ کاشت بھی ہوتی ہے (گزیٹیر جلد پنجم صفحہ ۲۴۲/۲۴۳) ہم اس مقام پر اسکی
کچھ عبارت کا ترجمہ لکھتے ہیں۔ مورخ مذکور لکھتا ہے کہ قلعہ اہائی چھترا قریب
آنولہ کے واقع ہے۔ مہابھارت کے زمانہ میں پنچالوں کی بڑی سلطنت ہمالہ
کے جنوب سے چنبل تک چلی گئی تھی اہائی چھترا اسکے شمالی حصہ کا جس کو
اب روہیلکھنڈ کہتے ہیں دار السلطنت تھا۔ مہابھارت کی لڑائی سے کچھ پہلے
ڈرونا نے جو پانڈوں کا استاد تھا۔ پنچالہ کے بادشاہ کو اس ملک کے
حصہ سے نکال دیا اس تذکرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اہائی چھترا حضرت عیسیٰ
علیہ السلام کے دو ہزار برس پیشتر مہابھارت کے وقت کے زمانہ میں قدیمی شہر
تھا۔ اور دیگر شہادتیں بھی اس تحقیق کی تائید کرتی ہیں ہیونسانگ چینی
سیاح کہتا ہے کہ اشوک نے دو سو پچاس برس قبل مسیح کے یہاں پر ایک
بدھ کا مندر بنایا تھا راجہ اشوک کے زمانے کے سکے اب بھی قرب و جوار میں
برآمد ہوتے ہیں۔ اور اس مقام اہائی چھترا کو اکثر آدمی کوٹ بھی کہتے ہیں۔
عام روایت یہ ہے کہ اسکا بانی آدی اہیر تھا کہ جو ڈرونا کا ہمعصر ہوا ہے اس
روایت کی قدامت بطلیموس کے جغرافیہ سے ظاہر ہوتی ہے جو ۱۵۰ء میں
مرتب ہوا تھا۔ اس جغرافیہ میں اس شہر کا نام آدی سادرا
لکھا ہے۔

اسی تحصیل آنولہ میں بعض دیہات ایسے ہیں کہ جنکا تذکرہ مہابھارت میں پایا جاتا ہے
مثلاً موضع للوریا گورگالوڈہ کہ ان ہر دو کا ذکر مہابھارت میں درج ہے۔
اہالی چھترا میں غالباً بودھ اور جین مذہب والے رہتے تھے اور قدیمی ڈھاک کے
جنگل میں جہاں درختوں سے صاف ہوگا دیگر قصبے بھی آباد تھے۔ یہ زمانہ
خانہ بدوشان کا تھا اور اعلیٰ اقوام وہ گروہ تھے جو اپنی مویشی جنگل میں چرایا کرتی
تھے۔ آدمی ایک چرواہا تھا جو مستقل بود و باش کا اس ضلع میں بانی ہوا۔ کثرت
سے کھدے ہوئے تالاب تحصیل پیلی بھیت میں اور دیگر مقامات میں چرواہوں
کی طرف منسوب کیے جاتے ہیں مشہور یہ ہے کہ پہلے باشندے اس ملک کے
جسکے حدود ہمالہ اور گنگا کے درمیانی ہمنے لکھی ہیں۔ قوم اہیر اور گوالے اور گوجر
اور دیگر اقوام تھے یہ ملک بیچ اہیران مشہور تھا چنانچہ اب بھی ضلع بدایوں
میں پرگنہ رجپورہ و اسدپور و گنور اہیرات کے نام سے مشہور ہے اور وہاں
کثرت سے اہیر آباد ہیں) پرسن ایک مشہور شہر آباد کیا ہوا ان ہی اہیروں
کا رام گنگا کے کنارے تھا سات میل تک اسکا رقبہ آبادی کا تھا۔ پچھوئی یا پچھوئی
کے بھی یہی بانی اہیر کہلاتے ہیں۔ پچھوئی میں تانبے کے سکے اتنک پائے
جاتے ہیں۔

بلائے اور پرسوا کوٹ کا بانی مشہور و تنہا کہا جاتا ہے۔ لیکن پرسوا کوٹ اسنے
اپنے ملازم مسمی پراسو اسکے واسطے تعمیر کیا تھا غالباً یہ دونوں ایک ہی زمانہ
کے تعمیر شدہ ہیں۔

چندوا سے مذکور الصدر غیر آریا قوم سے تھے ۵۳۲ء میں چینی بودھ جاتری

سمی ہیون زنگ اس ضلع میں آیا اُس زمانہ میں یہ ملک دو سلسلوں میں منقسم تھا۔ اسکا شمالی حصہ گودی سانا یا کاشی پور میں شامل تھا۔ اور جنوبی اہائی چھتر ا- ۹۵ ۴ میل اہائی چھتر اکا اور تین سو پینتیس ۳۳۵ میل کاشی پور کا رقبہ تھا۔ یہ دونوں ملک بودھ مذہب کے مرکز اور قلعے تھے۔ چینی سیاح نے مفصل حال ان دونوں کا نہیں لکھا الا سیاح مذکور لکھتا ہے کہ میں نے اس ملک میں نو برہمنوں کے مندر اور تین سو جوگی ۳۰۰ اس شہر میں دیکھے ساتویں صدی عیسوی میں یہ اضلاع بدآیوں و بریلی و پیلی بھیت و شاہجہاں پور جو سرکار بدایوں میں شامل تھے مع ضلع مراد آباد و بجنور کے ملک کٹھیر کے نام سے مشہور تھے۔ اس سے پہلے یہ نام نہیں پایا جاتا تھا اس نام کی وجہ تسمیہ چند طور سے مورخین نے لکھی ہے۔ بعض یہ کہتے ہیں کہ مخرج اسکا آراضی کٹھیر ہے۔

چند رچوہان بھاٹ کہتا ہے کہ ۱۲۰ سنہ ع میں رام پرا ما حاکم اوجین[۵] نے ۳۶ شاہی نسلوں کو زمین عطا کی کٹھیر کو کٹھیر دی تھی جو ایک قوم کا راجپوت تھا۔ گزیٹیر شاہجہاں پور سے راجپوت کٹھیر یہ کی وجہ تسمیہ اس طرح سمجھی جاتی ہے کہ کٹھیر روہیلکھنڈ کا ایک حصہ ہے کٹھیر یا کٹھار بوجہ بود و باش ملک کٹھیر کٹھیر یہ کہلاتے تھے۔ ملک کٹھیر یا کا دارالامارہ لکھنوٗ جسکو اب شاہ آباد کہتے ہیں تھا۔ (جو شاہجہاں پور سے شرق کو دس کوس کے فاصلہ پر واقع ہے اور ضلع ہردوئی ملک اودھ میں ہے) زیادہ تر حصہ ملک کٹھیر کا ضلع شاہجہاں پور میں شامل ہے۔

[۵] اوجین جسکا نام یہاں آیا ہے پیشتر کاشی پور کو کہتے تھے۔

آئین اکبری کے زمانہ میں گور کے نام سے مشہور تھا - اس نام کا اب بھی موضع گور تحصیل پوایاں میں ایک گاؤں ہے جسکو گولا رائے پور کہتے ہیں وہاں ایک گڑہی شکستہ موجود ہے -

سنہ ۸۵۲ھ میں سلطان سید علاء الدین بادشاہ دہلی کو بدایوں کی آب و ہوا پسند آئی اور دہلی چھوڑ کر اپنا صدر مقام بدایوں کیا اور عہد اکبری میں اس صوبہ کا نام سرکار بدایوں ہوا اور اسکے متعلق ۱۳ محال تھے جیسا کہ نقشہ بالا میں ہم لکھ چکے ہیں -

عالمگیر کے عہد میں سرکار بدایوں کا لقب اڑا دیا گیا اور جنگل بریلی کے متعلق ہو گیا - لیکن اسوقت تک یہ ملک کٹھیر ہی کے لقب سے بولا جاتا تھا - بعد جب روہیلہ پٹھانوں نے تسلط پایا تو ان کے عہد میں یہ صوبہ روہیلکھنڈ کے نام سے مشہور ہوا - پھر سرکار انگلشیہ کے عہد میں یہ باعتبار کمشنری روہیلکھنڈ ڈویژن لکھا جانے لگا اور اسکا صدر مقام بریلی ہوا اور یہ ڈویژن بلحاظ صوبہ ممالک مغربی و شمالی کے نام سے موسوم ہوا چنانچہ اسوقت تک اسی لقب سے ملقب ہے - البتہ سنہ حال یعنی سنہ ۱۹۰۲ء سے ممالک مغربی و شمالی کی بجائے ممالک متحدہ آگرہ و اودھ کے نام سے موسوم ہوا ہے -

روہیلکھنڈ ڈویژن میں موضع دیوریہ تحصیل پیلی بھیت سے ایک کتبہ[۱۵] ۱۸۲۶ء راجہ للا کے زمانہ کا جو راجہ بھین کا پوتا تھا - برآمد ہوا ہے جو متعلق سرکار بدایوں کی

---

[۱۵] نقل ترجمہ کتبہ مندرجہ گزیٹیر ضلع بریلی صفحہ ۱۴۰ و ۱۵۲ - موضع دیوریہ ۱۸۲۶ء
ایک کتبہ پتھر پر راجہ للا کے زمانہ کا جو راجہ بھین کا پوتا تھا سنہ ۱۸۲۶ء میں ایک ڈھیر سے بمقام گڑھ گجنا متصل دیوریہ
(بقیہ نوٹ بصفحہ آئندہ)

حدود میں لعہد اکبر تھا لہذا یہ کتبہ نوٹ میں درج ہے۔

فصل پنجم

حالات خاص شہر بدایوں و دیگر قصبہ جات

بدایوں ایک بہت پرانا شہر ہے کہ جسکے ٹھیک زمانہ آبادی کو ہم نہیں بیان کرسکتے ہیں اس کی قدامت کو جملہ مورخان نے تسلیم کرکے زمانہ شروع آبادی شہر سے معذرت ظاہر کی ہے پس مؤلف کو کسی طرح اس بات کا نشان نہیں ملا کہ اپنی رائے وثوق کے ساتھ زمانہ شروع آبادی کی بابت ظاہر

سکے بر آمد ہوا اور یہ کتبہ مندر دیوریہ میں رکھا ہے اور سرودھا پرشاد چکراورتی نے بہ نگرانی جیمس پرنسپ اسکا ترجمہ کیا ہے۔

نمبر ۱ - خدا کرے کہ وہ جس کے لیئے تمام حیرت زدہ باشندے تینوں عالم کے بھجن پڑھتے ہیں اور دعایں مانگتے ہیں (جبکہ مرصع سر سپاہیوں کے سردار انکار کرنے والے پہاڑوں کے نیچے جھک گیا اور اطاعت شعار زمین کی گود میں آگیا) یہ دعایں اور بھجن اس کی آسان کوشش پر جو وہ بدوں کے یعنی دیوں کے ظلم کے روکنے کے لیئے کرتا ہے پڑھے جاتے ہیں اور وہ کہ جس نے دس سر والے کو یعنی راون کو زیر کیا جو اپنی طاقت اور بہادری پر ناز کرتا تھا وہ تمہیں گناہوں کی کثرت سے بچائے۔

نمبر ۲ - خدا کرے کہ گریجا (دیبی جو پہاڑ سے پیدا ہوئی) جو موتیوں کی مالا سے مرصع ہے اور وہ موتی ڈناوا ہاتھیوں کے سر سے گرے تھے جو ہاتھی مثل ڈناوا کے تھے اور جو اس کے کنڈل کے سے چہرہ پر چاند کا سا ہالہ معلوم ہوتا تھا اس دنیا کو برکت دے (بقیہ نوٹ بصفحہ آیندہ)

کر دی الا یہ ضرور پایا جاتا ہے۔ راجہ بھرت کے زمانہ میں یا جب کورو و پنچالہ قوم
کی آبادی تھی یہ شہر آباد تھا جیسا کہ آیندہ تحریر سے ناظرین کو ثابت ہوگا یہ شہر
نہایت پر فضا اور گنجان آباد ہے عمارات خوش قطع و بازار بارونق ہے

نمبر ۱۔ ہزار کرے کہ بھنڈو کی شاہی نسل کہ جو پیشتر لچھمی کی دلچسپی اور زمانہ کا منظر تھی اور جسکا میدان
جنگ با قاعدہ سپاہ سے جو فنون جنگ سے مرصع تھی اور مشہور شہزادوں کی مسرت کا سبب رہ-
اور جھیل جہاں لچھمی ہنس کی طرح پانی میں کھیلتی تھی۔ اور راہ راحت تھی اُن اشخاص کی جو کہ بہادرانہ کام
سے فارغ ہو چکے تھے اور ایک جلا دینے والی آگ تھی اپنے دشمنوں کے لیئے معزز رہی۔
نمبر ۴۔ ایک مہارشی مسمی **چیاون** وہ جسکی جبیں کی شکن نے دیوتاؤں کے سردار یعنی اندر کے
غرور کو روک دیا جبکہ وہ مشہور جرم کا مرتکب ہوا۔ وہ جو کہ اپنی شہرت سے دنیا کے تمام حصوں میں
مشہور تھا اس قوم کا بانی تھا۔
نمبر ۵۔ اس خاندان میں جو کہ بہت اچھے کاموں کے لیئے مشہور تھا۔ **ورادھا** پیدا ہوا جو دنیا کی
زیب و زینت تھا اور بادشاہوں کا سرتاج اور جس کے گھر میں لچھمی نے قیام کیا۔ اس خاندان میں
اُس نے دیکھا کہ آیندہ بہت سے نامور بہادر پیدا ہوں گے جو اُس کے محافظ رہیں گے۔
نمبر ۶۔ یہ **ورادھا** اعلیٰ صفات میں سورج بنسی خاندان کے بادشاہوں کے مشابہ تھا اور
وہ زبردست زاہد۔ خوبصورت۔ مشہور۔ پاک۔ سنجیدہ۔ متبرک۔ سچا۔ مہذب تھا علما کا مجمع
اُس کے پاس رہتا تھا۔ پرہیزگار اُس کے ساتھ رہتے تھے اُسکا دربار بہادری۔ ایمان داری۔
صبر اور اور خوبیوں کا مرکز تھا۔
نمبر ۷۔ مالش چند یا اس کی نسل میں ہے یہ ایک جری آدمی تھا جس نے (بقیہ نوٹ بصفحہ آیندہ)

سڑکیں صاف ہیں باغات حوالی شہر میں انبہ وتر شادہ وغیرہ کے ہیں بہت سی مساجد وخانقاہ ہیں۔ مدارس عربی وفارسی وگورنمنٹ ہائی اسکول انگریزی ومشن اسکول وگرجاگھر ہیں جا بجا [illegible] عظیم الشان اور بنا در تعمیرات زمانہ حال مستحکم وخوشنما

کہ اپنے دشمنوں کو اس طرح نیست ونابود کیا جس طرح کہ اُس کے کرنوں سے کہر نابود ہو جاتی ہے جو کہ تمام انسانوں کا زیور تھا یکہ تمام دنیا کا جسکی افواج کے مقابلہ میں ایسا بہادر دشمنوں کی جماعت جنکے قدم مستحکم نہیں [illegible] سانپوں کے مقام یعنی پٹالہ کو واپس ہوئے اور اُن کو کثرت امداد سے تباہ کر دیا۔

نمبر ۸۔ جو عرق اُسکے خوشبودار ہاتھیوں کی کنپٹی سے مثل چاند کے بلوری ٹکڑوں سے بہتا تھا اس طرح ہر جنگل کے تالابوں پر پھیل گیا کہ نہ جنگلی ہاتھی نہ اُسکے دشمنوں کے ہاتھیوں کی جرأت ہوتی تھی کہ وہ اپنی پیاس کو اُن میں بجھا سکے۔

نمبر ۹۔ اُسکا پا انداز بے شمار شہزادوں کے رجوع اسکو سجدہ کرتے تھے تاجوں سے گھس گیا تھا وہ تمام زمین کا مالک تھا جسکو تین بڑے سمندر گھیرے ہوئے ہیں اُس نے سمندر کو غیر ملکوں کی شہزادیوں کی متواتر بلا فاقوں سے خشک کر دیا۔ جیسے کہ رام نے گزشتہ زمانہ میں کیا تھا۔ اُس نے سمندر پر اس طرح قبضہ کیا جس طرح کہ پہاڑ سمندر کے کنارہ پر۔

نمبر ۱۰۔ اُس کی سلطنت میں عالیشان عمارتیں ہیں جو بڑے بڑے دیوتاؤں کے مقام گاہ سے بھی سبقت لے گئیں اور اس سلطنت کی عمارتیں مثل چاند کی کرن کے خوبصورتی میں چمکتی ہیں اور نیز دار کے مثل باغات سے چمنی کہ کثرت سے خوش گوار کاہی زمرد رنگ کے درخت ہیں مزین ہے یہ سلطنت گویا کہ اعلیٰ دیوتاؤں کے بلند منارہ ں سے مقید ہو گئی ہے۔ (الہ بید ابوت ما الیسفی آئندہ)

اور بعض بعض تالاب پختہ و اکثر چاہات پختہ و کوٹھیات سرکاری و پرایوٹ اور عمارات شفاخانہ و کچہری ہائے مال و دیوانی بنی ہوئی ہیں کہ بعض بعض عمارات کا ذکر ہم بالتفصیل لکھیں گے اور آبادی شہر کا حال آیندہ معلوم ہوگا او لاوجہ تسمیہ بدایوں

نمبر ۱۲ - چھوٹا بھائی نامی زبردست بازو والا مہارانہ جس نے کہ شیو کی پرستش کے واسطے اپنے آپ کو نثار کر دیا تھا اس نے خوشی سے اس دنیا کا انتظام اپنے ذمہ لیا اور اُس کی سلطنت شہزادوں کی کثیر تعداد سے معمور تھی اور اُس کی سلطنت کی وسعت اُس کے بڑے بھائی کی مہربانی کے مناسب تھی۔

نمبر ۱۳ اگرچہ لچھمی سا ایسا پایا و سہیج تحفہ اُس کو ملا تاہم وہ دیوتاؤں کی پرستش کرنے والا رہا جو کہ اُس کی روحانی باپ ہیں اور وہ برہمنوں کا بھی تابعدار رہا وہ اپنے احباب یاروں اور رشتہ داروں کی خوشی کے واسطے پیدا ہوا اور نیز اس لئے کہ وہ بدمعاشوں کو ہلاک کرے اور اپنی رعایا میں خوشی پھیلائے ۔

نمبر ۱۴ - اس کی بی بی چڈولوکی جو کہ مزین تھی روشن صفات سے اپنے زمانہ میں لاثانی تھی اور اُس کی اور بی بیوں کے کنول کے سے چہروں کے مقابلہ میں مثل ماہ نو کے تھی - یہ شاہی خاندان اسورا کی نسل سے تھی۔

نمبر ۱۵ - اسکے بطن سے مثل چاند کے بہادر للا پیدا ہوا جو کہ بہت جلد تمام دنیا کو اپنے قبضہ میں لے آیا سب طرف اُس کی خوبیوں کی صفائی مثل کنول کے پھول یا چاند یا ہاتھی دانت کے چمکتی تھی وہ اپنے بہادروں کے کوہی حلقہ میں مثل سمیرو کے تھا اس کے بازو کو لچھمی نے محبت کی نظر سے دیکھا جبکہ اس نے اپنے دشمنوں کا گھر چھوڑا - یہ چنڈو خاندان کا جڑ تھا -

نمبر ۱۶ - یہ بات حیرت انگیز ہے کہ للا کی پیدایش پر آسمان سے مہانہ (بقیہ نوٹ بصفحہ آیندہ)

کی لکھتے ہیں۔

وجہ تسمیہ بدایوں | ایک کتبہ جو قلعہ بدایوں شاہی دروازہ شرقی سے سنہ ۱۸۶۶ء میں بعہد مسٹر لمب صاحب بہادر مجسٹریٹ ضلع برآمد ہوا اُ

سکے پھل پر پھول پیدا ہوئے اور شہد کی مکھیاں شہد چوسنے کو جمع ہوگئیں اور اپنی بھنبھناہٹ سے اُسکی آیندہ عظمت کو بتا رہی تھیں۔

نمبر ۱۶۔ اُسکے الفاظ خوش مذاقی سے بھرے ہوئے تھے وہ پورے کھلے ہوئے کنول سے یا عقاب کی جماعت سے یا اُن جھاڑیوں سے کہ جو پھولوں سے لدی ہوئی نیچے جھکی ہوں۔ یا جھکے ہوئے خوشہ کھیتوں سے یا شاعر الہام سے یا خزاں کے زمانہ میں چاند کی کرن سے یا اُن پاک الفاظ سے جو بید انبیوں کے منہ سے نکلے تھے کہیں اچھے تھے۔

نمبر ۱۷۔ وہ کون معزز نامور مالک اس دنیا کا تھا جس نے اسکے عہد میں دنیا کی حفاظت کی دیہی تھی جسکو کہ کوئی اور نہ روک سکتا ہے نہ حظ اُٹھا سکتا ہے۔ اُس کی بی بی ہے۔ کوئی شاہی جوہر اُن بادشاہوں کے تاج کا جو اس دنیا میں کبھی ہوئے ہیں یا ہوں گے مسرت اور خوبصورتی میں اُسکا مقابلہ نہیں کر سکتا۔

نمبر ۱۸۔ وہ اپنی روشنی کے ہالہ میں رہتا ہے جو روشنی کہ مشابہ ہے سورج کے موسم گرما کی روشنی کے یا جس طرح سے کہ سورج اپنے موسم گرما کی روشنی میں رہتا ہے اور دنیا کو اپنی قوت سے معمور کرتا ہے اُس کی خوبصورتی میں اُسکے دشمنوں کی جنگی ہاتھیوں کی سر کی سرخی سرخ ہوجاتی ہے اُس کی شہرت مثل چاند کی شہرت کے تعریفوں کا مضمون ہو رہی ہے وہ اپنے دشمنوں کو اس طرح چیر پھاڑ کر دیتا ہے جس طرح کہ سورج تاریکی کو دور کر دیتا ہے۔ (بقیہ نوٹ بصفحہ آیندہ)

وہ دروازہ کی دیوار میں نصب تھا جسکی پشت باہر اور تحریری رُخ اندر دیوار کے تھا اُسی آثار قدیمہ کے محکمہ میں واسطے دریافت کیفیت سندریہ کے بھیجا گیا۔ چنانچہ کلکتہ سے اُسکے بعض اشعار کا ترجمہ بزبان انگریزی اور بعض سطور کا ترجمہ

نمبر ١٩ - اُس کی پھیلنے والی شہرت دنیا کے گرد مثل موتیوں کی مالا کے محیط ہے۔ یا مثل گنگا کے کوہ ہمالیہ کی سب سے بلند چوٹی کے گرد یا مثل چاند کی کرنوں کے آسمان پر۔ یا مثل مالا کے سر پر یا سفید آویزہ کے دیوتاؤں کے مندر میں۔ یا جنگلی ہنس دریاؤں کے کنارہ پر۔

نمبر ٢٠ - اُسکے آنے پر اگرچہ دنیا ظلم سے نالاں تھی مسرت کا زمانہ اس شہر میں پھر آگیا یہ شہر جو کنویں جھیل تالاب اور قرب وجوار کے باغات جو کہ مختلف اقسام کے جانوروں سے معمور ہے جسکے باشندے ہمیشہ مسرت میں بسر کرتے ہیں اور جو کہ تمام روئے زمین پر پھیلی ہے۔

نمبر ٢١ - اُس نے یہ پاک گانوں جنمیں کہ دولت مند اور شائستہ لوگ رہتے ہیں اور جنمیں کہ خوشگوار درختوں کا سایہ ہے اور شفاف نہروں سے سیراب ہے معافی سند میں برہمنوں کو عطا کیئے۔

نمبر ٢٢ - اُس نے اپنے محل کے قریب ایک خوبصورت اور پاک نہر کھدوائی وہ خود اپنی رعایا کے لیئے رہنمائی کرتا ہے جس طرح بھاگیرتھ گنگا کی رہنمائی کرتا ہے۔

نمبر ٢٣ - اس کی بی بی لچھمی اسکو اس درجہ عزیز تھی جیسی کہ ماد ہو سودن کو اُس کے ہمنام کہ وہ دوسری دیبی مانی جاتی ہے اور یہ سمندر سے آئی تھی۔ ایسے خاندان سے تھی جس نے کبھی گناہ نہ کیا ہو اور اندرون خانہ کی عورتوں کے کنول کے چہروں کے مقابلہ میں مثل برف کی بوچھار کے تھی۔ (بقیہ نوٹ بصفحہ آئندہ)

روسن میں لکھا گیا اور بعض کا ترجمہ نہیں لکھا گیا کیونکہ اسکا تعلق تاریخ میں نہ تھا وہ
ایک نہایت عمدہ تاریخی کتبہ ہے - بیدا سو لکھنے والے وجہ تسمیہ یہ ظاہر کرتے
ہیں کہ یہ شہر بیدوں کے رہنے کی جگہ تھا اور بدہ سو کہنے والے یہ قیاس

نمبر ۲۴ - اس نے اپنی محبت اور نیکی سے اپنے خاوند کا دل اپنی طرف کھینچ لیا - اور اپنی کمال
خوبیوں سے اپنے خاوند کی محبت کو قایم رکھا اُن کے باہم محبت تھی - وہ مثل پاربتی کے تھی -
نمبر ۲۵ - جسکے کہ بہت سے نیک کام جو اسنے کیئے ہیں یا کریگی وہ نمودار ہیں باغوں میں -
جھیلوں میں اور سایہ دار جگہوں میں - اور دیگر وسیع کاموں میں -
نمبر ۲۶ - تمام نقشیں جوکہ بیشمار برہمنوں کے گروہ روزانہ حاصل کرتے ہیں یہ سب اُسیکا عطیہ ہیں
جسکا دل غریبوں بیکسوں اور مصیبت زدوں پر ترس کھاتا ہے یعنی لچھمی -
نمبر ۲۷ - خاوند اور بی بی دنیا کی مقبوعات کی بے ثباتی سے آگاہ تھے اور اُن کی روز افزوں
اوصاف حسنہ سے ظلم اور تعدّی کا زمانہ دور ہو گیا - راجہ نے ایک مندر اُس دیوتا کا کر
جسکی پیشانی پر ہلال ہے بنوایا دوسری نے یعنی رانی نے اسی قدر پاربتی کے
واسطے کیا -
نمبر ۲۸ - وہ کون شخص ہے کہ جسکا دل حیرت سے نہ بھر جائیگا ان دو ربّانی مندروں پر جو مندر کہ
کیلاسہ کی بلند چوٹیوں کا مقابلہ کرتا ہے اور جو مزیّن ہے خوبصورت ایک زینہ سے اور جنکے
کہ پھریرے نے ہوا میں اُڑ کر مجتمع ہونے والے بادلوں کو منتشر کر دیا -
نمبر ۲۹ - جبتک کہ کوستبھا یہ ہیرا مدھو کے قاتل یعنی وشنو کے سینہ پر رہے گا
اور جبتک شیو کا سر ہلال سے مزیّن رہیگا اور جبتک کہ اندر اور (بقیہ نوٹ بصفحہ آیندہ)

کہتے ہیں کہ [illegible] کے وقت میں [illegible] شہر آباد ہوا اور دوسری مرتبہ جبکہ راجہ [illegible] نام
[illegible] سے [illegible] ہوکر [illegible] لوگ پیدا ہوتے کہتے ہیں انگ پال
[illegible] راجہ جیپال نے سنہ [illegible]ء میں تخت دہلی پر جلوس کیا تو اس شہر

تمام دیوتا چندر کی بی بی کے پاس قیام کریں گے اس وقت تک اس کام کی شہرت قایم رہیگی -
نمبر ۴۰ - خدا کرے کہ دولت اور خوش حالی ہمیشہ اسکے اور اس کی بی بی [illegible] کے جو کہ مثل اس کے
قابل ہی ساتھ رہے - اس کے ساتھ رہے جو کہ جھنڈ خاندان کا خاص نامور شخص یعنی
ہیرو ہے جس نے اس تلوار سے جو اس کھینچ میں آلودہ تھی جو کھینچ کر اس کے دشمنوں کے
ہاتھیوں کی پیشانی کے پسینہ سے پیدا ہوئی تھی اپنی تعریف سب طرف نقش کر دی -
نمبر ۴۱ - خدا کرے **ویپی** جو اپنی نوع میں اس کی آسایش بڑھانے اور برائیوں کے دور
کرنے کے واسطے رہتی ہے - **للّا** کے اس کے خاندان کے اس کے بچوں کے اس کے یاروں
کے گناہوں کو دور کرے -
نمبر ۴۲ - **پاپوٹا** گاؤں جو **کبھوشالہ** میں واقع ہے معہ آراضی متعلقہ اس کے مذکورہ بالا
دیوتا **ویپی** کے واسطے **ویواپلی** کے نام علیحدہ کر دیا گیا -
نمبر ۴۳ - اس مشہور **للّا** کے سند کے ذریعہ سے ایک چوتھائی مال گذاری دیوتاؤں کے حق
میں معاف کی گئی ان کی پرستش اور رسوم کے واسطے -
نمبر ۴۴ - یہ کتبہ **سہال** شاعر کی تصنیف سے ہے جو کہ **سپوا رودرا** کا لڑکا ہے
اور ودتا سی **آسولی** کی نسل سے ہے - اور راجہ کے دربار کا ملازم ہے - اور جسکا
بال [illegible] اعلیٰ لفظ [illegible] اس کی شہرت کے مناسب تھا - (بقیہ لوح کے صفحہ آئندہ)

بیدا موں میں چونکہ کثرت درش نادریس کی تھی اسکا نام بیدا موں یعنی بید سکھانے کی جگہ رکھا ہمکو یہ کسی تاریخ سے نہیں ثابت ہوتا کہ راجہ بھیپال نے یہ نام اسکا رکھا اس کتبہ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اسمیں دو مقام پر یعنی سطر ۱۰ و ۱۱

نمبر ۳۵ - خدا ایسے کہ **بھال** کی اشعار کی روانی کا ہار علمار کے سینہ پر مثل موتیوں کی لڑی کے چمکنے تمام سرسُتا کا مخرج ہے اور پھولدار اشعاروں سے **للاّ** کی صفات ڈورہ سے بندہی ہوئی ہیں -

نمبر ۳۶ - یہ مضمون **وشنون ہری** کے لڑکے نے نقل کیا جو کہ گوڑ کا باشندہ تھا اور کوٹیلا رسم خط سے ماہر تھا -

نمبر ۳۷ - سومنات نے جو کہ **کامان دیو** کا لڑکا تھا اور جو کہ کنبا کیادسے آیا تھا اور نقاشی کے فن کا ماہر تھا اسکو کھودا - سال سمبت ۱۰۴۹ ساتویں بدی مرگا یعنی اگھن مطابق ۵ ردسمبر ۹۹۲ء

نمبر ۲۲ میں **کٹنی** دریا یا نہر کا حوالہ ہے جسکو **للاّ** نے مالا سے کھدوت نکالی ہو -

نمبر ۲۷ و ۲۸ میں اُن عمارت کی طرف اشارہ ہے جنکے کہ ڈھیر منڈو کے کھیڑہ پر نظر آتے ہیں جو بنزد گڈھ گجنا میں واقع ہیں -

نمبر ۳۲ - میں دیول کی طرف اشارہ ہے جسکو کہ دیوا پل کہتے تھے اُس زمانہ میں جنرل کنگھم دلائل ذیل سے یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ **للاّ** باچھل کی نسل سے تھا اور باچھلوں سے اور کٹھریوں سے گڈھ گجنا اور رگڑ یا کٹھرہ سے متصل مقابلہ ہوا -

دلائل

نمبر ۱ - باچھل راجپوت اپنے آپ کو **پین** کی نسل سے کہتے ہیں - (بقیہ نوٹ صفحہ آئندہ)

ہیں یہ لکھا ہے کہ یہ شہر وپدا سو کھہ ہے اس اعتبار پر پروفیسر مسٹر گاٹین جیلین
جنہوں نے ترجمہ اس کتبہ کا لکھکر اپنی رائے ظاہر کی ہے اُنہوں نے اس
شہر کا نام وپدا سو کھہ تسلیم کیا ہی سطر ایک میں یہ بھی لکھا ہے کہ یہ شہر

نمبر ۲ - غالب گمان یہ ہے کہ کٹہریوں نے باچھلوں کو شاہجہاں پور کے قرب وجوار کے کچھ حصّہ سے نکال دیا تھا ہمیں صرف اس قدر معلوم ہوا کہ ۱۵۷۰ میں گڈھ کھیرہ راجہ بین کی نسل میں تھا یعنی بھیلوں کے قبضہ میں اور باقی ماندہ دیوریہ بنجاروں کے قبضہ میں تھی جنگھاروں نے اس سال میں دونوں قوموں کو نکال دیا اور نیوریہ کی بنا ڈالی - اس گانوں کے حال کی تاریخ میں مسلمانوں کا اسپر قبضہ کرنا اور جلا دینا جنگھاروں کی بغاوت میں ۱۸۵۷ء میں یادگار ہے -

کنگھم صاحب کی رائے ہے کہ باچھل راجپوت یہاں حکمراں رہے تھے مگر ہم اُن سے اختلاف کرتے ہیں -

گزیٹیر بریلی صفحہ ۷۴۸ - گڈھ کھیرہ کا قلعہ نیوریہ کی زمین پر ہے اور جنوبی یعنی خشکی کی طرف سے راستہ ہی دیوریہ کے پیچھے کھاوہ شرق کی جانب گھوم جاتا ہے اور گڈھ کھیرہ کے قلعہ کی تین طرفیں اُس سے گھری ہوئی ہیں - صدیوں سے یہ ویران ہے اور گنجان جنگل کھڑا ہے گزشتہ بیس سال میں یہاں چیتے کا شکار کھیلا گیا ہے -

قلعہ کا رقبہ ٹھیک طور سے ہمکو نہیں معلوم - کٹنیا نالہ سے جو جگہ گھری ہوئی ہے وہ ۶۰۰ فیٹ طول میں شمالاً جنوباً اور عرض میں ۴۰۰ فیٹ -

یہ کہا جاتا ہے کہ قلعہ آدھے کوس سے کچھ کم یا قریب ایک میل کے طول میں ہے - اینٹوں کا پیمانہ (۱۲ انچ × ۹ انچ × ۲ انچ) ہے - اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اُن کی قدامت (بقیہ نوٹ بصفحہ آئندہ)

اُسوقت اس شہر کا نام ویدا موکھ تھا۔
اب ہم اس کتبہ سے اسکا نام جو بعد نام ویدا موکھ کے ہوا وہ ظاہر کرتے ہیں دیکھو
سطر ۲ لغایت ۱۲ کا خلاصہ جو پروفیسر موصوف نے اپنی رپورٹ میں لکھا ہے

وہ بستہ ہیں قریب قریب ہر جگہ آسانی سے اُن کا جوڑ مل سکتا ہے اور اوپر کی جانب غالباً
حروف دو یا ایک سطر میں جاتے رہے ہیں جن میں کہ معمولی دعائیں کسی دیوتا کی شان میں
یا اشعار ہونگے موجودہ حالت میں وہ دیوتا غالباً شیو ہو لیکن تاہم بھی حصّہ کتبہ کا مکمل
معلوم ہوتا ہے - اخیر کی سطروں میں بھی کوئی ایسا ضروری حصّہ تلف نہیں ہوا ہے - کیونکہ یہ اخیر
کے [illegible] شدہ اشعار یا تو شاعر کی یعنی مولف کتبہ کی شان میں ہونگے - یا حسب معمول اُن میں
یہ خواہش ظاہر کی گئی ہوگی کہ یہ مندر کہ جسکی تعمیر کا یہ کتبہ ہے ہمیشہ قایم رہے - آخر کی سطر کے شروع
کے قریب قریب چھ اکشاروں کو مستثنیٰ کرکے باقیماندہ کتبہ اچھی حالت میں ہے اور عمدہ طرح سے
یقین کے ساتھ پڑھا جا سکتا ہے - حروف کی مقدار کا اوسط ۵/۸ انچ سے لیکر ۳/۴ انچ تک ہے
اور آخر کی چار یا پانچ سطروں میں کسی قدر کم ہے خط دیوناگری قریب بارہویں یا تیرہویں عیسوی
صدی کا ہے اور یہ کتبہ گوگی اور جلہی دو کاریگروں کا کھودا ہوا ہے (دیکھو سطر ۲۳) زبان
سنسکرت ہے اور شروع تیسویں سطر کے حصہ کو مستثنیٰ کرکے جوکہ غالباً کتبہ کی تاریخ ہے بقیہ
کتبہ نظم میں ہے -
یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ اشعار گوبند چند شاعر کی تصنیف سے ہیں گوبند چند گنگا دھر کا سب سے چھوٹا
لڑکا تھا - گنگا دھر خود سومیس ور دانشمند کا لڑکا تھا جو باشندہ اہادی گڈہ کا تھا اور اُس کی
زوجہ کا نام یعنی گنگا دھر کا جو کہ پدما اسور ام ایک عالم کی لڑکی تھی (بقیہ نوٹ بصفحہ آیندہ)

کہ شیبو کے مندر کے متعلق بھاؤل لکھا کے مالگذاری کردی گئی تھی پروفیسر موصوف لکھتے ہیں کہ ہم نہیں بیان کرسکتے کہ یہ مقام کہاں ہے۔ الا پروفیسر مذکور جس امر کی تحقیق سے مجبور ہوئے ہم اپنی رائے اور قیاس سے بیکہ سکتے ہیں

دیکھو (سطر ۲۱ و ۲۲) کتبہ میں خفیف غلطیاں بھی ہیں املا یا رسم خط کی نسبت میں صرف اتنا ہی کہہ سکتا ہوں کہ (با) کو ہر جگہ (وا) لکھتا ہے۔ سوائے اربد ہا کو مستثنیٰ کرکے جو ۲۳ سطر میں آیا ہے غالباً کتبہ کی تیئسویں سطر کی شروع میں تاریخ ہے۔ جو اب موجودہ حالت میں بدقسمتی سے اس نقش سے جو مجھے بھیجا گیا ہے میں نہیں نکال سکتا یہ امر یقینی ہے کہ یہ تاریخ شہزادہ لکھن پال کے عہد سے متعلق ہے اور یہ کہ شیبو کے مندر کی تعمیر اس جگہ پر بتائی ہے یہ خیال کیا جاسکتا ہے کہ یہ جگہ وہی ہے جہاں یہ کتبہ نکلا ہے اور جسکا نام اسمیں ودداموتا لکھا ہے۔ دیکھو (سطر ۱ و ۱۱) اور ان دو امور کی وجہ سے یہ کتبہ آسانی سے دو حصّوں میں منقسم ہوسکتا ہے

پہلا حصّہ ساتویں سطر کے آخر تک گیا ہے اس حصّہ میں لکھن پال کا شجرہ درج ہے۔

دوسرا حصّہ جو آٹھویں سطر سے لیکر ۲۰ سطر تک گیا ہے اسمیں مندر کے بانی کا اور اُس کے دینی پیشواؤں کا تذکرہ ہے اس آخری حصّہ کی عبارت کا صرف خلاصہ دینا کافی ہے۔ شہزادہ لکھن پال اور اُس کے اجداد کی نسبت کتبہ کا تحریر کنندہ یہ لکھتا ہے اس جگہ جہاں آسمانی دریا کے سیلاب کی وجہ سے تمجمع بُرائیوں کا جاتا رہتا ہے۔ اس جگہ پر یہ شہر ودداموتا ہے پنچالوں کے ملک کی زیب و زینت ہے اور اس کے محافظ راشٹر اکوٹا کے خاندان کے مشہور شہزادہ ہیں یہ شہر خوشحالی سے مالامال ہے۔ کیونکہ اسکے دشمن نہایت کمزور تھے۔ اور یہاں کے آدمی بکثرت قابل اور نیک مزاج تھے نہایت عمدہ عمارات اور مکانات تھے (بقیہ نوٹ بصفحہ آئندہ)

کہ بھدا اوّں لک کوئی قریہ قریب ویدا موکھ کے تھا جسکی مالگذاری وقف ہوئی تھی لیکن انقلاب زمانہ نے آبادی میں ایسا تغیّر پیدا کیا کہ ویدا موکھ کی آبادی بھدا اوّں لک میں شامل ہوگئی چونکہ شیو کے مندر کے متعلق اُس

اور اُس کے گرد نواح میں ایسے درخت تھے جو فردوس کے درختوں سے مشابہ تھے عظیم الشان اور صاف ستھرے مندر اُسکے خوشنما منظر تھے - اور یہ ضلع کُل آدمیوں کی جگہ تھی یعنی ایسے آدمی جو پابند قانون تھے یہ خوبصورت شہر خوبیوں کا مجمع ہونے کی وجہ سے اندر کے شہر کی طرح روشن ہے اور کثرت سے منڈارہ[۱] کے درختوں کے عمدہ پھولوں سے روشن ہے اور نہایت عمدہ گنبدوں سے مزیّن ہے اور سنتانا اور کالپا کے درختوں سے بھی عظیم الشان صاف دیوتاؤں کے مقاموں سے خوشنما معلوم ہوتا ہے اور غیر فانی لوگوں کا مرکز ہے پہلی سطر تمام ہوئی -

اول اول جنید بھان کا حکمراں تھا جو مجمع تھا بے انتہا خوبیوں کا اور سردار تھا آدمیوں کا اُسنے اپنی تلوار سے تمام دشمنوں کو خالف کر دیا اُسکا لڑکا **وگرہ پال دیو** اُسکے بعد حکمراں ہوا جو اپنے دشمنوں میں بہت مشہور ہے اور حاجت مندوں کے ساتھ فیاض تھا اُسکا بیٹا جو بھون پال کے نام سے مشہور ہے درحقیقت عالم دنیا میں قانون مجسّم تھا دنیا کی محافظت کرنے کے بعد وہ بیکنٹھ باسی ہوا - پھر اُسکا بیٹا **گوپال دیو** دنیا کا حکمراں ہوا جب یہ بادشاہ جو کہ رعایا کی مصیبت کا دور کرنیوالا تھا حکمراں ہوا تو سب قومیں اپنے اپنے فرض منصبی خوش و خورم ادا کرتی تھیں اور خوشحال تھیں - بعد اُسکے اُسکا لڑکا **تری بھون** دنیا کا محافظ یعنی حکمراں ہوا - اُس نے دشمنوں کے کثیر گروہ کو عاجز کر دیا اسوجہ سے وہ بہت مشہور ہوگیا جب یہ برا درخدا کے حکم سے (بقیہ نوٹ صفحہ آیندہ)

[۱] منڈارہ و سنتانا و کالپا اندر کی بہشت کے درختوں کے نام ہیں۔

گانوں کی مالگذاری وقف تھی اور شہر کی آبادی اُس مقام پر ہوئی جسکا نام
بھدہاؤں مشہور ہوا اور اب وید اسوتھ کا نام صفحۂ عالم سے اُڑ گیا پس نام
اصلی اسکا بھدہاؤں تھا اور لاک کلمۂ صفت لاکھ دام یا روپیہ یا چوسرکا

بیکنٹھ کو چلا گیا تو مدن پال اس ملک کا حکمران ہوا جسکی مشہور و معروف قوت کی وجہ سے
ہمیریوں کا دیوتاؤں کے دربار سے کنارہ بیٹھنے گنگا پر اسکے کا چرچا نہیں ہوا - **بعدہ** اُس کا
چھوٹا بھائی جس نے کہ لکھو کھا مغرور دشمنوں کو تباہ کر دیا اور فیاض و حلیم تھا حکمراں ہوا اس
بادشاہ کا نام مشہور و معروف دیوپال تھا جسکے کہ کاموں کے تذکرہ کی وجہ سے ہم اس زمانہ
میں بھی دشمنوں پر فتح حاصل کرتے ہیں بعدہٗ اُسکا لڑکا بادشاہ ہوا وہ اپنے باپ کی گدی پر
مشہور و معروف بھیم پال کے نام سے بیٹھا - اس نے بہادر دشمنوں کو کہ جو ناقابل فتح سمجھے
شکست دی اور جسکا کہ نفیس جسم مثل سونے کے نہ عیب تھا جو کہ ایک بید البشی ہاد بر ہفت
ہر جگہ اُس نے خیر و فلاح مخلوق میں پھیلا دی اور دیوتاؤں اور برہمنوں کا وہ مطیع تھا بعدہٗ اسکا
لڑکا حکمراں ہوا جو کہ تمام دنیا میں مشہور و معروف **سُورپال** کے نام سے مشہور ہے جیسا کہ
بادشاہوں میں ایسا بہتر تھا جیسا کہ دیوتاؤں کے گروہ میں اندر کا بیٹا کہ اندر کے پاس تھے
اروال کا چیدہ ہاتھیوں میں یا جیسے چاند ستاروں کے مجمع میں یا جیسے شیر درندوں میں
اُسکا لڑکا امرت پال ہوا کہ خدا نے بہت بڑی قوت عطا کی تھی جس نے کہ اپنے ہاتھ کی تیز تلوار سے
اپنے دشمنوں کو ڈرایا وہ دیوتاؤں کا اور دوستوں اور برہمنوں کا مطیع تھا اور ہر علم کا شوقین تھا
اور اُن سب کا اُستاد تھا جسکے کہ ہتیار بغیر سزا دیتے ہیں خدا ایسے کرے اسکا چھوٹا بھائی شہزادہ
لاکھن پال جو اُسکا جانشین ہوا ہے شکلوں مدتوں تک یہاں قایم رہے (لڑیہ لوٹ صفحہ ایم ۔ ۱)

معمولی بیٹا اس لفظ کے ۔ دیکھو رایل ایشیاٹک ہیرالیں ۔ ایشیاٹک سوسائٹی میں پلیٹ آف وجیا چندر ۔ ایشیاٹک سوسائٹی کے اینڈ جرنل یعنی شاہی ۔ وجیا چندر راجی اور چندر کے پلیٹ سطرہ کتاب مسمی ہندوستانی آثار قدیمہ جلد ۱۵ صفحہ ۷ ۔ سکھوں پر ہیرا کا ۔ تھامس کی کتاب مسمی تاریخ پٹھان بادشاہوں ۔ سوانح صفحہ ... لندن ۱۸۷۱ء

رائج الوقت ہوا اُسقدر آمدنی اُس کی ہو گی جو لاک کے نام سے مشہور ہوا بعد اُن
لاک جب نام اصلی قرار پایا تو بھدا ون کثرت استعمال سے بھداون
ہوا - چنانچہ جب اہل اسلام ہمراہ محمود غزنوی و شہاب الدین غوری

یہ وہ ہے کہ جسکی فیاضی کی کچھ انتہا نہیں ہے اُسکی کثرت سے پھینکنے کے ہتھیار یعنی (بان) جو مشابہ ہوتے ہیں
سورج کے چمکانے والی کرنوں کے مشہور و معروف دشمنوں کی خون کی دھاریں پیتے ہیں -

شجرہ جو اس شاعر نے پتھر میں لکھا ہو اُسکو بہ ترتیب ذیل لکھتے ہیں

چندر پال (۱)
دگر پال (۲)
بھون پال (۳)
گوپال (۴)

دیوپال — مدن پال — نرسی بھون

بھیم پال
سورپال

امرت پال — لکھن پال
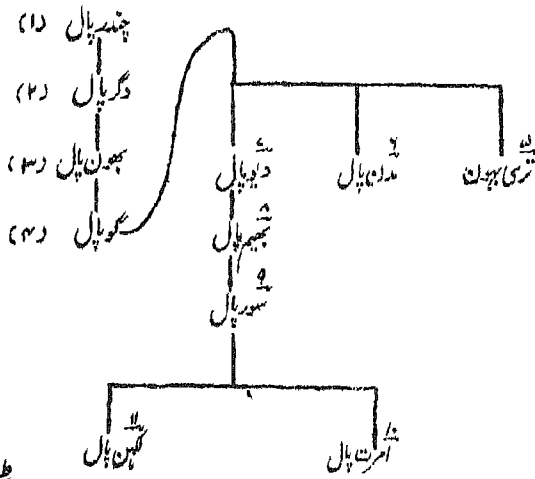
ان ناموں کے سوا اور یہ کہ بادشاہ راشٹر اکوٹا قوم سے تھی اور وہ ویدا مٹو کی حکمران تھی
(جس سے کہ انکا تعلق راٹھوڑ قنوج کے حکمرانوں سے معلوم ہوتا ہے) ہیں اور کوئی ضروری تاریخی
حال اس کتبہ سے نہیں ملتا -

ان بادشاہوں کا ٹھیک ٹھیک حال مجھے نہ کسی کتبوں سے اور نہ تاریخوں سے جنکو کہ میں نے دیکھا ملا
فی الجملہ ان میں سے اکثر نام دیگر موقعوں پر آتے ہیں - صرف ایک نام (بقیہ نوٹ بصفحہ آئندہ)

ہند میں آئے اور اُنھوں نے اِن ملکوں کو فتح کیا تو بداؤں مشہور تھا آئینِ اکبری اور دیگر کتب جامع المآثر اور تزک جہانگیری و فیروز شاہی وغیرہ میں بداؤں مرقوم ہے بعد زمانہ اکبر بادشاہ کے بدایوں بیائے تحتانی تلفظ و کتابت میں

جو لفظ پال پر ختم ہوا ہے (یہ لفظ پال بدایوں سے متعلق ہے) ماہی پال ہے یہ دہلی کا تومڑ راجہ تھا مسٹر کننگہم کے بیان کے موافق اس راجہ نے دہلی کا بڑا قلعہ تعمیر کرایا تھا جس پر اب شہر کا کچھ حصّہ آباد ہے اس نے ایک مندر بھی بنوایا تھا جس موقعہ پر کہ اب مسلمانوں کی جامع مسجد ہے لیکن مہی پال کا نام یہاں نہیں آیا ہے ہمیشہ ہندوؤں کے تذکرہ سے جو سطر چار میں آیا ہے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ وہ مسلمانوں کے حملہ کی طرف اشارہ ہے اس تاریخی دیباچہ کے بعد اس کتبہ میں ذکر ہے کہ ایک شیو کا عابد تھا۔ اس عابد کا نام ورب شیو تھا۔ اسکا دل اتنا ہلا ہوا تھا اس نے منتر کے زور سے ایک بت جو ہندوؤں نے ٹکڑے کرنا چاہتے تھے قایم کیا تھا نیست و نابود کر دیا اس نے اپنے رہبہ اور ایسی قوت کو جو انسانی قدرت سے باہر تھی شہر میں ثابت کر دیا پھر وہ پھرتے پھرتے ویدا مُٹھ میں آیا یہاں پر دیو پال کے وزیر رُد نے اسے مٹھ یعنی شہر کی خانقاہ کا افسر کر دیا (سطر ۹ لغایت ۱۲) اسکا جانشین اس عہدہ پر بعد اُس کے ایک اوسپاک مشہور شخص مسمی مورتی گن ہوا یہ مورتی گن بادشاہ سُور پال دیو کا دینی معاملات میں ناصح ہوگیا (سطر ۱۳ تا ۱۵) مورتی گن کے بعد بزمانہ امرت پال اُسکا شاگرد **ایشان شب** اسکی جگہ ہوا بیان کیا گیا ہے کہ وہ گوڑ میں پیدا ہوا جو کہ ملٹس برگ تولا کے متعلق تھا معہ پانچ پر وسدوں کے یعنی (۱) بھرگو (۲) چیاون (۳) اپناوانا (۴) اوروا (۵) جمدگنی۔ یہ وہمی و شنوؤں کا بڑا لڑکا تھا اور دساتن سمپال (جو ملک ہریانہ میں واقع ہے)

[illegible] اس ایشان شب نے دنیا کو ناپائدار اور فانی سمجھکر (بقیہ نوٹ بصفحہ آئندہ)

مشہور ہوا عہد اکبر تک بداوں ہی بولا و لکھا جاتا تھا چنانچہ ملّا عبد القادر بدایونی نے عہد اکبر میں ایک قصیدہ لکھا ہے جسمیں نام اس شہر کا بداوں درج کیا ہے مطلع یہ ہے

شنیدی ای صبا از من بیر اہل بداوں را سلام ٭ برگ باشد یا گل بل خار گلشن را سلام ٭

ایک مندر شیو کا بنا یا جسمیں ارتبال کیا جا سکتا ہے کہ یہ کتبہ اول اسمیں نصب کیا گیا۔ اور بھداون لکا کی مالگزاری اس کے متعلق کردیگئی سطر ۱۶ لغایت ۲۱ کتبہ کے اس حصّہ کے اختتام پر ایک شعر ہے (سطر ۲۱) جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ردہپا وزیر کے بعد جسکا کہ اوپر ذکر کر چکے ہیں لچھی دھر اور جگت پال وزارت پر مستقر رہے جو کہ شیو کی پرستش ردہپا کی طرح بہت خلوص سے کرتے تھے باقیانہ دیگر مقامات جنکا کرو بدموسٹھو کے علاوہ کتبہ میں ذکر کیا گیا ہے اُس سے اناہل پتک جو غربی ہندوستان میں اناہل وادی کے نام سے مشہور ہی مراد ہے اور ہرپانہ جو کہ اب حال میں ہرانہ کے نام سے مشہور ہی وہ امیر پل گنہ ٹیر کے موافق پنجاب کے ضلع حصار میں ایک قصبہ ہے سُمھا پلی[۱] وبھد آون[۲] لکا واپادی گڈہ (سطر ۱۲) ان مقاموں کو میں نہیں بتا سکتا کہ کون ہیں۔

نوٹ متعلق صفحہ ۲۸

جو دہلی کیجانب شرق آباد ہوئے وہ لوگ کورو کہلاتے تھے اور پنچالہ گرد و نواح قنوج کے گنگا کی نشیب میں آباد تھی پنچالہ و کورو باہم بڑے رقیب تھے وادی گنگ پر سدہیں دی کے چودہ سَو برس پیشتر لغایت ۱۲۰۰ قبل عیسوی پنچالہ کو دہ وکاسی و ویدا و کسالہ آباد ہوئے (دیکھو تاریخ قدیم ہندوستان بزبان انگریزی مصنفہ مسٹر دت سی - ایس کمشنر بردوان مطبوعہ ۱۸۹۳ء) تاریخ ہند صفحہ ۲ جلد اول مولفہ شمس العلماء منشی ذکاء اللہ خاں میں لکھا ہے کہ پنچالہ اکثر پنجاب کو کہتے ہیں مگر منو کے دہرم شاستر میں قنوج کی ریاست کو لکھا ہے ٹاڈ کے راجستان میں ہے کہ مہابھارت کے مطابق پنچال کی ریاست کوہ ہمالیہ سے دریائے چنبل تک تھی شمالی پنچال پار و سکھنڈ کا دار الحکمت (بقیہ نوٹ بصفحہ آئندہ)

ہم کہہ سکتے ہیں کہ بدایوں ماخوذ بھداون سے ہے الا ہمکو یہ تحقیق نہیں ہوسکتا کہ بھداون کی وجہ تسمیہ کیا تھی کہ جس سے ہمنے لفظ بدایوں کو اخذ کیا ہے۔

آبادی شہر

بدایوں ایک پورانا اور قدیمی شہر ہے لیکن ہنود کے زمانہ کی تاریخ کا بہت کم پتہ چلتا ہے۔ یہ امر بہت مشکل ہے کہ ابتدائے آبادی شہر بدایوں کی نسبت کوئی قطعی رائے پیش کیجائے اور اس امر میں اکثر مورخین نے اپنی معذوری ظاہر کی ہے کہ اس شہر کی بنیاد کب پڑی الا جہانتک ہمکو تاریخ اور قراین قویہ اور آثار قدیمہ سے معلوم ہوا یا ہماری رائے میں بعد محاکمہ جو امر اس بحث میں قرار پایا اُس کو معہ دلایل مرقوم کرتے ہیں۔

اہلی جی چھتر استھا۔ اور جنوبی پنچال یا میان دوآب کا دارالحکومت کمپلیا تھا جسکو اب کمپل کہتے ہیں جو بدایوں اور فرخ آباد کے پاس قدیم دریا گنگا کے کنارہ بستا تہا جغفر ۳۰ تاریخ شمس العلما مذکور میں لکھا ہے کہ بدہ والوں کے رقیب وہی راجہ تھے جنکا خاندان مہا بھارت اور راماین کے زمانہ سے چلا آتا ہے ایک راج میتھلا یا بنارس کا تہا جسکے راجہ کی بیٹی سیتاجی سے راجہ رامچندر کی شادی ہوئی تہی۔ دوسرا راج گوڑ کا بنگال میں تہا۔ سوم راج قنوج کا اودہ میں تہا پہلے قنوج کا نام پنچالہ تھا۔ اسی جگہ کے راجہ تھے جو حال میں سیکڑوں برس تک برہمنوں کے حامی رہے اور کبھی انکا دامن نہ چھوڑا۔ برہمن جہاں جاتے تھے واجب القتل ٹھہرتے تھے مگر قنوج والے اُن کا دم بھرتے رہتے۔

کہتے ہیں کہ جسکا حوالہ اوپر ہو چکا ہے اس شہر کو بھرت کا شہر لکھا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ راجہ بھرت کے زمانہ میں یہ شہر ضرور آباد تھا اور بھرت کھنڈ میں داخل تھا (دیکھو سطر ۳ کتبہ مذکور کو) راجہ بھرت کو رد و پانڈو سے چھ پشت اوپر مورث اعلیٰ ہوا ہے اور خاندان چندر بنسی کا جسکا سلسلہ پورا سے شروع ہوتا ہے گیارھواں بادشاہ ہے اور یہاں سے انیس ۱۹ نمبر پر ہے اُسکا دارالسلطنت ہستناپور تھا جو شہر دہلی سے شمال مغرب پر بفاصلہ ساٹھ ۶۰ میل گنگا کے کنارہ پر واقع تھا پانڈو ۴۷ نمبر پر یہاں سے ہوا ہے پس ناظرین کو معلوم ہوگا کہ زمانہ کورو پانڈو سے تاریخی سلسلہ بخوبی کتاب مہابھارت سے ملتا ہے مہابھارت کے زمانہ کو اب تک چار ہزار آٹھ سو پینسٹھ سال ہوئے بھرت کھنڈ جو قدیمی کہلاتا تھا اُسکا نقشہ ہم ذیل میں درج کرتے ہیں۔ اس نقشہ کے دیکھنے سے یہ بات معلوم ہوگی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کے زمانہ سے پہلے بھرت کھنڈ کی تقسیم پانچ حصوں میں مشہور تھی اور شہر بدایوں کورس پنچالہ کھنڈ میں واقع ہے۔

نقشہ بھرت کھنڈ
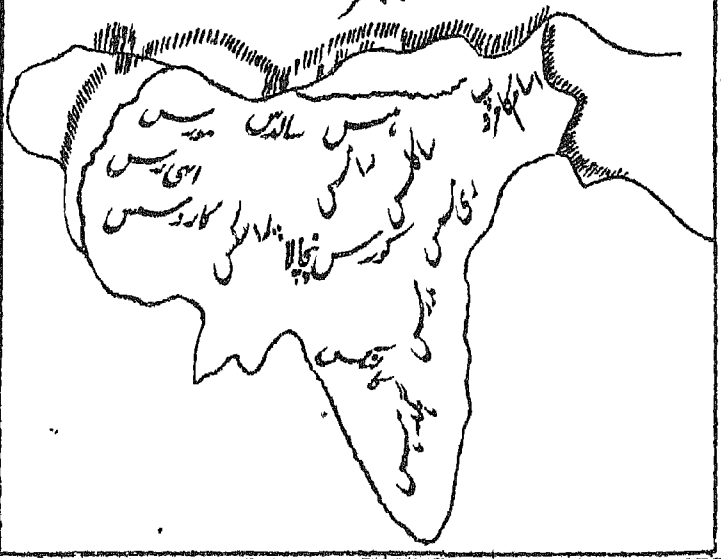
بدایوں میں بہت بڑا ایک قلعہ قدیم زمانہ کا تھا اور اُس قلعہ کی دیواروں کے
آثار قریب اسی فٹ چوڑائی میں تھے پانی کے قریب تک اسکی بنیاد کنکڑوں
سے جو بہت بڑے عریض و طویل تھے بھرے گئے تھے باہر کی طرف کنکڑ اور اندرونی
جانب خشت پختہ سلاں نصب تھی اس کے تین دروازے اور ایک کھڑکی
مشہور تھی ۔

(۱) دروازہ جنوبی موسومہ دروازہ تھا جہاں اب چوکی پولیس ایک دمدمہ پر ملقب بہ
چوکی سوتھہ موجود ہے اور اسکے مقابل ایک جانب برج اس وقت تک بنا ہوا ہے
کہ جہاں فتح اللہ چشتی اور شیخ چاؤ وغیرہ اولیائے کرام مدفون ہیں ۔

(۲) دوسرا دروازہ جانب شرق جو منڈئی دروازہ کے نام سے مشہور ہے اور
اسکے سامنے حضرت برہان قتال شہید کا مزار ہے۔ دروازہ کے باہر بازار حلوائیان
لگا ہے اور چوک تا بہی کو راستہ ہے

(۳) تیسرا دروازہ جانب شمال بھرتول کے نام سے موسوم تھا کہ جہاں اب تک علامت
قلعہ کی موجود ہے ایک دمدمہ پر جو دروازہ کا غربی حصہ تھا اُسپر چوکی پولیس
میراں جی امام شہید کی زیارت کے قریب واقع ہے ۔ جانب غرب کھڑکی
قلعہ کے اس مقام پر تھی کہ جہاں اب موری سڑک چوک کے متصل زیارت
علی شہید صاحب کے محلہ فرشوری میں قریب مکانات کاتب الحروف کی
واقع ہے۔ یہ امر کہ یہ قلعہ کس نے بنایا تھا تحقیق ہونا بہت مشکل ہے
کیونکہ کسی تاریخ سے زمانہ تعمیر قلعہ یا معمر قلعہ کا نام معلوم نہیں ۔ اا
جو کیفیت اُنکی [illegible] قلعہ کے دروازہ [illegible] بانی قلعہ کے

جانا رہا ہے اور کسی نے ان کی حفاظت نہیں کی غالباً کسی دیگر عمارت شہر میں
لگا دیے گئے ہونگے۔ مولوی محمد کریم صاحب ڈپٹی کلکٹر نے اپنی تاریخ بدایوں میں
سنہ ۹۰۵ء میں اس شہر کا آباد ہونا اور قلعہ کا تعمیر ہونا لکھا ہے اور یہ بھی لکھا ہے
کہ راجہ بدھ نے تعمیر کیا ہے۔ الاوہ کسی سند سے اس روایت کو نہیں لکھتے
ہیں۔ ہمارے نزدیک سنہ ۹۰۵ء سے بہت پیشتر کا یہ قلعہ تعمیر شدہ معلوم ہوتا ہے
اور غالباً عہد عروج زمانہ بدھ میں یہ قلعہ تعمیر ہوا۔ ان ملکوں میں شروع
سنہ ۵۰۰ء سے بدھ مذہب رائج ہوگیا تھا اور شیو کی پرستش بہت کم ہوگئی تھی
پس اس تحقیق سے اس کی تعمیر سنہ ۵۰۰ء یا اس کے کسی مابعد سنہ کے معلوم ہوتی ہے
کیونکہ راجہ بدھ کا نام ضرور اس طرف اشارہ کرتا ہے کہ کوئی شخص بدھ مذہب
کا پیرو تھا جس نے تعمیر کیا اور سنہ ۹۰۰ء میں جبکہ شنکراچارج اپنا عروج کرچکا تھا
تو اسوقت بدھ مذہب نام سے اس اطراف میں لوگ تعمیر نہیں کرسکتے تھے اور سنہ ۸۰۰ء
سے سنہ ۹۰۰ء تک بدھ کا کامل زوال کا زمانہ ہے۔ اسکی اینٹوں کی ساخت جو طول
وعرض میں زیادہ ہیں اس زمانہ کی تعمیرات سے بہت پیشتر کی معلوم ہوتی ہیں
بلکہ قلعہ اہاں چھتر کی اینٹیں اور یہاں کی اینٹیں عرض وطول میں قریب قریب
یکساں ہیں اور اہاں چھتر یعنی رام نگر زمانہ آنولہ ہرشا وردھن کے زمانہ
میں بہت آباد اور صدر مقام تھا اور اسمیں ایک قلعہ تھا ہرشا مطابق قول
چینی سیاح بدھ مذہب کا بہت حامی تھا۔ ہماری اس رائے کی تائید اس سے
بھی ہوتی ہے کہ شیو کے مندر کی تعمیر کے بعد کسی بدھ مذہب نے اس قلعہ کو تعمیر کیا
کیونکہ کتبہ جو قلعہ کی بنیاد کے آثار سے شیو کے مندر کا برآمد ہوا ہے اسکی تحریر سے

ثابت ہوتا ہے کہ اُس مندر کا ملبہ اس قلعہ میں لگایا گیا - پس یہ کام سوائے بدھ والوں یا مسلمانوں کے دوسرے کا نہ تھا - اور مسلمانوں نے کبھی تعمیر قلعہ نہیں کی اور نہ اُن کے عہد کا یہ قلعہ ہے اس لیئے ہم یقینی کہہ سکتے ہیں کہ بدھ والوں نے اس قلعہ کو تعمیر کیا - اسوقت جو آثار قلعہ کے موجود ہیں اُن کی پیمایش سے قلعہ کی صورت حسب ذیل پائی جاتی ہے - اور فی الحال جو سڑکیں نکالی گئی ہیں وہ اندر نقشہ کے لکھدی ہیں -

شمال

پُل موری

مغرب

مشرق

نقارخانہ

پُل موری

دروازہ سوت

پیمانہ بحساب فی انچہ ۳ جریب ۱۸ فٹ

جنوب
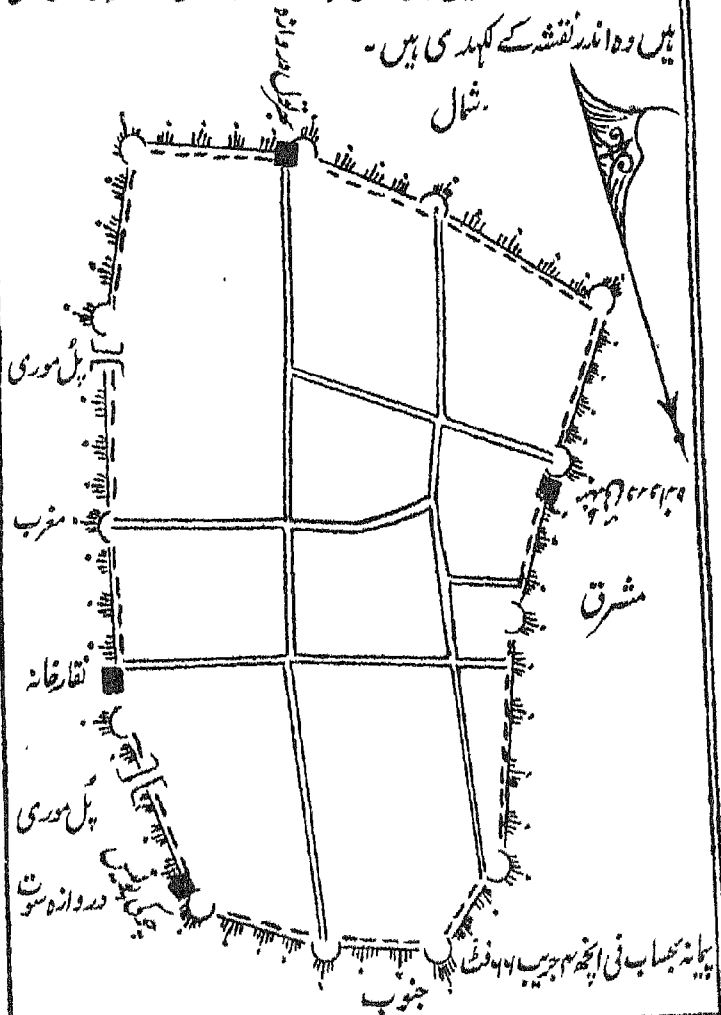
اب ہم شہر کی مشہور عمارت اور کتبہ جات قدیمہ کا حال لکھتے ہیں۔

بیان جامع مسجد

ایک مسجد جامع سلطان التمش کے زمانہ کی تعمیر شدہ موجود ہے اسکا طول بیرونی ۲۷۶
فیٹ اور عرض بیرونی ۲۱۶ فیٹ ہی اور اندرونی صحن ۱۸۰ فیٹ طولاً اور ۹۴
فیٹ عرضاً ہے اور دیوار کے نیچے کا حصّہ ۱۲ فیٹ اونچائی تک کنکر کی چٹانوں سے
اور پتھروں سے بنا ہوا ہے اوپر کی تعمیر نہایت کلاں خشت پختہ سے کیگئی ہے
اس مسجد کے اندر تین درجے جانب غرب ہیں اور جانب شرق دروازہ محرابدار
نہایت شان و شوکت کا سابق میں تھا اور جنوب و شمال اور دروازہ کے
ہر دو جانب عمارت بھی جو مسقف کسی زمانہ میں تھی وہ منہدم ہوگئی تھی عہد اکبر
میں ایک بہت بڑا گنبد درمیانی تعمیر ہوا لیکن ہمین ویسا ہی باقی عمارت بجنسہ منہدم
پڑی تھیں الا جانب جنوب دو گنبد دروازہ جنوبی کے شرق جانب بنے ہوئے
تھے۔ اور ایک پختہ حوض درمیان صحن کے اور ایک چاہ پختہ متصل دروازہ شمالی
قدیمی تعمیر شدہ موجود ہے جسکی مرمت وقتاً فوقتاً ہوتی رہتی ہے کہتے ہیں کہ
اس مقام پر کوئی مندر تھا اُس جگہ پر ابتدائً یہ مسجد تعمیر ہوئی۔ الا ہمارے خیال
میں یہ امر نہیں آتا کہ عمارت مندر پر مسجد بنائی گئی ہو کیونکہ مسجد قبلہ رو بنیادوں
سے تعمیر کی گئی ہے۔ ہاں یہ ممکن ہے کہ کسی مندر کا کچھ ملبہ یعنی اینٹ پتھر وغیرہ
تعمیر مسجد میں لگایا گیا ہو تو عجب نہیں۔ لیکن یہ کہنا کہ مندر کو مسجد کر لیا اور
اُسی بنیاد پر مسجد قایم ہوئی بالکل خلاف قیاس ہے البتہ وقتاً فوقتاً اس مسجد
کی مرمت شکست و ریخت وغیرہ ہوتی رہی۔

سب سے اول بُنیاد تعمیر مسجد کی خبر دینے والا کتبہ[1] دروازہ شرقی جامع مسجد کا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ عہد سلطنت سلطان شمس الدین التمش میں تکمیل تعمیر دروازہ شرقی کی ہے یعنی ۶۲۰ھ ہجری میں۔

دروازہ شمالی جامع مسجد کے کتبہ[2] سے معلوم ہوتا ہے کہ محمد بن تغلق شاہ کے عہد میں بھی ترمیم اس مسجد کی ہوئی اسکے دروازہ شمالی پر ایک کتبہ سنگین مرقوم ہے جو ۷۲۶ھ ہجری کا ہے ایک بہت بڑی عمارت درمیانی گنبد کی جسکا قطر

---

[1] من دخله کان امنا۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم وللہ علی الناس حج البیت من
جو آیا اس جگہ امن سے ہوا۔ اور اللہ کا فرض ہے لوگوں پر حج کرنا خانہ خدا کا
استطاع الیہ سبیلا۔ ادخلوها بسلام۔ بامر السلطان المعظم السلطان
جسکو پہونچنے کی مقدرت ہو۔ آؤ اس جگہ سلامت ہوگے۔ حسب الحکم بادشاہ بزرگ سلطان اعظم
الاعظم مالک رقاب الامم شمس الدنیا والدین اعلی الاسلام والمسلمین
جو مالک تمام مخلوق کی گردنوں کا ہے جسکا نام شمس دنیا اور دین ہی جس نے بلند کیا اسلام کو اور اسلام والوں کو
اعدل الملوک والسلاطین ابو المظفر التمش السلطان ناصر امیر المومنین
اور جو سب بادشاہوں کی زیادہ عادل ہی کنیت جسکی ابو المظفر التمش بادشاہ مددگار سردار مومنین ہے
خلد اللہ ملکه سنة ۶۲۰ عشرین وستمائة
ہمیشہ رکھے ملک اسکا ۶۲۰ھ

[2] امر بهذه العمارة الحضرة المعلی ظل اللہ الرحمن ابو المجاهد المحمد بن تغلقشاہ
فرمائی یہ عمارت حضرت بزرگ سایہ خداوند رحمن المجاہد محمد بن تغلقشاہ بادشاہ نے
السلطان خلد اللہ ملکه وسلطانه فی سنة ستة وعشرین وسبعمائة
ہمیشہ رکھے اللہ ملک اسکا اور دبدبہ اسکا ۷۲۶ھ میں
معمار ہ حسین بن حسین کوتوال خطه بداؤن
معمار اسکا حسین بن حسین کوتوال خطہ بداؤں تھا۔

۳۴ فیٹ ہے بڑی ٹہری دیواروں پر جنکے آثار ۱۷ فیٹ چوڑے ہیں واقع ہے
اور ایک محراب اندرونی اُس کی چوڑائی ۱۸ فیٹ ہے - اور ایسی ہی دو محرابیں
اُس گنبد کی جانب شمال وجنوب ۱۷ فیٹ چوڑائی کی موجود ہیں - باہر کی محراب
۳۲ فیٹ چوڑی ہے اور اُس کے سامنے صحن مسجد اور حوض بنا ہوا ہے اور یہ
عمارت قطب الدین شیخ خوبو کوکہ نے بعہد اکبر بادشاہ غازی سنہ ۱۰۱۳ ہجری میں
بنوائی چنانچہ پاکھ شمالی جامع مسجد بدایوں پر یہ کتبہ[۱] مرقوم ہے جو نوٹ میں
بجنسہ لکھا جاتا ہے پاکھ جنوبی اندرونی جامع مسجد میں جو کتبہ[۲] بخط فارسی ہے
اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ سنہ ۶۲۳ ہجری میں بھی مرمت و تعمیر مسجد ھذا کی
ہوئی تھی -

بعد ازاں غدر ۱۸۵۷ء سے پیشتر یعنی سنہ ۵۵ و ۵۶ء میں مولوی رضی اللہ صاحب مرحوم
پدر مولوی طفیل احمد صاحب نے اندرون و بیرون گنبد کلاں کی استرکاری چندہ
سے باہتمام خود کرائی - حافظ نیاز احمد صاحب متولی مرحوم خوشنویس نے آیات قرآنی اور
سورہ جمعہ حاشیہ پر کندہ و محاریب پر مرقوم کی ہیں جو اسوقت تک موجود ہیں -

---

[۱] در عہد جلال الدین محمد اکبر بادشاہ غازی در سنہ ۱۰۱۳ یکہزار و سیزدہ ہجری بنا کرد این مسجد قطب الدین چشتی بن شیخ خوبو کوکہ ابوالمظفر سلطان سلیم شاہ غازی ابن جلال الدین اکبر باہتمام نواب شیخ ابراہیم ولد خان مذکور
کوکہ مشیر عمارت عبدالملک قاسمی -

[۲] بنائی خان قطب الدین مرحوم + شدہ محکم بحکم خان کشور + بعہد شیخ فضل اللہ چشتی + چو شد اتمام با صد زینت و فر +
پئے تاریخ او گفتم خرد را + زبان گو خالصاً اللہ اکبر

لیکن یمین و یسار کی عمارتوں میں جنکی چھتیں زمین بوس ہوگئی تھیں اُسمیں صدہا درخت
جنگلی شریفہ وغیرہ جم آئے تھے اور صدہا سانپ وبچھو رہتے تھے اور نماز صرف
گنبد کلاں میں ہوتی تھی - صرف ایک دروازہ شرقی کلاں درست تھا بقیہ دروازہ
[illegible] یمین و یسار کی عمارت خراب پڑی تھی [illegible] میں مسٹر لمپ صاحب
بہادر مجسٹریٹ و کلکٹر ضلع کو اتنی بڑی عمارت قدیم اور یادگار شاہان سلف دیکھکر
افسوس ہوا اُنھوں نے ہم لوگوں یعنی اہل اسلام سے اُس کی درستی کے واسطے
کہا اُسوقت ایک رقم کثیر چندہ کی مسلمانان شہر نے اعلیٰ ہمت و توفیق کے فراہم
کرکے مسجد کی مرمت شروع کردی - چونکہ راقم الحروف زیادہ تر شاہجہانپور
بوجہ [illegible] وکالت رہتا تھا اور دیگر عمایدشہر کو بھی اپنے اپنے امورات سے
[illegible] تھی یہ کام ہمارے شفیق مولوی طفیل احمد صاحب وکیل منصفی بدایوں
[illegible] مولوی رضی اللہ صاحب مرحوم نے اپنے ذمہ لیا واقعی جو مولوی طفیل احمد
صاحب نے اس مسجد کی تعمیر میں اور فراہمی چندہ میں اور اپنے پاس سے
بھی وقتاً فوقتاً مدد فرمائی اُس کی شکرگذاری ہم تمام لوگوں پر ضروری ہے
عند اللہ اجر پاینگے - نتیجہ یہ ہوا کہ اتنی بڑی عمارت عالیشان کو جو بادشاہ
وقت تعمیر کرسکتا تھا - وہ تعمیر قریب اختتام کو پہونچی اور جملہ مرمت سے مکمل
ہوگئی ہے بقدر اندرونی فرش مرمت کو باقی رہا ہے اور دروازہ شرقی از سر نو
بصرف زر کثیر سنگین تعمیر کیا گیا اور جو کتبہ سابق دروازہ پر تھا بدستور لگا دیا گیا
اور دروازہ شرقی کی یمین و یسار دکانیں تعمیر کرائی گئیں جنکی آمدنی مسجد میں
صرف ہوتی ہے اور پچاس روپیہ سالانہ خرچ مسجد کے واسطے مسماۃ چکن عرف

جگر وزوجہ چودھری عبد العلی صاحب مرحوم نے اپنی موقوفہ جائداد سے دوام
کے واسطے مقرر کر دیئے ہیں جو متولی وقف چودھری نبی بخش صاحب سالانہ
عنایت کرتے ہیں چراغ بتّی اور حوض کی بھرائی وغیرہ میں صرف ہوتا ہے
اور جو آمدنی دکانات اور سالانہ مقررہ سے بچتی ہے اور چندہ جو قدر ہوجاتا ہے
وہ سب تعمیر مسجد میں لگایا جاتا ہے۔ اس مقام پر مجھکو یہ لکھنا بھی ضروری ہے
کہ ہز آنر نواب لفٹننٹ گورنر سر اکلنڈ کالون صاحب بہادر
دام اقبالہ ۱۸۹۵ء میں بدایوں تشریف لائے اور جامع مسجد کی جو تعمیر
جدید ہوئی تھی ملاحظہ فرمائی اسوقت نواب صاحب موصوف نے جلسہ عام
میں یہ ارشاد فرمایا کہ مسلمانان بدایوں نے ایسا کام کیا ہے کہ جو صفحہ روزگار
پہ یادگار رہیگا کیونکہ اتنی بڑی عمارت شاہی کو جو قدیمی ہے اپنی مدد سے
بلا استعانت شاہی از سر نو تعمیر کر دیا ہندوستان کے مسلمانوں میں
یہ ایک نظیر ایسی ہے کہ جس سے اور لوگ سبق حاصل کر سکتے ہیں اور خود
جناب موصوف نے چندہ عنایت فرمایا۔ راقم الحروف سے جب
پرائیوٹ ملاقات ہوئی تو جناب موصوف نے قریب قریب یہی الفاظ
مکرر فرمائے اب ہمکو امید ہے کہ یہ تعمیر جو ہمارے عہد کی ہے مدت ہائے
دراز تک قایم رہے اور ہماری نسلوں میں ہماری یادگار باقی رہے۔ اور
آئندہ کو بھی جو ہمارے بعد آنے والے ہیں وہ انشاء اللہ تعالےٰ اس
خانہ خدا کو قایم رکھنے میں کوشش کریں گے۔ آمین۔ آمین۔ آمین۔

بیان عیدگاہ شمسی

ایک عیدگاہ شمسی جانب غرب شہر سے ایک میل فاصلہ پر اپنے عہد گورنری میں سلطان التمش نے سنہ ۵۹۹ھ ہجری لغایت سنہ ۶۰۶ھ ہجری مطابق سنہ ۱۲۰۲ء لغایت سنہ ۱۲۰۹ء میں بہت بڑی بنوائی ۳۰۰ فیٹ طول میں دیوار عیدگاہ شمسی کی ہے اور ایک ممبر بہت عمدہ اور بلند خطبہ کے واسطے بنا ہوا ہے - اُس ممبر کے جانب جنوب محراب دیوار میں آیات قرآنی مرقوم ہیں - اور دیوار کے بالائی حصّہ پر کھدی ہوئی اینٹوں میں کچھ عبارت لکھی ہے جسکے حروف بوجہ استمرکاری کے مٹ گئے ہیں اور پڑھنے میں نہیں آسکتے - اور حاشیہ دیوار پر رنگلگوں خشت نہایت چمکدار جابجا لگی ہوئی ہیں جو بعض موجود ہیں اور اکثر جاتی رہیں اور بڑے بڑے ستون سنگین چبوترہ کے قریب اُفتادہ ہیں - نہیں معلوم کہ یہ ستون کس جگہ نصب تھے - اب اُس دیوار کے عقب میں زیارت حضرت بدرالدین شاہ ولایت قدس سرہٗ العزیز اور ایک دروازہ اُس دیوار میں ممبر کی جانب شمال بزمانہ سابق نکالا گیا اُس حصّہ چبوترہ پر جو جانب جنوب ہے نماز ہوتی ہے جانب شمال کے چبوترہ پر درخت وغیرہ خودروجم آئے ہیں اور خدام زیارت شاہ ولایت رحمۃ اللہ علیہ نے جدید چند مقابر کرادی ہیں اور وہ حصّہ شمالی دیوار کا شکستہ ہوتا جاتا ہے اس حصّہ دیوار شمالی کی طرف ایک حوض شمسی تھا جو بالکل کھدگیا اُس کی اینٹیں لوگ لے گئے اب وہاں صرف ایک تالیا ہے جو موسم برسات میں پانی سے بھر جاتی ہے اسکے سوا اور کچھ نشان حوض شمسی کا نہیں ہے -

بیان مدرسہ معزیہ

عقب جامع مسجد شمسی کے مدرسہ معزیہ جو قطب الدین ایبک یا شمس الدین التمش نے بہت بڑا التعمیر کیا تھا اور بنام سلطان معز الدین اپنے آقا کے موسوم کیا تھا جسکا تذکرہ تاریخ فرشتہ اور دیگر تواریخ میں موجود ہے اس مدرسہ سے بہت اشخاص عالم و فاضل ہوئے اسوقت اس مدرسہ کے صحن میں تاج الدین یلدوز کی قبر عقب جامع مسجد ہے جو مشہور بہ قبر سلطان بلخی ہے اور کوئی نشان اس مدرسہ کا سوائے بنیاد ہائے زمین دوز کے باقی نہیں ہے اِلّا ایک چھوٹی سی مسجد کی بنیاد نمایاں تھی۔ اسپر اب خطیب خواجہ احمد و مقبول احمد صاحبان نے ایک مسجد تعمیر کرا دی ہے آراضی اس مدرسہ کی مولف تاریخ ہذا نے ہمیشہ اُفتادہ عقب جامع مسجد دیکھی اور اُسمیں چند قبریں علاوہ شاہ بلخی تاج الدین یلدوز کے موجود تھیں کوئی عمارت بجز نشانات اساسہائے کہنہ باقی نہ تھے اور غالباً کسیقدر آراضی اُس کی جانب غرب و شمال اک زمانہ دراز سے اشخاص مختلف کے قبضہ میں رہی اِلّا جو قطعہ افتادہ تھا اُسپر موذنان خواجہ احمد و مقبول احمد نے وقتاً فوقتاً اپنی لکڑی وغیرہ بوجہ قربت سکانی ڈال لیا کرتے تھے اور شاید یہ بھی وجہ ہو کہ کسی زمانہ میں خطابت جامع مسجد اُن کے خاندان میں ہو کیونکہ وہ خطیب مشہور ہیں اور اُنکا متولیانہ قبضہ ہو مگر ہمارے زمانہ تک کبھی کوئی تعمیر کسی قسم کی یا کوئی آبادی اُس قطعہ اُفتادہ پر نہیں ہوئی۔ ۱۸۸۷ء میں جبکہ مسٹر لیب صاحب بہادر مجسٹریٹ کی توجہ اس طرف مایل ہوئی کہ جو آراضی متعلقہ جامع مسجد ہے اور اُسپر لوگوں نے اپنے مکانات بنا لیئے یا قبضہ کر لیا ہے وہ اُن سے واپس لیجاوے۔ چنانچہ شمالی دروازہ جامع مسجد کی جانب

غرب وشرق دیوار سے ملاکر لوگوں نے مکانات خام تعمیر کرکے قبضہ کرلیا تھا
اور چاہ جامع مسجد میں پُل چلانے کے واسطے بھی پانی نہ تھا جس سے حوض بھرا
جاوے اُن آراضیات کو اُن قابضان سے خالی کرایا اُسوقت عقب جامع مسجد
مدرسہ مغربیہ کی آراضی پر بھی اکثر اشخاص مہتممان جامع مسجد نے قبضہ آراضی وقف
پر کرنا چاہا اور اُس کی آمدنی کو جامع مسجد میں لگانے کی جرات کی اُسوقت
خواجہ احمد ومقبول احمد صاحبان نے ایک نالش دیوانی میں بعد تبادلہ مسٹر
لمب صاحب بہادر کے چند اشخاص پر جو ممبر اور رکن تعمیر جامع مسجد کے تھے
دائر کردی راقم الحروف بھی بزمرہ مدعا علیہم داخل تھا بابو پراگداس صاحب
منصف شرقی بدایوں کے اجلاس میں یہ مقدمہ پیش ہوا منصف صاحب
نے موقعہ ملاحظہ کرکے فریقین کے بیانات قلمبند کرنا چاہے اُسوقت خان بہادر
مولوی حامد بخش صاحب نے جو بزمرہ مدعا علیہم تھے راقم الحروف سے کہا
کہ بہتر ہے جو ہم مدعا علیہم اور مدعیان کسی اہل محلہ کے بیان پر انحصار کردیں چنانچہ
فریقین نے ایک صاحب پر منجملہ اہل محلہ کے حصر کردیا اُن بزرگوار نے یہ
فیصلہ کیا کہ اسقدر آراضی دیوار پس پشت جامع مسجد سے عرض میں اور طول
تا بہ جامع مسجد متعلق مسجد کردیجاوے باقی آراضی مدرسہ مغربیہ اور قبر شاہ تاج الدین
بلدوزا اور دیگر مقابر ومسجد بقبضہ مدعیان رکھی گئی اُس روز سے اس آراضی
افتادہ پر مدعیان نے اپنا قبضہ بذریعہ ٹال لکڑی کے کرلیا ہے اور مسجد
کی جو آراضی مدرسہ مغربیہ میں واقع ہے اُس کی تعمیر کرادی اب اور
کچھ نشان مدرسہ مغربیہ کا باقی نہیں رہا

زیارت خواجہ بدرالدین شاہ ولایت رحمۃ اللہ علیہ

عقب عیدگاہ شمسی کے یہ زیارت معہ مسجد و حریم پختہ نہایت عمدہ بنی ہوئی ہے اس کی عمارت سابقہ نہیں معلوم کس وضع کی تھی کتبہ جو اس زیارت میں منقوش ہیں اُن سے معلوم ہوتا ہے کہ چند مرتبہ اسمیں کچھ تعمیر ہوتی رہی حریم جو اب بنی ہوئی ہے یہ مشہور ہے کہ کسی طوائف نے وقت پوری ہونے منت کے بنوائی ہے لیکن ہمکو اُس کی تعمیر کا زمانہ معلوم نہیں نہ کوئی کتبہ اس تعمیر کے متعلق ہے کتبہ جات جو بالفعل موجود ہیں وہ حسب ذیل ہیں۔

کتبہ اندرون گنبد دروازہ شاہ ولایت رحمۃ اللہ علیہ

عمارت کنندہ عہد السلطان الزمان ناصر الدنیا والدین محمد شاہ فیروزشاہ السلطان خلد اللہ ملکہ بانی بنائے روضہ مشائخ البلد بدر الملۃ والدین طاب ثراہ راجی الحضرت اللہ حضرت نصر اللہ کوتوال خطہ بدایون جزاہ اللہ الباقی فی ذی الحجہ سنہ اثنی وتسعین وسبع مائۃ۔ ۷۹۲

کتبہ بالائے حریم جنوبی

فی زمان السلطان العادل جلال الدین محمد اکبر بادشاہ غازی

---

[1] تنہا اکبر ہیں معلوم ہوتا ہی کہ عمارت شمسی اور حدیقہ یعنی باغ کسی مقام پر تھا اور اُسپر یہ کتبہ ۱۰۹۲ھ میں لگایا گیا عجب ہی کہ عیدگاہ و حوض شمسی کے قریب کوئی باغ ہو اور اُسپر بعہد اکبر ۱۰۹۵ھ میں یہ کتبہ لگایا گیا اور بعد منہدم ہونے کے حریم حضرت شاہ ولایت میں لگایا گیا۔

ایسا معلوم ہوتا ہی کہ کوئی شخص اکبرآباد کا رہنے والا آستان حضرت شاہ ولایت رحمۃ اللہ علیہ پر آکر تین ماہ چلہ کش رہا ہی اور اپنی روانگی کے وقت اس کتبہ کو بڑی خشت پر کندہ کر گیا ہے۔

[1] سلطان ناصر الدین محمد شاہ پسر فیروز سلطان فیروز شاہ تغلق ۷۹۲ھ ہجری میں تخت نشین ہوا اُس کے عہد میں یہ تعمیر ہوئی۔

بانی عمارۃ الشمسی والحدیقہ مرزا محمد ابن شاہ ولی حسین خان

۱۰۱۹ سنہ ہجری

کتبہ اندرون حریم شاہ ولایت صاحب رحمۃ اللہ علیہ جانب شرق

ایک کتبہ پڑھنے میں بوجہ مٹ جانے کے نہیں آتا ہے تاریخ بھی اُسمیں نہیں ہے جو حرف پڑھے گئے وہ ذیل میں درج کیئے جاتے ہیں۔

کتبہ

بنام خدا کوست قایم بالذات ابد دارندہ بندہ و مور و مار۔ ہر کس نماند بدین جہان ابن سجادہ آستان شیخ جنان بدر الدین کہ صاحب ولایت اکبر۔ ابا در سہ ماہی قیام نکرد گرد اینجہ باز برد۔

کتبہ زیارت جلال کاشی

متصل دروازہ حضرت بدر الدین شاہ ولایت جانب شمال حضرت جلال کاشی قدس سرہٗ کا حظیرہ ہے جسمیں چند قبریں ہیں ایک کتبہ اسکے جانب غرب ہے جسپر آیت الکرسی منقوش ہے اور یہ لفظ تاریخ شہادت سلطان باقی گشت کہ پڑھنے میں آتے ہیں باقی کچھ پڑھا نہیں جاتا دوسرا کتبہ بیرون حریم جو منقوش ہے وہ یہ ہے۔

این بنائے حریم شیخ جلال شد مرتب ز شیخ فیض اللہ سال تاریخ او ز پیر خرد یافتم پر جلال است این درگاہ۔

اس کتبہ سے معلوم ہوتا ہے کہ شیخ فیض اللہ چشتی کے زمانہ میں ۱۰۱۱ھ میں تعمیر ہوئی ہے شیخ فیض اللہ چشتی فاروقی بدایوں میں عہد جہانگیر و اکبر میں کوئی سربر آوردہ شخص تھے کتبہ جامع مسجد سے بھی واضح ہے کہ شیخ موصوف نے اُس کی ترمیم

تعمیر کی ہے

کتبہ زیارت میراں ملہم شہید رحمۃ اللہ علیہ

منتصل دروازہ بھرتول حظیرہ حضرت ملہم شہید رحمۃ اللہ کا ہے ایک مسجد اور حریم زیارت جسمیں چند قبور پائی جاتی ہیں بہت پرانا مزار ہے محلہ بیدوں ٹولہ میں یہ زیارت واقع ہے اسمیں دو کتبہ دیوار میں ایک اندرون حریم جانب شمال دوسرا دروازہ کے جانب شرق ہے۔ کتبہ اول بخوبی پڑھنے میں آتا ہے وہ یہ ہے۔

اتممت عمارۃ جدیدا فی عہد سلطان الاعظم ابوالمجاھد

تمام ہوئی عمارت نئے زمانہ میں بادشاہ اعظم ابو المجاہد

فی سبیل اللہ محمد بن تغلق شاہ السلطان ناصر امیرالمومنین

فی سبیل اللہ محمد بیٹا تغلق شاہ کا جو بادشاہ مددگار سردار مسلمانوں کا ہے

خلد اللہ ملکہ وسلطانہ واعلے امرہ وشانہ المعمار محمد

ہمیشہ رکھے اللہ ملک اُسکا اور دبدبہ اور بالا رہے حکم اُسکا اور شان اُس کی یمعمار محمد

سلطانی یوم احدی الثامن من ربیع الاخر سنہ ۷۲۸

بادشاہی تھا۔ روز یکشنبہ ہشتم ماہ ربیع الثانی ۷۲۸ سنہ ہجری تھے۔

ثمان وعشرین وسبع مائۃ۔

یہ کتبہ عہد سلطان محمد عادل شاہ بن تغلق کا ہے جو الغ خاں کے نام سے مشہور تھا اور بعد وفات غیاث الدین تغلق کے ۷۲۵ھ میں تخت دھلی پر بیٹھا اور یہ بعہد غیاث الدین بدایوں بھی آیا تھا جب یہ تخت نشین ہوا

تو اسوقت اس نے سنہ ۱۲۳۹ھ میں کوئی عمارت جدید تعمیر کرائی ہے جسکا یہ کتبہ ہے ممکن ہے کہ مسجد و حظیرہ کی تعمیر کا نام عمارت جدید کیا ہے الّا یہ عمارت نہایت مختصر ہے۔ لہذا ہمارے خیال میں یہ کتبہ کسی دوسری جگہ کا لگا دیا گیا ہی کیونکہ وہ دیوار جسمیں یہ لگا ہے وہ حال کی تعمیر ہے اور قدیمی تعمیر نہیں ہے۔

اور دوسرا کتبہ جو دروازہ کے پاس ہے وہ ایک بہت بڑے پتھر پر ہے اور اُسکا ایک حصہ ٹوٹ گیا ہے مشکل سے پڑھنے میں ناقص عبارت آتی ہے جسکو ہم بجنسہ لکھتے ہیں۔

بنی هذا الدرب المنیر الحصین الحصین فی عهد سلطنة السلطان المعظم مالک رقاب الامم

بنوائے یہ گھر خداوند مضبوط قلعہ والے نے زمانہ بادشاہت سلطان بزرگ مالک لوگونکی گردنونکا

بفرمان امام الملة والایمان وارث ملک سلیمان صاحب التاج والحکم فی الملک

حسب فرمان امام ملت اور ایمان کا وارث ملک سلیمان کا مالک تاج وحکمت کا عالم ہیں۔

یہ پتھر ہمنے ایک مسجد اور تکیہ میں جو محلہ سید باڑہ میں متصل مکان قاضی غلام موسیٰ صاحب مرحوم کے رکھا ہوا دیکھا تھا چونکہ وہ مسجد و تکیہ ویران تھا سنا ہی کہ سید عباس علی ساکن محلہ سید واڑہ نے کسی مقام قلعہ سے اُٹھا کر اُس جگہ رکھدیا تھا پھر تخمیناً ۵ سال ہوئے کہ مسلمانوں نے وہاں سے اُٹھا کر اس پتھر کو تاکہ شرقی دروازہ میران ملهم شہید میں لگا دیا اس کتبہ کی عبارت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ قلعہ کے اندر کسی محلہ کے دروازہ پر لگا یا گیا تھا افسوس ہے کہ تمام و کمال کتبہ بوجہ شکستگی پتھر تاریخ یا نام بادشاہ کا ظاہر نہ کر سکا۔ جو عبارت اور نیز خط اس کتبہ کا ہے اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتبہ ابتدا عہد اہل اسلام کا ہے۔ جو القاب اس میں

مرقوم ہے یعنی امام الملۃ والایمان وارث ملک سلیمان یہ القاب عہد ایبک و التمش میں مستعمل ہے چنانچہ بیہقی وغیرہ میں مرقوم ہے۔

مسجد سوتہ

یہہ مسجد محلہ سوتہ میں ہے جہاں سادات کے مکانات ہیں اور ایک چاہ پختہ بنا ہے اس مسجد میں ایک کتبہ لگا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مسجد بھی ایک عمارت سعید قدیم شروع آمد اہل اسلام کی ہے اور مشہور ہے کہ حضرت نظام الدین محبوب الٰہی قدسنا اللہ بسرہٗ نے اس مسجد میں بیٹھکر زمانہ طالب علمی میں مطالعہ فرمایا ہے چنانچہ ایک طاقچہ بطور چراغ دان کے محراب درمیان میں جانب جنوب بنیاد سے دس گرہ بلندی پر اسوقت بنا ہوا ہے جسکو کہتے ہیں کہ چراغ روشن کرکے مطالعہ فرمایا کرتے تھے اور اب بھی اُس کی برکت مشہور ہے کہ طلبہ کند ذہن وہاں مطالعہ کرے تو ذہن کشادہ ہوتا ہے کتبہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اول بانی مسجد حسام الدین تھے بعدہٗ حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے تعمیر کرایا اُسکی بعد مرتبہ سوم ۱۱۲۰ ہجری میں محمد منیر نے تعمیر کیا۔ کتبہ یہ ہے۔

بود از قدیم بانی مسجد حسام دیں ❊ چوں کہنہ گشت ریختہ افتاد بر زمیں
زاں پس نظام دین بنا کرد از جدید ❊ تا مدتے مدید فرو ماند ہم چنیں
بعد از وفات او چو محمد منیر ساخت ❊ بیت العتیق خانہ اسلام شد ببیں
تاریخ سال او زخرد خواستم بگفت ❊ آرند صوفیان سر سجدہ بر زمیں

۱۱ ھ ۲۰

مسجد خان واقع محلہ سوتہ

یہ مسجد خان کے نام سے مشہور ہے لیکن موز شان متولیان کی بنوائی ہوئی ہے یہ بھی ایک
قدیم معابد مساجد سے شمار کیجاتی ہے اسمیں چند بزرگوں کی قبریں ہیں زمانہ حال
میں حافظ علی اسد اللہ صاحب مرحوم کا بھی مزار یہاں تعمیر ہوا ہے اور دالان
سقف کے اندرون قبر ہے وہاں پر ایک کتبہ کسی اور مقام کا حافظ علی احمد
صاحب محمود اللہ شاہ سلمہ خلف حافظ صاحب مرحوم نے بوقت تعمیر دالان
دیوار میں لگا دیا ہے اُس کتبہ کا اول حصہ شکستہ ہیں جسقدر عبارت پڑھنے میں آتی
ہے اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ عہد سید مبارک شاہ بادشاہ دہلی میں ملک الشرق
فتح جو اُس کے دربار کا معزز شخص تھا مقام بدایوں میں کسی عمارت پر یہ کتبہ لگایا ہوگا
افسوس ہے کہ حصہ اولین اُسکا جاتا رہا اُس عمارت کا نشان معلوم نہیں ہوتا۔
کتبہ یہ ہے۔

خداوند بادشاہ مبارک خلد اللہ ملکہ بسعی ملک الشرق
کتبہ بالتاریخ الثانی من المحرم سنہ خمس و ثلاثین و ثمانمائہ
۸۳۵ھ

مقبرہ مخدومہ جہاں مادر سلطان علاء الدین

یہ ایک عمارت قدیم ایک گنبد کی ہے میراں سرائے کی آبادی سے جانب
غرب شیخوپور کے راستہ پر واقع ہے۔ اس مقبرہ کے اندر مخدومہ جہاں
مادر سید علاء الدین بادشاہ کی قبر اور نیز سید علاء الدین بادشاہ کا مزار ہی

اُسکے گرد اگرد بہت بڑا حظیرہ پختہ معلوم ہوتا ہے اب ویران شکستہ ہے گنبد پر مسکن کرگس و زغن ہے اندرون گنبد قبروں کے پاس مویشی وغیرہ باندھی جاتی ہیں افسوس ہے کہ یہ یادگار چند روز میں مسمار ہو جائیگی حال میں سرکار برٹش نے مرمت کی طرف توجہ کی ہے یقین ہے کہ شاید اب حالت درست ہو جاوے ہمکو اس گنبد کو دیکھکر مصداق اشعار ذیل یاد آیا۔

چشم حیرت بیں چہ اندر قصر شاہان بنگری ؛ کوچہ ساں از حادثات دہر گردونش خراب
عنکبوت از تار پود خویش پردہ داری میکند ؛ چغد نوبت میزند بر گنبد افراسیاب

یہاں ایک کتبہ لگا ہوا باقی ہے اور کتبہ جات سب اُکھاڑ دیئے گئے

کتبہ

بنائے این عمارت سیدۂ مخدومہ جہاں مرحومہ مغفورہ مادر حضرت سلطان علاء الدنیا والدین بادشاہ سلطان در عہد سلطنت سلطان مذکور مورخہ التاسع عشرین رجب المرجب سنۃ ستین وثمانمائۃ

۸۶۶ ہجری

کتبہ سرائے بیراں

یہ ایک کتبہ سنگ قریب یک درعہ طول میں اور نیم درعہ عرض میں ہے اور اسکا پڑھنا نہایت مشکل ہے یہ رسم خط عجیب ہے کہ جسکو نہ نستعلیق کہ سکتے ہیں نہ نسخ نہ طغرا بظاہر شان خط عربی ہے۔ اور عبارت فارسی و عربی مخلوط ہے سابق میں ڈپٹی محمد کریم صاحب ڈپٹی بندوبست نے ۱۸۶۷ء میں اس پتھر کے کتبہ کو پڑھنے پڑھانے کی کوشش فرمائی اور بہت سے عربی اور

فارسی خواں اشخاص نہ بھیجے گئے اِلّا کسی سے پڑھا نہ گیا۔ راقم الحروف نے اپنے
شفیق مولوی سید اعظم شاہ صاحب شاہ جہاں پوری سے تذکرہ کیا مولوی
صاحب مذکور نے دو مرتبہ خود تکلیف گوارا فرماکر اس کتبہ کو پڑھا اور راقم نے
خود دو مرتبہ جاکر اُس کی تصحیح کی تو اب جو عبارت اُسکی پڑھنے میں آئی اُس سے
ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ کتبہ حظیرہ سلطان علاء الدین بادشاہ اور اُنکی اہلیہ کے
مزار کی عمارت پر منصوب تھا۔ اور کوئی جائداد وقف اُن مزار پر کی گئی تھی جب
وہ عمارت انقلاب زمانہ سے مسمار ہوگئی تب اس کتبہ کو محلہ میراں سرائے کے
اشخاص اُٹھالائے اور اپنی مسجد میں رکھدیا اور اُنکا ارادہ ہے کہ ہم مسجد کی
عمارت پر پیش طاق لگائیں گے۔
اب ہم عبارت اُس کی بجنسہ نقل کرتے ہیں۔

کتبہ

مہر بعہد سکوحہ السلطان الاعظم المعظم العادل الباذل العلام ما والدنیا علم شاہ
محمد بن السلطان المرحوم المغفور محمد شاہ السلطان ... و الحسین ...
موضع ... لله ... کہ ... خانات و ... سکن و ...
وطن ... مالک موضع ... کہ ... بانہ ... الولایۃ منقوحات و ...
و ... موضع ... صلی الله علیہ وسلم ...
... اجیاء ... موضع ...
حظیرہ سلطان ... حظیرہ ... وقف ...
... وقف ... باشد ... وقف ... تغیر کند او عند الله

ماخوذ و اگر کسے و ابخو در پیر از اصل باشد قال اللہ تعالیٰ فمن بدلہ بعد ما
سمعہ فانما اثمہ علی الذین یبدلونہ ان اللہ سمیع علیم

متولی موضع مذکور ملک سلامت سلطان۔

خلاصہ ترجمہ اس تحریر کا یہ ہے کہ مہر معلی زوجہ سلطان علاء الدین نے موضع
تیل للوالا پڑ جھولر کو جو سالہا سال سے ویران ہو کر مسکن درند و پرند کا ہو گیا
تھا اور کوئی وارث اسکا نہ رہا تھا جو بمنزلہ ملک کے ہوتا لہذا میں نے اس
وقف کو دوبارہ چین کر کے مطابق حکم حدیث جو کوئی زمین بنجر کو چین کر دے
تو اس کی ملکیت ہے یہ زمین میرے تمہارے درمیان متفا برکات ہی مالکہ
موضع مذکور نے اپنے اور بادشاہ کے خیر و برخیز اسکے نام پر وقف کیا اور
حکم حاکم ہو گیا۔ جو کوئی ایک شرط بھی شرطوں واقف سے بدل دے تو وہ خدا کے
نزدیک گنہگار اور ماخوذ ہوگا اور وہ خود بھی مرنے والا ہے جیسا کہ فرمایا حق سبحانہ
تعالیٰ نے۔ پس جو شخص بدل دے اس شرط کو بعد سن لینے کے پس بیشک
گناہ اسکا اسی طرح ہے جیسا کہ بدلنے والوں پر ہوتا ہے بیشک اللہ سنتا اور جانتا ہے
اور متولی اس وقف کا ملک سلامت سلطان ہے۔

ہمکو یہ نہیں معلوم ہوا کہ اسوقت جو موضع تیل للوالا پڑھنے میں آتا ہے وہ
کس جگہ پر واقع ہے بدایوں کی حکومت سید علاء الدین بادشاہ نے اپنے
قبضہ خاص میں شمال میں خیر آباد تک اور ضلع شاہجہانپور ملک اودھ کی سرحد
تک اور جنوب میں دریائے گنگ اور شمال میں پیلی بھیت اور غرب میں
سرکار سنبھل تک رکھتے تھے۔ بس موضع تیل اگر یہ وہی موضع پرگنہ شاہجہانپور

متصل جلال آباد واقع ہے اور موضع للو مالا تحصیل داتا گنج ضلع بدایوں بھی گنگا
کے قریب ہی۔ کیا عجب ہے کہ انہیں مواضعات کی طرف اشارہ ہو اور پٹہ بمعنی
پرگنہ ہے لیکن ہمکو یہ نہیں تحقیق ہوا کہ اُس وقت چھوڑ کونسا پرگنہ تھا۔

گُنبد راپٹہ

شہر بدایوں کے گرد آبادی سے قریب نصف میل کم و بیش فاصلہ پر پُرانے گنبد
نہایت بلند محکم تعمیر شدہ موجود ہیں مشہور ہے کہ یہ چوکیاں شہر کی حفاظت کو
واسطے رہنے سپاہ کے جبکہ قلعہ درست تھا بنائی گئی تھیں۔ بعض گنبد ایسے ہیں کہ
جن سے معلوم ہوتا ہے کہ مدفن کسی اہل دول کے ہیں۔ ہمارے نزدیک یہ
گنبد چوکیات نہیں بلکہ گنبد مقابر ہیں چنانچہ جانب غرب شہر کے ایک گنبد کلاں
جسکو گنبد راپٹہ کہتے ہیں اُسکے دروازہ جنوبی پر صرف اسقدر پڑھا گیا ہے (در عہد
دولت خان احمد زماں دولت ہمایوں اعظم خود بنا ساخت) اس گنبد میں تین
دروازے ہیں اور جانب غرب کوئی دروازہ نہیں ہے اب مسکن وحوش وطیور
اور گرد و پیش ہزارہا قبور ہیں لیکن چند سال سے خشت پزوں نے آراضی جانب
غرب واسطے اینٹوں کے کھود کر مقابر کو نیست و نابود کر دیا ہے اور شاید گنبد بھی
کسیوقت منہدم کر دیا جاوے۔ اس کتبہ سے معلوم ہوتا ہے کہ بزمانہ شاہان
لودی احمد خاں سردار جو ایک مدت تک بزمانہ بہلول و سکندر وغیرہ رہا ہے
اُسکا یا اُسکے کسی عزیز کا مقبرہ ہے اعظم ہمایوں پسر بایزید نبیرۂ بہلول لودی
کا تھا کیا عجب ہے کہ اُسکے عہد میں یہ گنبد تعمیر ہوا ہو۔ ڈاکٹر فیورر نے

اسکو غلطی سے مقبرہ دولت خاں لکھدیا ہے کیونکہ عبارت میں درعہد دولت خان احمد
لکھا ہے اسکو مورخ نے دولت خاں سمجھ لیا۔

گنبد مقبرہ عماد الملک

یہ گنبد اگرچہ بہ نسبت گنبد راپڑ کے کسیقدر بلندی میں کم ہے الّا ساخت اس کی
نہایت عمدہ و محکم ہے اور یہ حضرت شاہ ولایت رحمۃ اللہ علیہ کے بن میں
متصل قبرستان موروثی راقم الحروف کے واقع ہے اور گنبد راپڑ سے
جانب جنوب تخمیناً پانچسو قدم کے ہے۔

اس گنبد کی محراب جنوبی بیرونی پر ایک کتبہ مرقوم ہے اور وہ کتبہ دو قسم کے
پتھر پر منقوش ہے نصف سنگ سرخ اور نصف سنگ سفید ہے۔ اس کی
عبارت ذیل میں درج کرتے ہیں اور بعضے حروف مٹ گئے ہیں مگر اصل
مطلب پڑھا جاتا ہے اگرچہ سنہ کتبہ میں دو مقام پر ایک ہی پتھر سفید پر لکھے
ہیں اور ان دونوں میں پانچ سال کا فرق ہے چنانچہ ذیل میں مندرج ہے۔

سنگ سرخ

بنا این گنبد مقبرہ متبرک ملک اعظم ہمایون خان
احمد خان الملک عماد الدین بموسومہ باقی الثانی
من ذی الحجہ

سنگ سفید

عماد الملک در عہد دولت المهد اعلی

دا م عمالف باب ملک عماد ا
سبع سبعین و ثمانیہ بود
سنہ اثنی و ثمانین مانہ و ثمانمائہ

معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتبہ عماد الملک کے مقبرہ کا ہے اور یہ مقبرہ اُسکا ہے
عماد الملک زمانہ لودیوں میں سپہ سالار تھا اور بہت سے کار نمایاں اُس سے ظہور
میں آئے ہیں اور احمد خاں اُسکا بھائی سردار لشکر تھا احمد خاں کی قبر گنبد
راپٹہ میں ہے جسکو ہم لکھ آئے ہیں۔ اور عماد الملک کا مقبرہ بھی ہے جسکا
مذکور ہوا۔ جو سنہ دوسرے پتھر میں مرقوم ہیں اُس سے یہ معلوم ہوتا ہے
کہ سلطان علاء الدین کے عہد حکومت میں اسکی تعمیر و تکمیل ہوئی اعظم ہمایوں
ہمشیرہ بہلول لودی کا زمانہ حکومت ۸۵۵ھ ہجری بدایوں میں نہ تھا۔

شاید باجازت سلطان علاء الدین یہ کتبہ لگایا گیا ہو یا کسی دوسرے زمانہ
میں نصف پتھر جو دوسرے رنگ کا ہے خواہ اول خواہ دوم کندہ کرکے چسپاں
کر دیا گیا۔ یا ڈاکٹر فیورر صاحب نے اپنی کتاب میں جو حال میں تالیف کی ہے
غلطی سے بوجہ اطلاع بعض اشخاص کے اس مقبرہ کو سلطان علاء الدین
عالم شاہ اور اُسکی بی بی کا ظاہر کرکے لکھا ہے اور ان دونوں کتبوں کا بھی
ذکر کیا ہے اور یہ بھی تحریر فرماتے ہیں کہ اس مقبرہ کے متعلق کچھ جائداد وقف
تھی جو کتبہ سنگین میں جسکو ہم مخدومہ جہاں کے مقبرہ میں لکھ چکے ہیں درج ہے
اور حوالہ جنرل ایشیاٹک سوسائٹی صفحہ ۱۱۰ - ۱۱۱ کا دربارہ وقف دیتے ہیں
یہ غلطی مورخ کی ہے درحقیقت مقبرہ مخدومہ جہاں والدہ علاء الدین کا جو

مقبرہ شہر کی دکھن جانب ہے اور جسکو خود ڈاکٹر ہنور نے لکھا ہے اور وہ متصل
سرائے میراں ہے جو پتھر جائداد موقوفہ کا تھا اُس مقبرہ پر نصب تھا جسکا حال
مفصل لکھ چکے ہیں ڈاکٹر صاحب کو اسوجہ سے یہ خیال ہوا کہ جب مقبرہ عماد الملک کو
انہوں نے مقبرہ علاء الدین تصور فرمایا تو اس کتبہ کو جو سرائے میراں کے مقبرہ
میں نصب تھا اور وہ وہاں سے گر کر علیحدہ رکھا ہوا تھا مقبرہ عماد الملک والے
کے متعلق کر دیا حالانکہ اُس کتبہ کا عرض وطول یعنی ۵ فیٹ لمبائی اور ۲ ۱/۲ فیٹ
عرض اتنی جگہ پر کوئی کتبہ جو عمارت اب موجود ہے نصب ہونا پایا نہیں جاتا بلکہ
اسقدر عرض وطول کی جگہ مخدوم جہاں کے مقبرہ میں خالی پیش طاق دروازہ
شمالی پر موجود تھی جہاں یہ پتھر نصب تھا اور جبکہ ہم عبارت کتبہ عماد الملک کو بخوبی
غور سے پڑھتے ہیں اور اُسکا نام اور احمد خاں اُسکے بھائی کا نام عہد بہلول لودی
میں پاتے ہیں تو کوئی شک باقی نہیں رہتا کہ یہ مقبرہ عماد الملک کا ہو بلکہ سلطان
علاء الدین کی بعد وفات کے جائے آسایش ہو۔

روضہ چمنی

یہ روضہ نہایت عمدہ وضع کا تعمیر ہوا ہے اس کی عمارت بہ نسبت دیگر عمارات کے
بہت خوش قطع ہے اور نہایت بلند گنبد ہے مشہور ہے کہ یہ روضہ کسی مسماۃ بی بی چمنی
کا جو شیوخ فاروقی سے تھیں تعمیر کردہ ہے اور اُن کی قبر اسمیں ہے الا ہمکو کوئی
کتبہ جس سے سنہ یا بانی روضہ یا صاحب قبر کا نام معلوم ہو نہیں ملا۔ ہماری تحقیقات
میں یہ معلوم ہوا ہے کہ ملک چمن جو حاکم بدایوں نبیرہ سید مبارک شاہ تھا جو زمانہ

عبیداللہ الدین وہاں رہا تھا جسکا ذکر ہم حاکمان شہر بدایوں میں آئندہ لکھیں گے
اُسی کی قبر اس گنبد میں ہے اس کے متصل ایک چاہ پختہ یعنی باولی جانب شمال
چند سال سے برآمد ہوئی ہے جسمیں سیڑھیاں پختہ بنی ہیں اور ایک پختہ چاہ کلاں
جانب جنوب اس گنبد کے ہے باقی قبرستان قدیمی ہے جسمیں حضرت اعظم شہید کا
مزار ہے یہ عمارت بقبضہ شیخ زادگان فاروقی کے ہے اور متصل اُسکے ایک بیت
ہے جدید چوکی پولیس سوتہ سے روضہ تک کا نشت ہوگئی ہے اور مشہور ہے کہ قلعہ کے
نیچے متصل روضہ محلہ شیخپورہ زمانہ قدیم میں آباد تھا۔ اس حساب سے معلوم ہوتا
ہے کہ یہ عمارت قریب ۸۳۰ھ ہجری یعنی ۹۰۰ھ ہجری کے قبل تعمیر ہوئی ہے۔

روضہ جھجّار خاں

سرائے مُلّاں متصل موضع قبول پورہ بیرون قلعہ جانب گوشہ غرب و جنوب روضہ
جھجّار خاں کا بنا ہوا ہے یہ گنبد اب ایسی حالت خراب میں ہے کہ اگر اس کی
چند سے مرمّت نہ ہوئی تو زمین بوس ہو جائیگا جھجّار خاں کا نام شیخ شمس الدین عرف شیخ بدھن تھا جو
بن شیخ سعد اللہ قریشی صدیقی اولاد حضرت عبدالرحمن صدیق اکبر رضی اللہ عنہما
سے تھے انکی قبر اس روضہ کے دروازہ شرقی کے سامنے ہے اس گنبد پر ایک کتبہ دروازہ
شرقی پر نصب ہے جسکی عبارت ذیل ہے۔

کتبہ

گنبد از آن جھجّار خان عرف شیخ بدھن بن شیخ سعد اللہ
قریشی در عہد سلطنت سلیم شاہ در سنہ خمسین و تسعمائہ
۹۵۰

اتمام یافت۔

گنبد شاہ یمنی

یہ مقبرہ شاہ یمنی کے نام سے مشہور ہے گنبد کلاں دریائے سوت کے کنارے
پر جانب جنوب شہر متصل سڑک پختہ جو درگاہ حضرت سلطان العارفین رحمۃ اللہ
علیہ کو جاتی ہے اُس سے جانب غرب پُل کے قریب ایک اونچے ٹیلہ پر بہت
بڑا بنا ہوا ہے شاہ یمنی کے حالات ہمنے کتاب تذکرۃ الواصلین میں مرقوم
کیئے ہیں۔ غالباً زمانہ حضرت سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ میں یمن سے بدایوں
تشریف لائے تھے اور مشہور ہے کہ شاہزادگان یمن سے تھے انکی بینائی
جاتی رہی تھی ببرکت فیض حضرت سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ بینائی
عود کر آئی اور پھر تارک الدنیا ہوکر آخر دم تک رہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

کتبہ زیارت احمد خنداں ؒ

حضرت احمد خنداں جو منجملہ ہفت احمد اولیائے بدایوں کے ہیں اُنکا مزار ایک
چھوٹی مسجد واقع محلہ سوتہ متصل زیارت شیخ جاؤ زیر دیوار مکان حکیم اقتدار الدین
ولد حکیم ریاست اللہ ایک تنگ کوچہ میں واقع ہے اُسکے دروازہ پر جو شمال رویہ
ہے ایک چھوٹا سا پتھر کندہ شکستہ لگا ہوا ہے جسکی عبارت صاف پڑھنے میں
نہیں آتی ہے الّا سنہ بخوبی پڑھا جاتا ہے جسکو ہم بجنسہ نقل کرتے ہیں۔ کتبہ بہ یمن
یادا سکین بانی ابن خیر اسمالی سماندر رحمت اللہ علیہ کتب فی الغرہ من
رمضان ثلث وثمانین وستمائۃ ۶۸۳۔

اس کتبہ سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی خانقاہ کسی درویش نے کسی مقام پر تیار کی تھی اُسکا پتھر بعد کو اس مسجد میں لگا دیا ہے اور زمانہ ۶۸۳ھ ہجری عہد سلطنت سلطان غیاث الدین بلبن کا تھا۔ ڈاکٹر فیوہرر نے ۶۳۳ھ ہجری زمانہ رکن الدین مسجد احمد خنداں کے کتبہ کو ظاہر کیا ہے حالانکہ ۶۸۳ھ صاف پڑھنے میں آتا ہے جو غیاث الدین بلبن کا زمانہ ہوتا ہے۔ اور لفظ اتیگین اس پتھر میں پڑھنے میں آتا ہے اُس سے ہمکو اسقدر معلوم ہوتا ہے کہ ملک اختیار الدین اتیگین ترک خطائے عہد رضیہ بیگم دختر التمش میں حاکم بدایوں رہا ہے کیا عجب ہے کہ کوئی عمارت اُس نے تعمیر کی ہو اور بعد اُس کی وفات کے یہ پتھر اُس کی یادگار میں لگایا ہو۔

کتبہ تنی زیارت

شہر سے جانب غرب وجنوب تخمیناً ۱۸ سال ہوئے کہ کھیتوں کے کھودنے میں ایک قبر نمود ہوئی اور وہ ایک زمانہ سابق کی معلوم ہوتی ہے اور اُسپر تعویذ سنگ خارا کا ہے جسپر یہ عبارت کندہ ہے۔

تعویذ قبر شریف

میں پناہ مانگتا ہوں ساتھ اللہ کے شیطان مردود سے شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان رحم کرنیوالا ہی نہیں کوئی معبود مگر وہ خدا جو زندہ اور قایم ہی اسکو نہیں پکڑتی اونگ اور نہ نیند اسی کو ہی جو کچھ آسمانوں اور زمین پر ہی - کون ایسا شخص ہی جو اسکے سامنے شفاعت کرے مگر جسکو حکم دیوے - وہ جانتا ہی جو کچھ انکے سامنے اور پیچھے ہی اور وہ لوگ نہیں گھیر سکتے کسی چیز کو جو خدا کے علم میں ہی مگر جسکو خدا سکھانا چاہی چوڑائی کرسی کی آسمانوں اور زمین کو اور نہ تھکایا انکی حفاظت نے اسکو اور وہ بڑا اور عظمت والا ہی ہی - اے اللہ درود بھیج اوپر محمد اور آل محمد کے اور بخش اس صاحب قبر کو اپنی طرف سے طفیل میں نبی کے اور بخشدے اس شخص کو جسکی یہ اولاد ہے اور تو دونوں سے خبردار ہے ای اللہ درگذر کر ان دونوں کے گناہوں سے جنکو تو جانتا ہے طفیل میں خاتم پیغمبران و مرسلان کے اور اُن کی اولاد کے اپنی رحمت سے اے بہت رحم کرنے والے - اے یارو میں بھی ایسا ہی بیٹھتا تھا جس طرح تم بیٹھے ہو اور دیکھتا تھا جس طرح تم دیکھتے ہو بس نصیحت پکڑو اپنے بھائیوں کے حال پر پہلے اس سے کہ پہونچو اُس جگہ جہاں میں پہونچا ہوں - انتہی -

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ مزار کسی عالم صوفی کا ہے جس نے عبرۃً للناظرین یہ عبارت اپنی زندگی میں لکھوا رکھی تھی جو بعد وفات نصب کی گئی۔ ڈاکٹر فیورر نے اس نئی زیارت سے سنہ ہجری لکھدیئے ہیں مگر کہیں سنہ کا پتہ اس کتبہ میں نہیں ہے شاید کسی شخص نے زبانی کہدیا ہوگا جیسا اکثر دیگر مقام پر بھی معلوم ہوتا ہے فی زمانہ لوگوں نے ایک مسجد فنائی قبر کے پچھم طرف بنادی ہے اور اکثر لوگ زیارت کو جایا کرتے ہیں۔

گنبد فتح خاں

شہر سے جانب شرق متصل محلہ براہم پور و سنار پور و نئی سرائے کے یہ گنبد واقع ہے ۴۰ فیٹ باہر کی طرف سے مربع اور اندر سے ۱۹ فیٹ ۸۔ انچ مربع اسمیں نیلے رنگ کے حاشیہ گنبد پر نقشی اینٹیں نصب تھیں چنانچہ اب بھی کچھ باقی ہیں ایک پر لفظ اللہ مرقوم ہے پورب کے دروازہ پر ایک کتبہ نصب تھا جواب نہیں ہے لیکن ڈاکٹر فیورر نے اپنی تاریخ میں اُسکے سنہ ۹۶ ہجری درج کیے ہیں۔ اگر یہی سنہ کتبہ میں تھے تو یہ گنبد سلطان علاءالدین خضر خانی کے عہد میں تعمیر ہوا ہے شاید اسکے زمانہ میں فتح خاں شہزادہ یا رئیس ہوگا اب اس گنبد میں ایک کسگر کے گھر رہتے ہیں۔ اسی مقبرہ کے قریب ایک اور مقبرہ ہے جو ۳۴ فیٹ باہر سے اور اندر سے ۲۷ فیٹ ۶۔ انچ مربع ہے اور اسپر کلمہ کندہ ہے بڑا پتھر کتبہ کا اب باقی نہیں رہا۔

ایک اور گنبد جانب جنوب و غرب منشی جیت سنگ کے باغ میں واقع ہے

اسمیں اسوقت جذام خانہ ہے نہیں معلوم کب تعمیر ہوا کوئی کتبہ نہیں ہے۔

روضہ اخلاص خاں

روضہ اخلاص خاں شہر سے جانب شرق متصل ابراہیم پورہ ایک نہایت عمدہ
اور خوش قطع عالیشان وسیع مکان ہے اس نمونہ کی عمارت بدایوں میں اور
کسی مقبرہ کی نہیں ہے۔ یہ مقبرہ عہد سلطنت مغلیہ زمانہ جہانگیر بادشاہ میں تعمیر
ہوا ہے۔ اب اس مقبرہ میں گوبر کے اوپلے پاتھے جاتے ہیں اور گاے بیل باندھے
اور چرائے جاتے ہیں حالانکہ قبر کا تعویذ اسوقت تک درست ہے۔ شیخ احمد حسین
فاروقی کے قبضہ میں یہ عمارت ہے۔ ہمکو امید ہے کہ گورنمنٹ سے اس کی مرمت
کے واسطے ایک رقم حسب درخواست صاحب کلکٹر بہادر ضلع کے کسیوقت
ملیگی اور یہ عمارت از سرنو حالت اصلی پر آجائے گی۔ زمانہ غدر ۱۸۵۷ء میں
کچھ دنوں کے واسطے جیلخانہ اس جگہ ہو گیا تھا اور قیدی رہتے تھے اور بعد اسکے
ایک عرصہ تک اسسٹنٹ کلکٹر اپنوں وقتاً فوقتاً اسمیں مقیم رہے۔

زیارت مولانا سید احمدؒ

کنارہ ساتو تالاب پر حافظ رحمت خاں مرحوم نواب روہیلکھنڈ نے
تعمیر کرائی ہے۔ مسجد نہایت خوش قطع اور حریم زیارت وغیرہ یادگار نواب
صاحب مرحوم کی ہے باقی حالات حضرت خواجہ صاحب ممدوح ہمنے کتاب

تذکرۃ الواصلین میں مفصل درج کیے ہیں۔

روضہ شیخ فرید فاروقی

شہر سے جانب جنوب دریائے سوتھ کے جنوبی کنارہ پر محلہ شیخوپورہ میں ایک قدیم عمارت مقبرہ شیخ فرید فاروقی کی ہے الا یہ بھی خراب حالت میں ہے حالانکہ ان کی اولاد شیخ صاحبان شیخوپورہ ہر طرح ذی مراتب اور صاحب مقدور ہیں مگر افسوس ہے کہ اپنے مورث اعلےٰ کی اس عمارت کو ترمیم نہیں فرماتے۔ مگر امید ہے کہ کسی وقت توجہ کرینگے۔

قلعہ شیخوپور

عہد جہانگیر میں اولاد قطب الدین خاں نے ایک چھوٹا سا قلعہ بنایا تھا جسکی چہار دیواری پختہ اور دروازہ کلاں وغیرہ تعمیر تھے اب صرف دروازہ کلاں موجود ہے شیخ فرید مرحوم نے یہ عمارت تعمیر کرائی تھی۔

مقبرہ شاہ عالم خاں

یہ مقبرہ واقع صحن مسجد شاہ عالم خاں پدر حافظ الملک نواب رحمت خاں مرحوم کی ہے اسکے آس پاس حریم پختہ کسی وقت میں بنی تھی چنانچہ کاتب الحروف نے بھی پختہ بنیادیں دیواروں کی دیکھی ہیں اب وہ بنیادیں معدوم ہو گئی ہیں مسجد و حریم مسجد باقی ہے اولاد حافظ رحمت خاں کی جو بریلی میں ہیں اپنی اولاد کی رسم عقیقہ

اس جگہ آ کر کرتے ہیں یہ مسجد حافظ مرحوم نے تعمیر کرائی ہے۔

قاضی حوض

یہ ایک تالاب جانب غرب قدیم قبرستان شیوخ صدیقی اولاد قاضی حمید الدین گنوری پر واقع ہے۔ پہلے زمانہ میں یہ تالاب خام تھا مولوی تفضل حسینؒ مرحوم خلف مولوی علی خلیل اللہ صدیقی نے قبل غدر اس تالاب کو پختہ تعمیر کرایا نہایت وسیع سیڑھیاں ہر چہار طرف بنائی گئیں اور ایک مسجد پختہ مولوی صاحب موصوف نے بنوائی تھی اب اس تالاب کی بوجہ نہ مرمتی کے یہ حالت ہے کہ اکثر سیڑھیوں کی اینٹیں لوگ لے گئے ہمارے شفیق مولوی طفیل احمد صاحب نے اس سال میں ہمت کی ہے اور اس کی تعمیر کی طرف توجہ مبذول فرمائی ہے۔ خدا انجام کو پہونچائے یہ تالاب اب مولوی مقبول رضا نواسہ مفتی فضل امام صاحب جو چھوٹے بھائی مولوی تفضل حسینؒ کے تھے قبضہ میں ہے۔ مقبرہ قاضی عبد الوہاب صاحب صدیقی بدایونی قاضی حوض سے جانب غرب اس قبرستان میں چھوٹا سا واقع ہے۔

زیارت شاہ جھنڈہ

شہر سے جانب شمال مزار حضرت شاہ جھنڈہ خلیفہ و مرید حضرت بدیع الدین شاہ مدار کا اس سڑک پر جو بریلی کو جاتی ہے متصل تالاب چند و کھر قدیمی تعمیر شدہ ہے اور اس میں عمارت پختہ گنبد کی ہے حصہ ہم شکستہ ہو گئی ہے سنہ ۹۶ھ میں یہ مزار

غالباً طیار ہوا ہے۔

زیارت اعظم شہید فاروقی

اس مزار پر ایک تعویذ سنگ سرخ کا رکھا ہوا ہے اور اُسکے چہار طرف کتبہ مفصلہ ذیل کندہ ہے۔

هذا المرقد المنور الشیخ الاعظم بن شیخ حسین بن الشیخ ابراهیم بن شیخ محمد منان بن شیخ سعید الدین بن سلطان خواجہ زین العابدین بن خواجہ مراد بن محمود بن خواجہ بدرالدین بن خواجہ فرید الدین قدس سرہ العزیز

اور اس کے بعد یہ آیت قرآن شریف کی لکھی ہے۔

ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء عند ربھم یرزقون ۵ سنہ احد وستین وتسع مائۃ

یہ مزار روضہ چمپئی خاں کے قریب شمال و غرب کی جانب واقع ہے اور وہ قبرستان بہت خراب حالت میں ہے۔ صاحب مزار کا حال ہم کتاب تذکرۃ الواصلین میں درج کر چکے ہیں۔

زیارت حضرت سلطان العارفین صاحب رحمۃ اللہ علیہ

یہ زیارت بہت قدیمی زمانہ کی ہے سلطان العارفین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا حال مفصل ہم کتاب تذکرۃ الواصلین میں درج کر چکے ہیں اس عمارت کی وقتاً فوقتاً

تعمیر ہوتی رہتی ہے ایک عمدہ مسجد اندر حریم زیارت کے گنبد کی بنی ہوئی ہے
دروازہ پر بھی گنبد ہے اور اندرون حریم کے جانب شمال مزار کے ایک حجرہ واسطے
اعتکاف و چلہ نشینی کے ڈاٹ دار گنبد بنا ہوا ہے ایک پتھر سابق میں حریم کی
دیوار میں لگا تھا جو ناصر الدین محمود کے زمانہ کا تھا اور وہ کتبہ خط عربی میں تھا اب
وہ پتھر نہیں ہے بہت سے کتبے بدایوں سے آثار قدیمہ میں اٹھ گئے شاید
اسمیں وہ بھی چلا گیا۔ مسجد مذکورہ جانب غرب وزیر علی خاں ڈپٹی کلکٹر نے قبل غدر
ترمیم کرائی ہے اور اسپر یہ کندہ ہے۔

در موقف مقدس سلطان عارفین ٭ از صدق دل وزیر علی خان با صفا
مسجد بنا نمودہ بہتا ریخ آں وزیر ملہم زغیب شد کہ بگو خانۂ خدا

کتبہ مسجد زیارت حضرت جنگی شہید رحمۃ اللہ علیہ

الحمید ابو نصر بن محمود بن عمر قہستانی طال اللہ

یہ کتبہ مسجد زیارت حضرت جنگی شہید میں ایک پتھر پر لکھا ہوا رکھا ہے اور وہ
شکستہ ہو کر ایک حصہ بالکل جاتا رہا ہے جو حصہ موجود ہے اسمیں سے اسیقدر پڑھا
جاتا ہے جسکو ہمنے لکھدیا شان خط سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتبہ بہت پرانا
شاید زمانہ محمود کا یا اس کے قریب یا بعید زمانہ کا ہو۔ یہ نہیں معلوم کہ یہ پتھر کس
عمارت یا کس مقبرہ کا ہے۔

کتبہ دروازہ مکان حکیم ممتاز الدین صاحب مرحوم واقع محلہ کستوری ٹولہ

ایک پتھر سنگ خارا سفید پر قلعہ منہدمہ کے جانب غرب متصل زیارت حضرت علی شہید

کی اُس آراضی کوٹ سے برآمد ہوا کہ جو بالفعل بملکیت مؤلف کتاب ہذا کی ہے جب بنیاد قلعہ کھود دی گئی تو اُسکے متصل ایک پتھر تخمیناً ڈیڑھ گز طول میں اور عرض میں قریب چار گرہ ہوگا ملبہ سے برآمد ہوا اور اُسپر یہ آیت شریف درج ہے۔

واذ یرفع القواعد من البیت واسمعیل ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیمہ

معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتبہ کسی حریم مسجد کا ہے اور وہ مسجد قلعہ کے متصل مسلمانوں نے تعمیر کی ہوگی جو بوجہ انقلاب زمانہ فصیل قلعہ کے ساتھ منہدم ہوگئی۔ مگر تعجب یہ ہے کہ اُس پتھر کے قریب ایک بُت شکستہ پتھر کا جسکا نصف زیرین موجود تھا جو مرلج نشست میں پایا گیا اور نصف بالائی توڑ ڈالا گیا تھا اس سے ہم قیاس کرتے ہیں کہ وہ بُت شکستہ آثار دیوار میں لگا یا گیا ہوگا۔

زیارت حضرت مولوی دلدار علیؒ صاحب مذاق رحمۃ اللہ علیہ

یہ ایک عمارت جدید بابشہر سے جانب شمال باغ سیدوں والے میں حضرت مولانا مولوی دلدار علی صاحب مذاق رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر اُن کے صاحبزادہ حضرت شاہ اثبات علی صاحب اور اُن کے مریدان با اخلاص مولوی علی احمدؐ صاحب قادری چشتی نظامی خلیفہ مولانا موصوف و مولوی عبدالحی صاحب وکیل و حافظ محمد فضل اکرم صاحب وکیل و قاضی عنایت رضا صاحب وکیل و شیخ اعجاز احمد نوشہ میاں نے تعمیر کرانا شروع کی ہے یہ عمارت اگر اتمام کو پہنچی تو بہت خوش قطع ہوگی حریم تعمیر ہو چکی گنبد تعمیر

ہو رہے ہیں۔

زیارت حضرت شاہ عین الحق صاحب انار اللہ برہانہٗ

متصل قاضی حوض شہر سے تین فرلانگ کے قریب جانب غرب ایک عمارت و باغ زیارت حضرت شاہ عبد المجید صاحب عثمانی قدس سرہٗ واقع ہے ۱۲۶۳ھ میں آپکا انتقال ہوا اور اُس زمانہ سے تعمیر درگاہ شریف کی شروع ہوئی ہے اور اب عمارت نہایت عمدہ اور مسافرخانہ وغیرہ جدید تعمیر ہوئے ہیں اور دوسرا احاطہ برابر اُسکے مزار شریف مولوی فضل رسول صاحب معین الحق رحمۃ اللہ علیہ کا حضرت مولانا محمد عبد القادر صاحب دام فیضہٗ نے تعمیر کرایا ہے چنانچہ اسوقت تک اُس کی تعمیر جاری ہے۔

مدارس

گورنمنٹ ہائی اسکول ۱۸۵۲ء میں تعمیر ہوا یہ مدرسہ متصل شفاخانہ اندرون شہر واقع ہے اور وقتاً فوقتاً عمارت بورڈنگ ہوس وغیرہ اسمیں اضافہ ہوتی رہتی ہے۔ درمیانی ہال میں ایک قطعہ تاریخ کندہ ہے جس سے سنہ تعمیر مدرسہ ہذا برآمد ہوتا ہے اور وہ قطعہ حسب ذیل ہے۔

ہوا ہے مدرسہ تعمیر بے نظیر ایسا ٭ بجا ہے کہیے اسے رشک قصر ہائے جناں

زرہ تو صف کہا ہاتف سخنداں نے ٭ بنا یہ مدرسۂ فیض عام و عالیشاں

پہلے اس مدرسہ میں ایک کلاس عربی کا تھا وہ ٹوٹ گیا اور انگریزی کی تعلیم جو انٹرنس تک ہوتی تھی اُسمیں بھی کمی کردی گئی تھی مدتوں تک صرف مڈل اسکول رہا اب سنہ ۱۸۹۲ء

سے پھر اس مدرسہ کو ہائی اسکول کا درجہ ملا ہے جو ہنوز قایم ہے۔

تحصیلی اسکول اس مدرسہ میں اُردو مڈل تک تعلیم ہوتی ہے۔ طلبا کی کثرت ہے اسوجہ سے اس کی عمارت بھی بڑھائی گئی ہے اس کے علاوہ چند جنگی کے مدرسہ ہیں جنمیں ابتدائی تعلیم دیجاتی ہے اور لڑکیوں کے بھی چند مدرسے ہیں جو جنگی اور مشن کی سرپرستی میں چلتے ہیں۔

مشن اسکول تحصیل کے قریب بازار میں ایک چھوٹی سی خوشنما عمارت دو منزلی ہے۔ مڈل تک تعلیم ہوتی ہے عیسائیوں کے سوا ہندو مسلمانوں کے بچے بھی اکثر پڑھتے ہیں اس کی تعمیر ۱۸۹۹ء میں ہوئی تھی اس سے پہلے مشن کا مدرسہ ٹون ہال کے قریب تھا جسمیں ابتدائی تعلیم تھی۔

مدرسہ قادریہ یہ مدرسہ عربی کا اندرون شہر محلہ مولوی ٹولہ مسجد خرما میں واقع ہے ایک مدت دراز سے شاہ عین الحق مولوی عبدالمجید صاحب قدس سرہٗ کے آبا واجداد کا قایم کیا ہوا ہے اور حضرت موصوف کی اولاد صالحہ اب تک سرگرم درس تدریس ہیں اس مدرسہ سے بہت طلبہ مستفید ہوئے تھے۔ اس مدرسہ میں ایک مسجد قدیم موجود ہے جسکی عمارت پر یہ کتبہ مرقوم ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ان اول بیت وضع للناس للذی ببکۃ مبارکاً فیہ ایات بینات ومقام ابراھیم ومن دخلہ کان امنا وللہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلا۔

بنائے مسجد زیبائے حاجی الحرمین ✤ ز شیخ افضل روشن چو آفتاب شدہ
بجستجوے شدم سال از سر ۱ او ✤ خرد بگفت چہ مسجد مثال کعبہ شدہ

مدرسہ محمدیہ یہ مدرسہ چودہری گنج میں مسماۃ جگن عرف جگرو زوجہ چودہری عبدالعلی مرحوم کا موقوفہ ہی ۱۷- محرم الحرام ۱۲۹۵ھ مطابق ۱۸- اپریل ۱۸۷۸ء کو وقف نامہ معہ دستورالعمل آیندہ کے تحریر کیا جائداد موضع کوڑہا شاہ پور اور موضع سدا ٹھیرگہنہ اجہیابی و متفرق معافیات واقع قصبہ بدالول بغرض صرف مدرسہ و دیگر مصارف خیر وقف کی پہلی تعمیر مدرسہ کی شکستہ ہوگئی مدرسہ ۱۳۱۶ھ میں چودہری نبی بخش متولی مدرسہ مذکور نے از سر نو اسکی تعمیر کی یہ مدرسہ بدستور جاری ہی عربی و قرآن مجید کی تعلیم ہوتی ہو -

مساجد

خاص شہر میں حدود میونسپلٹی کے اندر ۸۹ مسجدیں موجود ہیں جو سب آباد ہیں ہم ان سب کا نشان و پتہ ذیل کی فہرست کے ذریعہ سے نذر ناظرین کرتے ہیں -

نمبر شمار	نام محلہ	نام مسجد	نام مشہور یا بانی	کیفیت
۱	فرشوری ٹولہ	مسجد	عبدالحق والی	متصل مکان نور بافاں
۲	〃	مسجد	قدیم فرشوریان	متصل مکانات مؤلف کتاب ہذا
۳	〃	مسجد	〃	متصل مکانات مولوی محمد ابوالحسن برادر عزیز مؤلف -
۴	〃	مسجد	ملوں والی	متصل و جانب شمال مکان مولوی انوار حسین پنشنر سب جج -
۵	〃	مسجد	متصل چاہ نونی	تعمیر حال از چندہ باہتمام علی احمد خاں صاحب مدرس -
۶	مولوی محلہ	جامع مسجد شمسی	۔	جسکا حال ہم مفصل شرح و بسط سے لکھ چکے ہیں

کیفیت	مختصر خاص پتہ	نام مسجد	نام محلہ	نمبر شمار
یہ مسجد معمرہ شیوخ فاروقیان ہے اوپر مدرسہ قادریہ کا حال پہلے درج کیا ہے اسمیں کچھ حال اسکا بھی درج ہے۔	اندرون مدرسہ قادریہ	مسجد خرما	مولوی محلہ	۷
متصل مکانات مولوی انوار الحق و منشی عبدالرزاق عثمانی مرحوم۔	معمرہ مولانا عبدالغنی عثمانی۔	مسجد عثمانیان	"	۸
متصل مکان مولوی محمد نورالدین صاحب مرحوم وکیل فرشوری	اندرون درگاہ حضرت اسمعیل پاشنبد	مسجد	"	۹
متصل مکان طباخاں و منشی عظیم اللہ خاں سب سرویر۔	اندرون درگاہ قاضی صدا بی گواہ	مسجد گلاچینی	"	۱۰
متصل مکان مولوی انوار حسین صاحب سب جج و مولوی رضی اللہ صاحب وکیل	معمرہ دانشمندان	مسجد	"	۱۱
لب سڑک و جانب غرب از چاہ ماہی اس مسجد کو ابتداً محمد عادل شاہ نے ۹۵۷ھ میں تعمیر کرایا تھا۔		مسجد حیدر شاہ	"	۱۲
اندرون مدرسہ مغری واقع ہے اب مدرسہ کا نشان نہیں ہے آراضی افتادہ ہے اور اسکا بھی تذکرہ	عقب جامع مسجد شمسی	مسجد مغری	"	۱۳

نمبر شمار	نام محلہ	نام مسجد	مختصر خاص پتہ	کیفیت
۱۴	مولوی محلہ	مسجد احمد ہزوال	ملصق بچاہ ماہی	مدرسہ مغربیہ کے ذکر میں درج ہے۔ اس مسجد کے جانب جنوب درگاہ حضرت احمد ہزوال علیہ الرحمہ کی ہے اور جانب شمال و غرب سڑک ہے تعمیر حال قدرت اللہ سب سرویئر کی ہے چاہ مچھلی ایک بہت بڑا چاہ سامنے باولی کے ہے لیکن وہ اب پاٹ دیا ہے اس وجہ سے بیکار ہے
۱۵	مولوی محلہ	مسجد شیخ بجو	مشہور بڑ والی ہے	متصل چاہ بھنڈار۔
۱۶	بیدوں ٹولہ	منڈی مسجد	۔	متصل مکان محمد انصار حسین و منشی فاخر حسین وکیل یہاں ایک بزرگ کا مزار ہے مشہور ہے کہ یہ مزار مولانا رضی اللہ فانی کا ہے۔
۱۷	بیدوں ٹولہ	مسجد میر انجی صاحب	اندرون درگاہ میر ملہم شہید۔	متصل چوکی پولیس موسومہ میرانجی والی اسمیں مزار حضرت میراں ملہم شہید کا ہے اور بھی چند مزارات یہاں ہیں۔

نمبر شمار	نام محلہ	نام مسجد	مختصر خاص پتہ	کیفیت
۱۸	سونہ محلہ	مسجد حجّامان	معمرہ شبراتی حجّام	متصل چوکی پولیس سونہ
۱۹	"	مسجد نورباقان	•	متصل مکان منشی محمد حمید الدین احمد صاحب ڈپٹی کلکٹر مرحوم واقع ہے
۲۰	"	مسجد حاجی مدّو	اندرون درگاہ محمد خنداں	متصل مکان حکیم انتظام الدین پنشنر اسسٹنٹ سرجن -
۲۱	"	مسجد	مسجد دل والی	متصل مکانات حافظ عبد الستّار و مولوی منظر علی صاحب منصف اسکا کتبہ ہم اوپر لکھ چکے ہیں -
۲۲	"	مسجد خان والی	متصل کوچہ متولیان	متصل کوچہ متولیان وجانب شرق از سڑک پختہ متصل ان کا کتبہ صفحہ ۵ پر درج ہے
۲۳	"	مسجد جنبیلی	•	متصل مکان مولوی نصیر الدین صاحب منصف مرحوم متصل مکان مولوی طفیل احمد صاحب وکیل و مولوی کمال الدین احمد صاحب منصف -
۲۴	"	مسجد	علی بخش خان والی	لب سڑک متصل مکان مولوی علی بخش خان صاحب سب جج -
۲۵	"	مسجد	•	متصل مکان خان بہادر مولوی

نمبر	نام محلہ	نام مسجد	مختصر خاص پتہ	کیفیت
				حامد بخش معمرہ مولوی محمد بخش صاحب سب جج مرحوم۔
۲۶	سونہ محلہ	مسجد	شرف خاں والی	متصل چاہ بھنڈار۔
۲۷	"	مسجد شفاخانہ	تکیہ والی	معمرہ گورنمنٹ عالیہ لب سڑک شاہی۔ پہلے ایک مسجد کلاں بہت بڑی عہد شاہان سلف کی تھی جو غدر کے بعد بحکم سرکار احاطہ شفاخانہ میں آگئی تھی بجائے اُسکے سرکار نے متصل شفاخانہ یہ مسجد بنوادی ہے۔
۲۸	کمانگران محلہ	مسجد	حشمت الدین والی	متصل مکان بخش اللہ کمانگر لب سڑک وجانب غرب۔
۲۹	"	مسجد	کمانگروں والی	متصل مکان کمانگران ومحمود خان صاحب جانب شمال لب سڑک۔
۳۰	ناگروں محلہ	مسجد	مغلوں والی	پیش کوٹھی خان بہادر منشی سخاوت حسین صاحب معمرہ مرزا اکرم علی بیگ صاحب۔
۳۱	"	مسجد	جولاہوں کی	ملصق بچاہ ناگران وکوٹھی خان بہادر

نمبر شمار	نام محلہ	نام مسجد	مختصر خاص پتہ	کیفیت
				منشی سخاوت حسین صاحب۔
۳۲	محلہ چاہ بیر	مسجد جنگی شہید	اندرون درگاہ جنگی شہید	متصل مکان اطہر حسین خلف خان بہادر منشی سخاوت حسین صاحب
۳۳	〃	مسجد	راجوں والی	متصل زیارت فتح اللہ شہید معروف بہ پیر فتوں یہ مسجد حضرت جلال تبریزی رحمۃ اللہ کے زمانہ میں تعمیر ہوئی تھی۔
۳۴	〃	مسجد حبیب اللہ	عباسیوں والی	متصل مکان قاضی شمس الاسلام صاحب
۳۵	〃	مسجد	مسجد غزنویوں والی	متصل مکانات غزنویان
۳۶	〃	مسجد امیر اللہ	حلوائیوں والی	متصل امام باڑہ حلوائیان
۳۷	سید باڑہ	مسجد	کالیوں والی	متصل مکان حافظ حسینی وغیرہ اس مسجد کے قرب و جوار میں حضرت محبوب الٰہی نظام الدین اولیا رحمۃ اللہ علیہ کے مکانات ہیں۔
۳۸	〃	مسجد سنفسلی پیر	اندرون احاطہ درگاہ سنفسلی پیر	متصل چاہ سدری و مکانات سادات یہاں بیرون مسجد ایک مزار ہے اور اُسکے پائین ایک سنفسلی

بقبضہ [illegible] ہیں۔ والوں کے [illegible] افسوس کہ یہ [illegible]

نمبر شمار	نام محلہ	نام مسجد	مختصر خاص پتہ	کیفیت
				پتھر کی رکھی ہے جسکو پہلوان سر میں ڈالکر اٹھاتے ہیں اور یہ بھی مشہور ہے کہ وہ اہل حاجت بھی اٹھا لیتا ہے جسکی مراد پوری ہونے کو ہوتی ہے - واللہ اعلم بالصواب -
۳۹	سید باڑہ	مسجد	پوستی والی	متصل مکان سید سلطان احمد وغیرہ
۴۰	"	مسجد	درزیوں والی	متصل مکان سید حسین علی صاحب وکیل
۴۱	"	قدیمی جامع مسجد	احسان اللہ والی	سلطان شمس الدین التمش کے عہد سے قبل یہ جامع مسجد تھی - متصل مکان شیخ احسان اللہ و مولوی محمد عثمان و شیخ سخاوت اللہ صاحب وکیل -
۴۲	"	مسجد عیدالوالی	معرفہ حافظ محامد علی	متصل مکان حافظ محامد علی و قاضی محسن علی صاحبان ماموں مؤلف اس مسجد کو حافظ محامد علی صاحب نے جدید تعمیر کیا اول

کیفیت	مختصر خاص پتہ	نام مسجد	نام محلہ	نمبر شمار
مولانا شاہ حسن علی صاحب خلیفہ مولانا فخر صاحب کے نام سے مشہور تھے				
یہ مسجد سنہ ۹۴۵ھ میں تعمیر ہوئی اور قاضی حمید الدین گنوری کی قبر یہاں ہے	دادا حمید والی	مسجد	قاضی محلہ	۴۳
متصل امام باڑہ چوک معمرہ قاضی جلیس۔	چوک والی	مسجد چوک	〃	۴۴
متصل مکان منشی محمد اجمل و مولوی حکمت اللہ صاحبان۔	وکیلوں کی	مسجد	〃	۴۵
متصل مکان مولوی اعظم علی صاحب وکیل ولب سڑک شاہی و متصل مکان ارشد علی صاحب کے ہے۔	شیعوں کی مسجد	مسجد مولوی علی ارشد	〃	۴۶
متصل مکان قاضی اظہر اللہ معمرہ قاضی محمد ابیش۔	•	پیر کی مسجد	کوچہ سعد علی	۴۷
متصل مکان قاضی عبد الحق	کیتھر والی	مسجد	چاہ کھجورہ	۴۸
معمرہ مولوی عظیم اللہ خاں [illegible]	آتشبازوں والی	مسجد	شیخ پٹی	۴۹

نمبر شمار	نام محلہ	نام عمارت	مختصر خاص پتہ	کیفیت
۵۰	باغ ہیروالا	مسجد	مفتی جی والی	معمرہ مفتی مفضل احمد صاحب۔
۵۱	محلہ کمہاران	مسجد	رحموں دلال والی	متصل باغ مولوی کرامت اللہ صاحب منصف۔
۵۲	ہیر دیہہ ٹولہ	مسجد	سیروبیھوں والی	متصل مکان شیخ کرامت اللہ صاحب وکیل
۵۳	"	مسجد	خانقاہ والی	اندرون خانقاہ محمدی شاہ۔
۵۴	سنڈھی دروازہ	مسجد	حکیموں والی	متصل مکان فدا احمد و محمود احمد صاحبان۔
۵۵	"	مسجد	بچاالبساطی والی	لب سڑک متصل درگاہ برہان قتال علیہ الرحمۃ۔
۵۶	بازار حلوائیان	مسجد	صفاشاہ والی	متصل تکیہ صفاشاہ
۵۷	بازار	نالہ والی مسجد	شیخ جی کی مسجد	معمرہ شیخ ذوالفقار الدین صاحب فاروقی رئیس شیخوپور۔
۵۸	چودھری گنج	مسجد	حلوائیوں والی	متصل بورڈنگ ہوس و مقابلہ جعفر خان عارف شاہ

نمبر شمار	نام چکلہ	نام عمارت	مختصر خاص پتہ	کیفیت
۵۹	چودھری گنج	مسجد	جگر والی	معمرہ چودھری عبدالعلی صاحب متصل زیارت پیر لوہ والہ علیہ الرحمۃ
۶۰	کاروان سرائے	مسجد	شیخ جی والی	معمرہ شیخ محمد شرف الدین صاحب سی۔آئی۔اے رئیس شیخوپورہ۔
۶۱	مولوی گنج	مسجد	مولوی والی	معمرہ مولوی تفضل حسین صاحب۔
۶۲	چکلہ قصابان	مسجد	حکیم تاج الدین والی	متصل مکان چودھری غوث محمد۔
۶۳	"	مسجد	حمالوں والی	معمرہ سید عبداللہ شاہ متصل جھنڈا
۶۴	چکلہ منیب	مسجد	پنجابیوں والی	معمرہ عبدالشکور پنجابی بساطی عقب سرائے خانساماں۔
۶۵	بازار عالمگیری گنج	مسجد	رنگریزوں کی	متصل مکانات رنگریزان۔
۶۶	"	مسجد	اندرون سرائے خانساماں۔	
۶۷	کٹڑہ براہم پورہ	مسجد	غالب علی والی	معمرہ مولوی طفیل احمد صاحب وکیل پیش دروازہ بازار مصطفیٰ گنج
۶۸	حسینی گلی	مسجد قدیم	۔	حال تعمیر شیخ ذوالفقار الدین صاحب رئیس شیخوپورہ باہتمام شیخ جمال الدین صاحب۔

نمبر شمار	نام محلہ	نام مسجد	مختصر خاص پتہ	کیفیت
۶۹	بھاجی ٹولہ	مسجد خانساماں	اندرون بھٹنیلی کہنہ	یہ مسجد عہد فتح خاں خانساماں کی ہے۔
۷۰	براہم پورہ	مسجد	متصل مکان درزی وکمہاران	
۷۱	"	مسجد	•	لب سڑک معمرہ شیخ محمد شرف الدین صاحب رئیس شیخوپورہ۔
۷۲	"	مسجد	جھنڈہ والی	متصل منصفی کہنہ ومکان محمد حسین عرف منڈی۔
۷۳	"	مسجد خورم شاہ	اندرون درگاہ خورم شاہ صاحب علیہ الرحمۃ	
۷۴	شہباز پورہ	مسجد	نور بافان	
۷۵	شہباز پورہ	مسجد	فاروقیوں والی	اس مسجد کی جانب شمال سڑک پختہ ہے۔
۷۶	"	مسجد	وحید اللہ والی	
۷۷	پٹیالی سرائے	مسجد	نور بافان والی	
۷۸	نئی سرائے	مسجد	•	متصل مکان فیض اللہ صاحب۔
۷۹	"	مسجد	سفید بافوں والی	متصل مکان حافظ سیف اللہ صاحب

نمبر شمار	نام محلہ	نام مسجد	مختصر خاص پتہ	کیفیت
۸۰	جوگی پورہ	مسجد قدیم	•	یہ مسجد قریب ٹاؤن ہال ہے
۸۱	"	مسجد	•	یہ مسجد متصل مکان مجاوران ہے
۸۲	"	مسجد	سفیدبافان والی	
۸۳	سرائے الف خاں	مسجد	نوربافان والی	متصل دروازہ سرائے الف خاں۔
۸۴	امیرباپورہ	مسجد	حافظ عبداللہ والی	
۸۵	سرائے ناہرخاں	مسجد	امام الدین والی	
۸۶	"	مسجد	نوربافان والی	
۸۷	سرائے فقیر	مسجد شاہ اجیالے	قریب درگاہ شاہ اجیالے صاحب	•
۸۸	سرائے جالندھری	مسجد	پٹھانوں والی	
۸۹	"	مسجد	نوربافان والی	
۹۰	"	مسجد قدیم	•	متصل مکانات آہنگران
۹۱	سرائے چودھری	مسجد	چودھریان فاروقی	متصل مکان چودھری غلام حضرت حسین صاحب ہمرۂ چودھری تفضل حسین صاحب۔
۹۲	"	مسجد	نیلے سر شہید والی	ہمرۂ تکیہ شاہ فقیر لب سڑک جسکو چودھری خدا بخش

نمبر شمار	نام محلہ	نام عمارت	مختصر خاص پتہ	کیفیت
				خانساماں نے تعمیر کرایا ہی۔
۹۳	قبول پورہ	مسجد	شرقی مسجد	
۹۴	″	مسجد	غربی مسجد	
۹۵	″	مسجد	فقیر اللہ جراح والی	
۹۶	محلہ سول لین	مسجد کچہری	اندرون احاطہ کچہری	لب سڑک
۹۷	″	مسجد	احمد خاں جمعدار والی	لب سڑک متصل باغ یوسف علیخاں صاحب سر راہ کچہری۔
۹۸	اوپر پارہ	مسجد	فقیروں والی	لب سڑک خام۔

منادر

قبل اسکے کہ ہم شہر کے سب منادر کو فہرست کی صورت میں پیش کریں ان چند مندروں کا تفصیلی حال بیان کرتے ہیں جو بہ اعتبار عمارت قابل ذکر ہیں۔

مندر منشی نوبت رائے واقع پٹیالی سرائے

حال کی عمارتوں میں ایک مندر منشی نوبت رائے کا بنوایا ہوا ہے۔ جو نواب نوبت رائے کے نام سے مشہور تھے اور کاتب الحروف سے نہایت درجہ ارتباط رکھتے تھے۔ بعد پنشن پانے کے آنریری مجسٹریٹی پر مامور تھے ایک مندر بصرف زر کثیر محلہ پٹیالی سرائے میں تعمیر

کیا ہے اور اُس کی عمارت کاتب الحروف نے بمعیت منشی متوفی کے بچشم خود دیکھا ہے علاوہ مندر کے اور عمارت بھی اسکے حوالی میں بنی ہوئی ہیں مندر کے اندر نہایت عمدہ فرش سنگ ریزے وغیرہ کا بنا ہوا ہے اور بعض جگہ بیش قیمت پتھر اُسمیں نصب ہیں - بعد غدر ۱۸۵۷ء کے منشی موصوف بعہدہ ڈپٹی کلکٹری ملک اودھ میں سرکار کی طرف سے مقرر ہوئے اُسی زمانہ میں اُن کے ہاتھ ایک تعویذ سنگ مرمر کا لگا جو کسی کی قبر سے نکلا تھا اور وہ بیش قیمت ہی اُس مندر میں اُس تعویذ کو نصب کر کے اُسپر دیوتا کو بٹھایا ہے - جانب جنوب مندر کے تھوڑی سی جگہ میں کنکر پتھروں سے پہاڑ کی صورت بنائی ہے اور اُسپر کچھ درخت پہاڑی بیل بوٹے کی چھائے ہیں اور ایک ہنڈولہ یعنی جھولا چھوٹا سا لٹکایا ہے تاکہ اُسمیں دیوتا جھولا کریں اور سونے کے کلس مندر پر چڑھائے ہیں - غرضکہ یہ مندر اپنی وضع میں بہت اچھا ہے -

مندر خیالی رام مہاجن متصل تحصیل کہنہ

لالہ خیالی رام نے بعد غدر ۱۸۵۷ء کے بیرون قلعہ محلہ ٹکیٹ گنج میں متصل تحصیل کہنہ ایک عمدہ مندر تعمیر کرایا ہے کہ اپنی وضع میں یکتا ہے -

عمارت مندر باڑی بلسا

یہ ایک مندر شہر سے جانب شمال متصل آبادی اُس سڑک پر جو اندرون شہر سے محلہ قاضی ٹولہ میں ہوکر بریلی اور آنولہ کو جاتی ہے اُس کے کنارہ پر جانب غرب واقع ہے - اگرچہ یہ ایک مختصر عمارت بہ نسبت دیگر مندروں کے ہے الا اسمیں ہمیشہ ایک ایسا فقیر رہا ہے کہ جسکے اکثر اہل ہنود معتقد ہوئے ہیں اور مندر کی پوجا کو عوام الناس جایا کرتے ہیں مالی لوگ اس باڑی کے پھل پھول لیکر مندر پر چڑھا کر اپنے تصرف میں لاتے ہیں -

مندر ہر پرشاد یہ ایک جدید مندر اور ٹھاکردوارہ لالہ ہر پرشاد متوفی نے ابھی چند سال ہوئے کہ شیخ امیر احمد کا باغ مول لیکر تعمیر کرایا ہے یہ عمارت خوش قطع ہے اور ایک باغچہ بھی اسمیں واقع ہے اور دیگر منادر بھی شہر میں ہیں کہ جنکی کوئی خاص بات لایق ذکر نہیں اور بیرون قلعہ واقع ہیں قبل غدر ۱۸۵۷ء کے تمام شہر کے اندر بیرون قلعہ چند متعدد مندر تھے اندرون قلعہ کوئی مندر نہ تھا لیکن اب زیادہ تعمیر مندروں کی ہوگئی ہے۔

فہرست منادر اندرون شہر بدایوں

نمبر	نام محلہ	نام مندر	نام معمر یا مہتمم	کیفیت
۱	ابراہیم پور	شب جی و ٹھاکر جی	شنکر روغنگر	ایک روغنگر نے حال میں تعمیر کرایا ہے۔
۲	نئی سرائے	"	گوپالداس مہاجن	یہ بھی تعمیر جدید ہے معمولی۔
۳	چکلہ نیب	ٹھاکر جی	جھبولال مہاجن	معمولی مندر ہے۔
۴	"	ٹھاکر جی و شب جی	بھوپال رائے مہاجن	"
۵	پٹیالی سرائے	"	ہرگولال کھتری	"
۶	"	شب جی	بھگلتی	"
۷	"	شب جی و ٹھاکر جی و دھنا جی	دیبی سہائے وغیرہ کایستھ	"

نمبر شمار	نام محلہ	نام مندر	نام سمریا مہتمم	کیفیت
۸	قانونگو	شب جی ؤٹھاکر جی	پتیم رائی کایستھ	معمولی مندر ہے
۹	"	"	بوڑھے بابا	"
۱۰	پٹیالی سرائے	"	دلپت رائی کایستھ	"
۱۱	"	شب جی	اوما پوری	"
۱۲	"	ٹھاکر جی	لالہ چندر سین	"
۱۳	کوچہ دیوا جی	شب جی	دیوان دلپت رائے	"
۱۴	شہباز پورہ	ٹھاکر جی	منشی نوبت رائے	یہ اعلیٰ درجہ کی عمارت ہے اور مستثنیٰ اسنا۔ نہیں اسکی تعمیر سمجھی جاتی ہے اور حال کی عمارت ہے۔
۱۵	چوبے محلہ	شب جی ؤٹھاکر جی	درگا پرشاد حلوائی	معمولی ہے
۱۶	"	ٹھاکر جی	بخت بہادر	"
۱۷	پرانی تحصیل ٹکیٹ گنج	شب جی ؤٹھاکر جی	رام پال کوٹھی وال	یہ مندر عن ہی تعمیر جاریہ ہے۔
۱۸	"	ٹھاکر جی	دوارکا پرشاد وکیل	معمولی ہے
۱۹	چاہ کھور	شب جی	رام سکھ داس	"
۲۰	"	ٹھاکر جی	لالہ گوکل چند ساہو	عمدہ عمارت بنی ہوا در حال میں کچھ اسکی تعمیر لالہ رام گوپال وغیرہ گوپال نے

نمبر شمار	نام محلہ	نام مندر	نام معمر یا مہتمم	کیفیت
				اضافہ کی ہے۔
۲۱	چودھری محلہ	ٹھاکر جی	لالہ موہن لال	عمدہ عمارت بنی ہے
۲۲	"	ٹھاکر جی و شب جی	خیالی رام	عمدہ عمارت ہے
۲۳	"	"	رام سہائے وغیرہ	معمولی ہے
۲۴	بہادروں ٹولہ	شب جی	درگا پرشاد برہمن	"
۲۵	باڑہی بروا	شب جی و ٹھاکر جی	مہنت گنگا رام منتظم حال	یہ پرانا مندر معمولی بیرون قلعہ ہے اس کی تعمیر کا حال معلوم نہیں اور منتظم مہنت گنگا رام ہیں اور بروا مالی کی باڑہی مشہور ہے جس میں یہ مندر واقع ہے۔
۲۶	جوگی پورہ	دیبی جی و شب جی	لالہ رتن لال بزاز	معمولی ہے
۲۷	"	"	ہلاسی روغنگر	"
۲۸	سرائے بیراں	شب جی	گوبند گر گوشائیں	"

خاص شہر بدایوں کی تقسیم باعتبار حلقہ جات میونسپلٹی

قانون میونسپلٹی کا نفاذ بموجب حکم گورنمنٹ نمبری ۴۲۸ مورخہ ۱۶ جولائی ۱۸۸۴ء بکم ستمبر سے اس شہر بدایوں میں ہوا۔ اور بموجب اشتہار نمبری ۱۴۲۶ گورنمنٹ مورخہ ۹ رجون ۱۸۹۴ء چونگی بدایوں چھ حلقوں میں حسب ذیل تقسیم ہوئی۔

حلقہ نمبر ۱۔ مولوی ٹولہ۔ فرشوری ٹولہ۔ بیدون ٹولہ۔ سوتہ محلہ چاہ بھنڈار۔ محلہ کمانگران۔ محلہ ناگران۔ محلہ چاہ سیر۔ مرزا گنج۔

حلقہ نمبر ۲۔ سید باڑہ۔ شیخ پٹی۔ قاضی محلہ۔ چودھری محلہ۔ چاہ کھجور۔ سرتہ با ٹکیٹ گنج۔ کوچہ سعد علی۔ محلہ حلوائیان

حلقہ نمبر ۳۔ نئی سرائے۔ براہم پور محلہ کٹرہ۔ شہباز پور۔ پٹیالی سرائے۔ چونے محلہ۔ چکلہ منیب۔ چاہ مالزادی۔

حلقہ نمبر ۴۔ مصطفے گنج۔ سرائے کارواں۔ چکلہ قصابان۔ منڈہی دروازہ۔ جوگی پورہ۔ کھنڈسار ی محلہ۔ کاریکل گنج۔ مولوی گنج۔ کالن سپن ملامعہ چودہری گنج۔

حلقہ نمبر ۵۔ سرائے الف خاں۔ سرائے فقیر۔ سرائے ناہر خاں۔ اوپر پارہ۔ لوٹن پورہ۔ سرائے جالندھری۔ کٹرہ عالم شاہ۔ قبول پورہ۔

حلقہ نمبر ۶۔ باقیماندہ سول اسٹیشن میں وہ رقبہ شامل ہے جو علاوہ محلہ جات مذکورہ بالا [illegible] حدود چونگی بموجب اشتہار گورنمنٹ مرقومہ ۹ رجون ۱۸۹۴ء نمبر ۱۴۲۶ [illegible] اس [illegible] ہے۔ جانب شرق جو خط مستقیم جانب جنوب اُس مقام سے [illegible] فتح آباد سے [illegible] ہے اور ناہر والی کوٹھی کے جنوبی گوشہ تک۔ [illegible] جانب [illegible] ناہر والی کوٹھی کے جانب جنوب گوشہ سے

اُس پختہ کنوئیں تک جو موضع نیک پور کے جنوب میں واقع ہے اور وہاں سے دفتر
ڈسٹرکٹ انجینیر کے غربی گوشہ تک جو کلکٹری کچہری کے احاطہ میں واقع ہے اور
وہاں سے اُس چوکی چونگی تک جو جالندھری سرائے میں واقع ہے وہاں سے
پل زیارت کی چوکی چونگی تک اور وہاں سے موضع قبول پور کی آبادی کے
جنوبی غربی گوشہ تک ہے - حد غربی ایک خط مستقیم جانب شمال موضع قبول پورہ
کی آبادی کے جنوبی غربی گوشہ سے اُس پختہ کنوئیں تک جو موضع قبول پور کے
شمالی غربی گوشہ میں واقع ہے - اور وہاں سے جانب شمال و شرق موضع گونٹیا
کے شمال تک اور وہاں سے جانب شمال حکیم والے باغ کے شمالی شرقی گوشہ تک
ایک سیدھا خط حکیم والے باغ کے شمال و شرق گوشہ سے گونٹیا کہاران کے شمال میں ہے
وہاں سے ٹھیک جانب مشرق اُس مقام تک جہاں سڑک شہباز پور ملکیٹ گنج کی
سڑک سے جو آنولہ کو جاتی ہے ملتی ہے وہاں سے اُس مقام سے جہاں سڑک
داتا گنج اور سڑک گدہول ملتی ہے اور وہاں سے جانب کچہری و داتا گنج کی سڑک
کی برابر اُس مقام تک جہاں چند سڑکیں مشن کے احاطہ کے قریب ملتی ہیں اور
وہاں سے جانب شرق پھر کر اُس مقام تک جہاں سڑک فرخ آباد اور گول سڑک
ملی ہے باقی محلہ جات مثل سرائے سیراں وغیرہ بیرون حدود چونگی ہیں -

مشہور قصبہ جات جو اس ضلع میں واقع ہیں اُن کے ضروری حالات درج ذیل ہیں

سہسوان | دریائے سوتا کے بائیں کنارہ سے قریب ایک میل اور دریا گنگا

۲۵ میل کے فاصلہ پر واقع ہے اس قصبہ میں قواعد میونسپلٹی جاری ہیں۔ مواضعات حلقہ میونسپلٹی میں تیرہ ۱۳ ہیں اور مختلف محال ہیں۔

مشہور عمارتوں میں یہاں ایک بنگلہ ہے۔ مسٹر کارمیکل صاحب بہادر نے سنہ ۱۸۶۱ء میں تعمیر کرایا ہے۔ محلہ قاضی ٹولہ کے قریب ایک مشہور مقام کوٹ "قلعہ" کے نام سے مشہور ہے اور ایک پرانی قبر میاں صاحب کی ہے جو ایک قدیمی پیشوا تھے اور وہ مقبرہ آراضی معافی بھگتا نگلہ پر واقع ہے۔ اس متبرک جگہ پر ہر پنجشنبہ کو ایک میلہ ہوتا ہے۔

پٹی یقین محمد میں ایک اور مقبرہ موسومہ حضرت پیران پیر رضی اللہ تعالے عنہ ہے اور تین مسجدیں پرانے وقتوں کی شہباز پور اور جمرپور و قاضی محلہ میں واقع ہیں۔ اور مکان اربعین اور ہندوؤں کے چند مندر مختلف زمانوں کے بھگتا نگلہ و سیف اللہ گنج اور دیگر محلوں میں واقع ہیں۔ مشہور مندر وہ ہے جو ڈھونڈن جھیل کے کنارہ پر موسوم بہ سرسوتہ جھیل اور سڑک چندوسی کے درمیان واقع ہے یہ عمارت قدیمی ہے اور اُسکے متعلق ایک تالاب ہندوؤں کے نہانے کا ہے اور اس تالاب میں مچھلیاں چھوٹی ہوئی ہیں۔ یہاں پھاگن یعنی فروری و مارچ میں دو دن میلہ ہوتا ہے۔ اندھیرے پاگ کی تیرھویں اور اُجیالے پاگ کی گیارھویں کو میلہ ہوتا ہے۔ یہاں بہت سے نشانات ستیوں کے بنے ہوئے ہیں۔ سیف اللہ گنج میں ایک چوک بازار کا ہے جہاں ہر دوشنبہ و پنجشنبہ کو اور شہباز پور میں شنبہ و سہ شنبہ کے روز بازار لگتا ہے۔ کیوڑہ کی کاشت یہاں بکثرت ہے اور اُسکے پھولوں سے عرق نکالا جاتا ہے۔

یہ بات پرانے وقتوں سے مشہور چلی آتی ہے کہ سہسرا باہو۔ یعنی ہزار بازو کی قوت رکھنے والا بادشاہ ضلع فرخ آباد کی کسی عمن ریاست کا یہاں شکار کھیلنے کے واسطے آیا۔ یہ جگہ اُس کو پسند آئی اور شہر اور قلعہ اُس نے تعمیر کرایا۔ اور اُسکے بعد یہ جگہ سہسرا باہو نگر کہلانے لگی اور آخرکار وہ قلعہ سہسوان مشہور ہوا جو ڈھونڈ جھیل کے کنارے پر واقع تھا بعد راجہ پرسرام نے منہدم کر دیا۔ جسکے باپ نے سہسرا باہو کو شکست دیکر مارا تھا۔ اصلی تاریخ سہسوان کی سنہ ۱۸۲۴ء سے شروع ہوئی ہے جبکہ وہاں ضلع قایم ہوا تھا۔ اُسکا بلند آبادی کا موقع شکار کی طرف توجہ دلانے والا تھا جسکی وجہ سے سہسرا باہو کو قیام کرنے کی رغبت ہوئی تھی۔ برسات میں آب و ہوا خراب ہونے کی وجہ سے سنہ ۱۸۳۸ء سے صدر مقام تبدیل کیا گیا۔ اور بدایوں میں ضلع قایم ہوا پھر سہسوان اپنی اصلی حالت پر آگیا۔

جامع مسجد جو قاضی محلہ (رہاویں پورہ) میں واقع ہے اسمیں ایک پتھر پرانی جامع مسجد کا بہت بڑا رکھا ہے اور اُسمیں کتبہ مفصلہ ذیل کندہ ہے یہ کتبہ عہد محمد شاہ تغلق کا ہے جسکا زمانہ سلطنت سنہ ۷۵۲ھ تھا جسکو اب تک پانچسو سے زیادہ برس کا زمانہ گذرا معلوم ہوتا ہے کہ یہ جامع مسجد قدیمی بہت بڑی عالیشان عمارت تھی وہ منہدم ہو گئی ہے اب یہ جدید جامع مسجد بنائی گئی ہے اور یہ پتھر لگا دیا ہے جسکی ہم نقل کرتے ہیں یہ جامع مسجد قلعہ کے اندر تھی یہ کتبہ خط کوفی میں ہے۔

بناء ابن حصن رفیع ارکان از برای مامن اہل ایمان
بفرمان مجلس اعلی خدایگان سلاطین جہان سایۂ
رحمت یزدانی علاء الدنیا والدین الواثق بنصر اللہ

المجاهد فی سبیل اللہ ابو المظفر محمد شاہ السلطان ناصر امیر المومنین خلد اللہ ملکہ بتاریخ عشرہ ماہ جمادی الاول روز جمعہ مبارک بسال ہفت صد از ہجرۃ نبی علیہ السلام و التحیۃ۔

اُجھیانی قدیم نام اسکا پیپریا تھا اس موضع میں پیپل کے درخت بکثرت تھے گزیٹیر میں یہ بھی لکھا ہے کہ اسکو راجہ جیپال اوجین نے پسند کرکے آبادی کو وسعت دی اور اُجھیانی کے نام سے موسوم کیا۔

یہ پرگنہ حافظ الملک نے نواب عبد اللہ خاں کو جو دوسرا لڑکا نواب علی محمد خاں کا تھا عنایت کیا تھا جب وہ قید سے چھوٹ کر آیا تھا۔ اس قصبہ میں میونسپلٹی قایم ہے جب نواب عبد اللہ خاں کی وفات ہوئی تو ایک مقبرہ عالیشان نواب ممدوح کا اس قصبہ میں بنایا گیا ہے جو اب تک ایک عمارت عالیشان یادگار اُس زمانہ کی باقی ہے۔ اور اُس کے اندرونی دروازہ پر یہ عبارت کندہ ہے۔

الی بیت البقا من دار فان ❊ فلما ذہب عبد اللہ خان
فقلن الملئکۃ من صوب ❊ افتحت علیہ ابواب الجنان

۱۱۸۰ھ مطابق ۱۷۶۴ء

شیخوپور بدایوں سے دو میل جانب جنوب دریائے سوت کے کنارہ واقع ہے عہد جہانگیر بادشاہ میں ۱۶۱۵ء لغایت ۱۶۲۳ء میں آباد ہوا شیخ بابا فرید گنج شکر کی اولاد میں نواب قطب الدین خاں کوکہ جہانگیر کی تھی انکے فرزند نواب فرید خاں المخاطب بہ معتقد خاں فاروقی نے ایک قلعہ بنایا اور آباد کیا

تاریخ وٹ پروفیسر کیمبرج کالج لندن - تاریخ بدایوں مولفہ ڈپٹی محمد کریم مرحوم -
علاوہ تاریخ ہائے مسطورہ بالا کے کتبہ جات مفصلہ ذیل سے اقتباس کیا گیا -
کتبہ موضع دیوریا جو ۱۸۶۲ء میں برآمد ہوا تھا - کتبہ سنگین جو ۱۸۹۸ء میں اساس
قلعہ بدایوں سے برآمد ہوکر عجائب خانہ لکھنؤ میں رکھا گیا - کتبہ آہنین جو ۱۸۹۴ء میں
موضع بانس کھیڑہ ضلع شاہجہاں پور سے برآمد ہوا - کتبہ جات مختلفہ جو مختلف جگہوں سے
حاصل کیئے گئے اور ہزا ہا سکہ شاہنشاہان ہند وغیرہ راقم الحروف نے اس کتاب
میں بلا تعصب و بلا رو رعایت بے کم و کاست جسقدر حالات معلوم ہوئے اور محقق ہوئے
مندرج کیئے ہیں اور جس مقام پر محاکمہ کی ضرورت ہوئی ہے وہ بھی مرقوم کیا ہے -
بمقتضائے بشریت اگر سہو خطا ہوئی ہو تو اُس کو نظر عنایت سے دیکھیں اور معاف
ہیں والعذر عند کرام النّاس مقبول -

باب اوّل جغرافیہ ضلع بدایوں

فصل اوّل

(طول و عرض و حدود و رقبہ وغیرہ)

واضح ہو کہ عرض بلد ۲۷ درجہ ۳۸ دقیقہ سے ضلع بدایوں کا شروع ہے اور
۲۸ درجہ ۳۹ دقیقہ پر ختم ہوا ہے اور طول بلد ۷۸ درجہ ۲۱ دقیقہ سے شروع ہوکر
۷۹ درجہ ۳۵ پر ختم ہوتا ہے - اور خاص شہر بدایوں عرض بلد پر جانب شمال ۲۸
درجہ ۲ دقیقہ ۳۰ ثانیہ پر اور طول بلد پر جانب مشرق ۷۹ درجہ ۹ دقیقہ ۴۵

ثانیہ پر واقع ہے۔

اس ضلع کے حدود جو اسوقت ہیں وہ بہ تفصیل ذیل سمجھنا چاہئیں جانب شرق دریائے رام گنگا و ضلع بریلی و ضلع شاہجہاں پور۔ جانب غرب ضلع بلند شہر وحصّہ ضلع علی گڑھ جانب شمال ضلع مراد آباد و حصّہ بریلی و قدرے حصّہ ریاست رام پور۔ جانب جنوب دریائے گنگا و ضلع علی گڈھ و ضلع ایٹہ و ضلع فرخ آباد ہیں۔

ضلع بدایوں کا رقبہ ۶۴-۱۸۶۳ء کے بندوبست میں کل سرحدی پیمایش سے ۲۴۶ میل تھا اور طول موضع سرو سے چاؤپور تک ۴۸ ½ میل اور عرض موضع سیکری سے بلیا تک ۴۲ میل اور درمیانی عرض زیادہ سے زیادہ ۲۹ میل اور کم سے کم ۱۱ میل اور کل رقبہ ۲۰۰۱.۵ میل مربع تھا لیکن بندوبست حال میں جسکی رپورٹ مسٹر سٹن صاحب نے ۱۹۰۱ء میں مرتب کی ہے سابق کی نسبت کل ضلع کا رقبہ ۶ میل کم ہوگیا ہے کیونکہ دریا برد ہوگیا۔ اور یہ ضلع سطح سمندر سے ۶۰۸ فیٹ بلندی پر واقع ہے۔

فصل دوم

آب وہوا ضلع بدایوں

آب وہوا اس شہر کی نہایت خوشگوار اور بہ نسبت دیگر اضلاع روہیلکھنڈ کے قدرے گرم ہے اُس کی وجہ یہ ہے کہ یہ شہر دیگر اضلاع روہیلکھنڈ کی نسبت کسیقدر کوہ ہمالیہ سے فاصلہ پر واقع ہے۔ اس ضلع میں آب وہوا پرگنہ گنّور اور داتا گنج

جو ابتک موجود ہے اور انکی اولاد کے قبضہ میں ہے - آبادی اسکی پانچ ہزار یا چھ ہزار کے درمیان میں ہے اب عمدہ عمارت جدید پختہ قلعہ سے باہر ہمارے شفیق خان بہادر شیخ محمد انتظام الدین و شیخ عبد الغفار و شیخ احمد جان صاحب نے تعمیر کی ہیں لیکن راستہ دربار سوت سے دروازہ قلعہ تک بہت خراب ہے وہاں سواری کا جانا بہت مشکل ہے

حضرات شیخوپور نے اپنے وقار کو جو بزمانہ شاہی قایم تھا عہد انگلشیہ میں بھی قایم رکھا ہے - شیخ شرف الدین صاحب کو سی - آئی - ای کا خطاب ملا تھا اور ان کے صاحبزادہ خان بہادر ہیں اور دیگر اقارب بھی معزز و ممتاز اور برٹش گورنمنٹ کے یہاں معزز و ممتاز سمجھے جاتے ہیں - پبلک کاموں میں اکثر فیاضی کا اظہار کرتے ہیں دروازہ جنوبی قلعہ کے متصل آثار متبرکات حضرت بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ ایک عمارت قدیم میں رکھے ہوئے ہیں - ۵ - محرم الحرام کو ہر سال زیارت تبرکات مذکور کی ہوتی ہے - یہ مکان وقف ہے -

کوٹ سالباہن | جواب پرگنہ کوٹ کہلاتا ہے اس کو راجہ سالباہن نے بکرماجیت کے عہد میں قلعہ بناکر آباد کیا تھا - تقریباً ۷۶ء میں وہ قلعہ تیار ہوا تھا جسکو زمانہ قریب اٹھارہ سو تیس برس کا ہوا وہ قلعہ اب بالکل منہدم ہوگیا ہے صرف اسکے اونچے ٹیلے بعض مقامات پر باقی ہیں وہاں ایک موضع کوٹ کے نام سے آباد ہے -

قصبہ بلسی | تحصیل سہسوان پرگنہ کوٹ میں بدایوں سے ۱۶ میل جانب

غرب مائل بہ جنوب واقع ہے اس قصبہ میں ہندو زیادہ آباد ہیں اور تجارت کی منڈی کا مقام ہے۔ یہاں میونسپلٹی ہے۔ اور یہ قصبہ جسرام تقّال نے عہد نواب وزیر میں بلاسو وغیرہ زمیندار کی اجازت سے آباد کیا تھا اسمیں دو محلہ ہیں۔ بلسی و صاحب گنج۔ صاحب گنج کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ مسٹر ڈینہم دھومی مکسول صاحب بغرض تجارت نیل کے یہاں رہتے تھے انگریزی عملداری سے پہلے یہ قصبہ کوئی مشہور مقام نہ تھا۔ اسمیں سرائے و شفاخانہ و ڈاک خانہ و پولیس اسٹیشن ہے اور اسکول حلقہ بندی کا ہے چند سال سے ڈینہم صاحب کا علاقہ اور کوٹھیات نیل وغیرہ صاحبزادہ نواب حیدر علی خان صاحب خلف نواب یوسف علیخاں بہادر مرحوم والیئے ملک رام پور نے خرید کر لیا ہے اور اپنی سکونت مستقل مع اہل وعیال اس مقام بلسی میں مقرر فرمائی ہے۔ جب سے عمارات پختہ عمدہ نواب ممدوح نے تعمیر کرانا شروع کی ہیں اور سڑک پختہ بھی وہاں بن گئی ہے اب زیادہ تر یہ مقام بارونق بوجہ سکونت رئیس کے ہوگیا ہے۔ اس قصبہ میں ایک مسجد پرانی مسٹر ڈینہم صاحب کی تعمیر شدہ ہے اور اب دوسری مسجد نواب صاحب نے تعمیر کی ہے۔

بسولی بدایوں سے ۲۴ میل جانب غرب واقع ہے اول اسکا نام بانس واڑی یا بانسوڑ واڑی تھا۔ کیونکہ بانس بکثرت اس مقام پر پیدا ہوتے تھے سابق میں تین محلے تھے اب زیادہ محلہ ہیں دوندے خاں کے وقت سے یہ مقام مشہور ہوا سنہ ۱۷۵۰ء میں دوندے خاں نے ایک قلعہ بنایا تھا جو اب بالکل کھد گیا ہے اور ورثار دوندے خاں نے فروخت کر دیا ہے۔ اور مسجد و سرائے و عمارت

زنانخانہ و مردانہ اسوقت تک تعمیرات روہیلہ پٹھانوں کی موجود ہیں اور ایک قلعہ بہت پرانا آبادی سے جانب غرب و شمال تھوڑے فاصلہ پر بنا ہوا ہے جو ویران پڑا ہے اس قلعہ کی تعمیر کی بابت مورخوں کی رائے میں اختلاف ہے جن لوگوں کا یہ خیال ہے کہ دوندے خاں نے یہ قلعہ بنایا محض غلط ہے۔ دوندے خاں کا تعمیر کیا ہوا قلعہ آبادی کے قریب تھا جہاں مسجد دوندے خاں کی ہے اور اب بعد غدر کھد گیا اور زمین اونچی رہگئی ہے اور یہ قلعہ جو پرانا احاطہ اور دروازہ سے محیط باقی رہا ہے جسکا حال مفصل ہم آیندہ حکمرانوں کے ذکر میں لکھیں گے اسکی شان عمارت سے ثابت ہے کہ کئی سو برس کا بنا ہوا ہے عجب نہیں کہ آمد اسلام سے پہلے کا ہو یا فیروز شاہ تغلق کے عہد کا تعمیر شدہ ہو۔ جو مسجد دوندے خاں کی تعمیر شدہ خوش قطع ہے اُسپر کندہ تاریخ ذیل کندہ ہے۔

بحسن نیت آں جوہر عقل ✦ مرتب شد چو ایں قصر معلے
چناں آمد ندا از ہاتف غیب ✦ مکرم مسجد ثانی اقصےٰ

۱۲ ھ ۶۹

اس قصبہ میں تحصیل اور تھانہ و شفاخانہ و مدرسہ ہے اور قواعد میونسپلٹی کے جاری ہیں اور اب منصفی بھی اس مقام پر ہے۔ آبادی یہاں کی اگرچہ سہسوان سے کم ہے لیکن طرز آبادی خوش نما ہے قدیمی رئیس سادات و پٹھانوں کی حالت تنزل میں ہے۔ بقال قوم اگروال اب یہاں جو رہتے ہیں وہ ترقی کر رہے ہیں ایک مقبرہ دوندے خاں کا بھی بنا ہوا ہے مگر وہ خراب حالت میں ہے۔

اسلام نگر اصل نام سابق میں بہودیپا تھا اور بوقت تالیف کتاب

آئین اکبری سرکار سنبھل کے ماتحت تھا۔ قصبہ کا نام اسلام نگر رستم خاں نے بعہد شمس الدین التمش رکھا۔

منڈیا سناسی پہلے پرگنہ بسولی اسمیں شامل تھا اُس وقت اسکا نام سناسی منڈیا تھا۔ اور آئین اکبری میں ایک جزو سرکار بدایوں کا شامل تھا۔ اس پرگنہ میں تگہ زمیندار پہلے رہتے تھے اب تمام ضلع میں تگا کوئی نہیں ہے۔ نشانات تباہ شدہ سناسی کے موضع برکھیڑہ کے قریب کہ چار میل بسولی سے جنوب کی جانب واقع ہے۔ اور منڈیا ایک نہایت آباد موضع چھ میل شمال و غرب بسولی سے ہے۔

داتاگنج بدایوں سے سترہ میل جانب شرق واقع ہے۔ اور ارہلا ایک موضع اسکے متصل ہے بعض وقت ارہلا کے نام سے اس مقام کو کہتے ہیں۔ صدر مقام تحصیل کا ہے۔ اکثر مکانات خام ہیں اس ضلع میں اس مقام سے کمتر کوئی مقام تحصیل باعتبار قلت آبادی کے نہیں ہے لیکن حدود تحصیل اس کی بہت وسیع ہیں مسلمان کمتر اور اہل ہنود دلقبال زیادہ آباد ہیں اسجہاں شفاخانہ مدرسہ ڈاکخانہ و دفتر رجسٹری و تھانہ اور تحصیل ہے اور کوئی بات قابل تذکرہ نہیں ہے۔ داتاگنج میں ایکٹ ۲۰ سنہ ۱۸۵۶ء کے قواعد جاری ہیں۔ میونسپلٹی نہیں ہے۔

سلیم پور آئین اکبری میں پرگنہ سنسا کے نام سے موسوم ہے۔ نواب علی محمد خاں نے اس کو علیحدہ پرگنہ قایم کیا اور اُن کی وفات پر یہ پرگنہ حافظ رحمت خاں کو دیا گیا ہے۔ آئین نہم سنہ ۱۸۲۴ء تک بنا و بست میں سلیم پور سے منتقل ہو کر داتاگنج صدر مقام قایم ہوا۔

اعلیٰ پور واقع تحصیل داتاگنج - بدایوں سے ۱۲ میل جانب جنوب و مشرق واقع ہے اور یہ قصبہ سلطان سید علاء الدین نے جو خضر خانی تھے اپنے نام سے تخمیناً سنہ ۱۴۲۵ء مطابق ۸۲۸ھ میں آباد کیا اور اپنے نام پر اُسکا نام رکھا۔ اسمیں ایک مسجد بنی ہوئی ہے جو اورنگ زیب کے عہد میں ۱۰۷۱ھ مطابق ۱۶۶۰ء میں تعمیر ہوئی۔ اُس مسجد میں ایک پتھر کندہ ہے۔ اور ایک ٹکڑا پتھر کا ہے جسپر ۷۴۸ھ مطابق ۱۳۴۷ء کھدا ہوا مسجد کے باہر نصب ہے۔ غالباً یہ پتھر کسی اور مقام کا لگا دیا گیا ہے یا زمانہ سابق میں یہاں مسجد ہوگی جسکا یہ پتھر لگایا گیا۔

اوسہت یہ عہد اکبر بادشاہ محل بدایوں میں شامل تھا۔ مگر افغانوں کے زمانہ میں اوسہت ایک علیحدہ پرگنہ قرار دیا گیا۔ اولاً صفدر جنگ اس پرگنہ پر قابض تھے بعد ازاں حافظ رحمت خاں کے قبضہ میں آیا۔ اُس کے بعد فتح خاں خانساماں کو یہ پرگنہ بعد فتح جنگش پٹھانوں کے جو بمقام دونری رسول پور جنگ عظیم ہوئی تھی سپرد کیا گیا تھا اور اُنھوں نے ایک عمدہ قلعہ اوسہت میں تعمیر کیا اب یہ عمارت نہایت خستہ حال ہے پولیس کا تھانہ اُسی میں ہے۔

گنور مقام بدایوں سے ۶۴ میل فاصلہ پر واقع ہے یہاں مسلمان بکثرت آباد ہیں اور مکانات خام زیادہ ہیں پختہ مکان بھی بعض رئیسوں کے ہیں اور مقام تحصیل و تھانہ و شفاخانہ و ڈاک خانہ و سرائے و تحصیلی اسکول و ڈاک بنگلہ ۱۸۶۵ء میں مسٹر کار مائیکل صاحب نے بنوایا ہے اور ایکٹ ۲۰ سنہ ۱۸۵۶ء کے قواعد جاری ہیں۔ وجہ تسمیہ گنور کی یہ ہے کہ سابق میں اس مقام کو باون پوری کہتے تھے۔ مشہور یہ ہے کہ راجہ مہپال نے چند برہمنوں کو یہ موضع دیا تھا جو تا ساٹھ سو برس تک باون پوری کے

نام سے مشہور رہا - پھر کسی زمانہ عہد اسلام میں شیخ طاہر مجید الدین ایرانی گنور جو ملک ایران میں سبزوار کے قریب ایک قصبہ گنور ہے وہاں کے رہنے والے تھے اس مقام پر بطور سیاحت کے آئے اور معز الدین و تاج الدین اُنکے دو قریب اُنکے ساتھ تھے - شیخ موصوف شاہ مخدوم کے نام سے ملقب ہوتے چونکہ یہ موضع برہمنوں کا تھا برہمنوں نے اُنکا قیام کرنا پسند نہیں کیا کچھ جھگڑا ہوا - برہمنوں نے راجہ بھولہ سے مدد چاہی راجہ موصوف مع چند ہمراہیوں کے دو میل گنور تک واسطے اخراج شاہ صاحب کے آیا کہ دفعتاً راجہ اور اُسکے ساتھی سب اندھے ہوگئے تب راجہ نے خیال کیا کہ فقیر کی کرامت ہے اور شاہ صاحب سے اپنے قصور کی معافی چاہی - شاہ صاحب کی دعا کی برکت سے راجہ مع ساتھیوں کے بینا ہوگیا اُسوقت راجہ نے یہ موضع اور دیگر جائداد شاہ صاحب کو عطا کی - چنانچہ مخدوم پور ایک موضع متصل گنور اُن کے نام سے آباد ہے اُسوقت سے اس مقام کا نام گنور ہوا کہ مخدوم صاحب گنوری تھے - چار گروہ شیخوں کے یہاں رہتے ہیں - ایک گروہ تاج الدین و معز الدین کی اولاد میں اپنے آپ کو کہتا ہے اور ایک گروہ مخدوم صاحب کی اولاد میں اپنے کو بتاتا ہے - اور تیسرا گروہ چودھریوں کا ہے جو آپ کو شیخ زادہ کہتے ہیں - اور چوتھا گروہ قاضی زادوں کا ہے وہ آپ کو شیخ عثمانی کہتے ہیں واللہ اعلم بالصواب -

کچھ دیہات نواب وزیر کے عہد میں مخدوم صاحب کی اولاد کے ضبط ہوگئے اور کچھ باقی ہیں -

اس ضلع میں تھانجات مفصلہ ذیل ہیں

کوتوالی خاص شہر بدایوں - تھانہ بناور - تھانہ اُجھیانی - تھانہ حضرت پور -
تھانہ بلسی - تھانہ سہسوان - تھانہ ظریف نگر - تھانہ بسولی - تھانہ مرزاپور بہٹا -
تھانہ اسلام نگر - تھانہ داتاگنج - تھانہ اوسہت - تھانہ سعداللہ گنج - تھانہ گنور -
تھانہ ککرالہ - تھانہ رجپورہ - تھانہ وزیر گنج - تھانہ قادرچوک -

سرائے کل ضلع میں ۱۹ ہیں جنکی تفصیل یہ ہے

خاص بدایوں
سرائے خانساماں - سرائے کاریکل گنج
ایک ایک

اُجھیانی - کچھلہ - بلسی - سہسوان
ایک ایک دو دو

گنور - بسولی - وزیر گنج - اسلام نگر - بناور - داتاگنج - اوسہت - کٹرہ سعادتگنج
دو ایک ایک ایک ایک ایک ایک ایک

ککرالہ - کمرگانواں -
ایک ایک

فصل پنجم

تبدیلی صدر مقام وحدود ضلع

شروع سلطنت انگلشیہ سنہ ۱۸۰۱ء میں پرگنہ جات فیض پور بدریا اور اولائی تحصیل سہسوان کے متعلق تھے اور صدر مقام ضلع کا مرادآباد تھا الا ب وہ ضلع ایٹہ میں شامل ہیں سنہ ۱۸۰۵ء میں اُجھیانی اوسہت کوٹ سالباہن بدایوں خاص

ضلع بریلی کے متعلق ہوگئے - بقیہ پرگنہ جات منڈیا ستاسی - بسولی - سہسوان ضلع مرادآباد کے متعلق بدستور رہے -

اکتوبر ۱۸۲۳ء میں ضلع سہسوان حصہ جات مرادآباد و علی گڑھ و بریلی سے بنایا گیا اور اس کے پرگنہ جات رجپورہ اسدپور اسلام نگر بسولی ستاسی ضلع مرادآباد سے اور کوٹ سالباہن سہسوان اوسہت - اجھیانی - سلیم پور بریلی سے اور بلرام اور فیض پور بدریا اور سورولی اور مارہرہ علی گڑھ سے نکال کر اس نئے ضلع میں شامل کیے گئے - ۱۸۲۴ء میں تکمیل اس ضلع کی ہوئی - مسٹر ایچ - سوئنٹین ہم صاحب حاکم ضلع مقرر ہوئے اور صدر مقام سہسوان ہوا - علی گڑھ کے پرگنے جو گنگا کے کنارے راہ راست پر تھے وہ علی گڑھ کو دوبارہ ۱۸۲۸ء میں منتقل کر دیے گئے ۱۸۳۸ء میں صدر مقام سہسوان سے بدایوں کو منتقل ہوا اور علی گڑھ والا پرگنہ پٹیالی کو جو اب ایٹہ کے ضلع میں شامل ہے ۱۸۴۵ء میں منتقل ہوا -

سنہ ۱۸۶۳ء میں چھ تحصیلیں تھیں - اسلام نگر - سہسوان - اجھیانی - سلیم پور - بدایوں - بسولی - اور ۱۸۶۰ء میں اسلام نگر تحصیل سہسوان میں شامل ہوگیا تھا - ۱۸۶۲ء میں اوسہت و رجپورہ اور اسدپور کی تحصیلیں تھیں ۱۸۶۳ء میں رجپورہ اور اسدپور شامل ہوکر گنور میں تحصیل قائم کی گئی - ۱۸۴۲ء میں سلیم پور کی تحصیل مقام داتاگنج کو منتقل ہوئی ۱۸۴۳ء میں اجھیانی اور اوسہت کی تحصیلیں دور کردی گئیں - اور پرگنہ جات اجھیانی اور اوسہت تحصیل بدایوں میں شامل کیے گئے - اور پرگنہ کوٹ سالباہن جو اجھیانی میں شامل تھا تحصیل سہسوان میں شامل

کامیابی نہو تی تھی۔ اُنھوں نے اپنے روزنامچہ میں لکھا ہے "کہ جسقدر میں انتظام کرتا تھا بلوہ زیرو ہوتا تھا۔ غارت گری روز بروز ترقی پذیر تھی"۔ جب صاحب ممدوح نے یہ کیفیت دیکھی تو اُنھوں نے فوراً اپنی بی بی اور بچوں کو مقام نینی تال کو روانہ کر دیا اور وہاں وہ حفاظت سے پہونچ گئے

تاریخ ۱۶ رمضان المبارک ۱۲۷۳ھ مطابق ۱۱ مئی ۱۸۵۷ء یوم دوشنبہ کو میرے عم مکرم صبحکو سوار ہوکر کچہری تشریف لے گئے تھے۔ چونکہ مہینہ جیٹھ کا تھا کچہری عدالت دیوانی صبح سے ہوتی تھی میں ایک مکان سے بالاخانہ پر کہ جو قاسم جان کی گلی کے کنارہ پر جانب شرق لب سڑک مقابل کوچہ اور بیگ خاں کے چھوٹے مرزا صاحب کا مشہور تھا اور اسوجہ سے کہ دیوان خانہ جناب دادا صاحب میں ایک بیگم صاحبہ جو چھوٹی بیگم کرکے مشہور تھیں اور وہ کسنگ پور پین کی بالکی تھیں اور اُن کی لڑکی عیسائی کسی عہدہ جلیلہ پر مامور تھے اور اُن کو دو سو روپیہ ماہوار کی پنشن یا کسی بنک سے جیب خرچ ملتا تھا اور وہ نہایت بوڑھی بیگم تھیں بہت روزوں سے رہتی تھیں۔ جبکہ دادا صاحب اپنے وطن قدیمی بدایوں میں تشریف لائے تھے اُن کو کرایہ پر دے دیا تھا اس لیئے چچا صاحب نے وہ بالاخانہ نشست کو لے لیا تھا۔ اور میرے اُستاد محمد حسین صاحب جو نگینہ ضلع بجنور کے رہنے والے تھے وہاں طالب علمی کے طریقہ پر گئے تھے مقیم تھے اور مجھکو پڑھایا کرتے تھے اتفاقاً اُس تاریخ پر میں مع اپنے چھوٹے بھائیوں کے اُن سے سبق پڑھتا تھا اور نواب ولی داد خاں صاحب جاگیردار مالی گڈھ ضلع بلندشہر جو رئیس دہلی تھے اُسوقت دادا جدامجد کے پاس تشریف لائے تھے اور چھوٹے مرزا صاحب بھی (بقیہ نوٹ بصفحہ آیندہ)

اُس کے ایک ہفتہ کے بعد ضلع میں بلوہ اور خونریزی کُھلم کُھلا شروع ہوگئی
گنگا پار ہٹکر بدایوں کے محاذ ضلع ایٹہ میں زیادہ بد انتظامی تھی اور
اُسی طرف سے یہ بد انتظامی پرگنہ اسد پور ضلع بدایوں میں پہونچی۔
آگرہ۔ اور کلکتہ کی ڈاک بالکل مسدود ہوگئی۔ ضلع مراد آباد میں رجمنٹ کے

موجود تھے بازار کی طرف کھڑکی میں نواب ولی داد خاں جھانکتے تھے قریب نو بجے دس
بجے دن کے مجھکو میرے اُستاد نے چھٹی دی میں اپنے بھائیوں کے ہاتھ پکڑے ہوئے
کہ وہ چھوٹے تھے قاسم جان کی گلی کے پھاٹک سے ثناء اللہ جی عرف ستو جی کے مسجد
کے قریب تھا اور رودگروں کی گلی میں جانا چاہتا تھا کہ اپنے زنانہ مکان کو جاؤں جہاں
میری والدہ و دادی وغیرہ تھیں کہ کیا دیکھتا ہوں کہ جانب شرقی قاضی کے حوض کیجانب
سے دو یا تین سوار گھوڑے سرپٹ بھگاتے ہوئے جانب غرب لال کنوئے کی طرف کو
جاتے ہیں اور وہ خیال نہیں کرتے کہ بازار میں کوئی دب جائیگا مجھکو خوب یاد ہے کہ نواب
ولی داد خاں نے اُسوقت کھڑکی بالاخانہ سے سر باہر کر کے بہ آواز بلند مجھسے کہا کہ (لڑکے بچ)
میں ہٹکر اپنے بھائیوں کے ہاتھ پکڑے ہوئے ایک دیوار سے لگ گیا اور وہ سوار میرے
قریب سے نکل گئے اور دفعتاً دُکانیں بازار کی بند ہونا شروع ہوگئیں اور لوگ یہ کہتے تھے
کہ روم وروس کی فوج قاضی کے حوض تک آگئی میں بھاگ کر اندر زنان خانہ کے پہونچا
اور اپنی جدہ ماجدہ سے یہی کہا کہ بازار بند ہوگیا اور روم وروس کی فوج آگئی وہ مجھپر
بہت خفا ہوئیں اور فرمانے لگیں کہ ہمارے خاندان میں کوئی جھوٹ نہیں بولا کرتا ہے
تو کیا ابھی اس عمر میں جھوٹ بولنا سیکھتا ہے میں نے قسم سے کہا کہ (بقیہ نوٹ صفحہ آئندہ)

سپاہیوں نے جیلخانہ کو توڑ ڈالا۔ مسٹر کمپل صاحب جائنٹ مجسٹریٹ
ضلع مرادآباد نے مجسٹریٹ بدایوں کو اطلاع دی کہ بجو خاں قیدی جو ضلع
بدایوں کا تھا اس جیلخانہ سے گروہ قیدیوں کے ساتھ فرار ہو گیا ہے۔ یہ
بجو خاں وہ شخص تھا کہ جس نے مسٹر کوٹ صاحب جائنٹ مجسٹریٹ بہادر بدایوں کو

سوار جاتے ہوتے میں نے بھی دیکھے انہوں نے باور نہ کرکے میرے ایک ہلکا سا طپانچہ مارا کہ
اب جھوٹی قسمیں بھی کھاتا ہے۔ الغرض اسی عرصہ میں میرے جد بزرگوار بھی تشویش کی حالت میں
تشریف لائے اور انہوں نے فرمایا کہ (عزیز) یعنی میرے چچا کو بتایا کہ وہ باہر شہر کے کچہری میں
ہیں اور شہر میں غدر ہو گیا۔ سنا ہے کہ میرٹھ کی فوج کے کچھ سپاہی باغی ہو کر یہاں آ گئے
ہیں اور قتل و غارت گری ہوتی ہے۔ راستے آمد و رفت شہر کے آنے جانے کے بند ہیں۔
اسی عرصہ میں بحکم صاحب مجسٹریٹ بہادر ضلع ڈھنڈھورا پٹا یعنی منادی ہوئی کہ سب لوگ
دکانیں کھولیں چند باغی میرٹھ سے آئے ہیں ان کا انتظام ہو جائیگا اس کے دس یا پندرہ
منٹ کے بعد میرے چچا کچہری سے پالکی میں تشریف لائے تو انہوں نے بیان فرمایا کہ کچہری
میں جب خبر بلوائیوں کی ہوئی تو مفتی صدر الدین صاحب آرزو تخلص جو اسوقت بعہدہ
صدر الصدوری ممتاز تھے فوراً اپنا اجلاس برخاست کرکے چلے گئے وکلا نے مسٹر لسابس صاحب
بہادر جج سے اس خبر کو کہا وہ انفصال مقدمات میں مصروف تھے انہوں نے بھی اجلاس
برخاست کیا اور سب وکلا و عمال روانہ ہوئے وہ بیان کرتے تھے کہ جب شہر پناہ کی کشمیری دروازہ
پر آئے تو وہاں کواڑ بند تھے اور تلنگے فوج سرکاری کے پہرے پر تھے وہ کواڑ نہیں کھولتے
تھے کہتے تھے کہ باغی گھس آئینگے ان سے بہت منت سماجت کی کہ ہم (بقیہ نوٹ صفحہ آئندہ)

قبل غدر زخمی کیا تھا - اور دو برس تک مفرور رہا تھا - آخرش مسٹر
ایڈوارڈس صاحب مجسٹریٹ ضلع کی کوشش سے گرفتار ہوا اور مقید بہ
حبس دوام ہوکر ضلع مرادآباد کے جیلخانہ کو بھیجا گیا تھا ہنوز عبور دریائے شور
نہوا تھا کہ جیلخانہ مرادآباد کے ٹوٹنے سے بدایوں کی طرف بھاگ آیا - یہ خبر

کچہری کے ملازم و وکلا ہیں ہمکو جالئے دو لیکن وہ کب سنتے تھے اتفاقاً مسٹر لباس صاحب جج بہادر
اپنی بگھی بھگائے ہوئے پریشان حالت میں اس طرف سے گذرے اور اُنہوں نے کواڑ
کھلوا کر اندر شہر کے کرادیا - پھر صاحب بہادر اپنی اور ایک میم کی جان بچاکر علی پور کی راہ چلے
گئے بعنایت الٰہی صحیح و سلامت بچ گئے اگر وہ شہر میں آتے تو ضرور مارے جاتے یہاں تک
میرے چچا صاحب نے فوراً اپنے شہر میں آنے کا کہا کہ اب شہر میں لوٹ مار کا بازار گرم
ہوگیا اور بازار بالکل بند ہوا بلوائی اور اُن کے ساتھ شہر کے چند اوباش اکٹھے ہوگئے
اور انگریزوں کی تلاش جا بجا شروع ہوئی اور شہر کی لالٹینیں جو کھمبوں میں لگی تھیں وہ
توڑنا شروع کردیں اور کلرٹیاں اُکھاڑ ڈالیں کہ یہ بھی انگریزوں کی بنائی ہیں پھر اُسی روز
قریب سہ پہر کے کیا دیکھتا ہوں کہ ایک ہاتھی پر مرزا ابوبکر شاہزادہ کم عمر کو باغیوں نے سوار
کرا کے اور ایک منادی نواز آگے آگے یہ منادی کرتا ہوا کہ ملک بادشاہ کا حکم بادشاہ کا
کہ اب سرکار کمپنی کی عملداری گئی کوئی دکاندار دکان بند نہ کرے اور دکانیں کھولے ورنہ
سزا ہوگی خدا کی شان کا ایک نمونہ نظر آیا ایک دن میں دو ڈھنڈورے چند گھنٹوں کے
اندر دو حکمرانوں کے نام سے پٹتے ہوئے دیکھے کیا انقلاب ایک دم میں ہوگیا - اب یہ سنا
کہ صاحب کمشنر بہادر مارے گئے باوجودیکہ اُنکی اردلی میں چند سوار (بقیہ نوٹ لصفحہ آئندہ)

سنکر مجسٹریٹ ضلع بدایوں نے اپنی حفاظت کا بندوبست کیا۔ مگر کسی پولیس
پر اُن کو اطمینان نہ تھا۔ نہ یہ وقت اطمینان کا تھا۔ ضلع کے مغربی حصہ میں
عام طور پر خلاف ورزی قانون شروع ہوئی اور لوٹ مار ہونے لگی۔ دو
زمیندار پرگنہ اسد پور کے جو قوم کے ٹھاکر تھے۔ موضع پتریا میں اہیروں کے ہاتھ سے

نواب جھجر کے اُن کی سواری کے وقت اکثر ہوتے تھے اُسوقت بھی تھے لیکن ان نمک حراموں
نے کچھ نہ کیا دو باغی سوار صاحب بہادر کی بگھی کے پیچھے گھوڑا دوڑا کر بہ ارادہ قتل متعاقب
ہوئے صاحب بہادر نے ایک سوار اردلی کی بندوق لیکر فیر کی ایک سوار گولی کھاکر گر گیا
دوسری بندوق صاحب کو بھری ہوئی اُن کے سوار اردلی نے نہیں دی اُنہوں نے
اپنی بگھی بھگائی قلعہ کے نزدیک آکر اُتر کر قلعہ کے اندر گئے اور پوربیہ سپاہیوں نے جو
گارد فوج کا تعینات رہتا تھا اُن سے کہا کہ دروازہ قلعہ کا بند کرو باغی آتا ہے اُس نے
دروازہ بند نہیں کیا صاحب بہادر قلعہ دار انگریز کے پاس جو قلعہ کے دروازہ پر رہتا تھا
اوپر چڑھکر چلے گئے سنا ہے کہ وہ سوار قلعہ کے دروازہ پر آکر اُترا اور شاید اور بھی اُسکے
ساتھی اُس کے اوپر چڑھ گئے اور صاحب بہادر اور قلعہ دار کے بال بچوں کو اُن بیرحموں
نے قتل کیا۔ اب جا بجا قتل شروع ہو گیا لوگوں نے اپنے اپنے دروازے بند کرلیئے اور
اپنی حفاظت کے لیئے گھروں میں بیٹھے پھر قریب شام کے ایک بہت بڑی آواز مہیب ہوئی
اور سیاہ گرد آسمان پر چھاگئی لوگ حیران تھے کہ یہ کیا آفت آئی معلوم ہوا کہ میگزین
سرکاری اُڑ گیا ایک جوانمرد انگریز اُس میگزین کے اندر محبوس ہو گیا تھا۔ اُس نے دیکھا
کہ میری جانبری کی کوئی صورت نہیں ہے۔ تب اُس نے (بقیہ نوٹ الصفحہ آیندہ)

مارے گئے۔ تیسرے شخص مسلمان مسمّٰے یوسف خاں کو راجپوتوں نے
تھانہ بنادر میں قتل کر دیا۔ ۲۵ رمئی ۱۸۵۷ء کو مسلمانوں کی عید الفطر کا روز
تھا اُس دن مجسٹریٹ ضلع کو یہ غلط اطلاع کسی نہ کسی طرح پہونچی کہ یہاں کے
اہل اسلام بعد نماز عید بلوہ کرینگے۔ صاحب مجسٹریٹ نے یہ خبر سُنکر

میگزین میں آگ دیدی اور اپنے کو ہلاک کیا اور جو باغی اُس کے نزدیک تھے وہ اور بہت
سے تماشائی اور اشخاص راہ گیر بھی اُڑ گئے بلکہ گرد و نواح کے مکانات کو اُس میگزین کے
اُڑنے سے صدمہ پہونچا۔ الغرض وہ دن اور رات جس مصیبت سے گذری کچھ بیان نہیں
ہو سکتا ہے۔ اب گویا بالکل عملداری سرکار کمپنی بہادر کی شہر سے اُٹھ گئی دوسرا دن ہوا
تو باغیوں کو انگریزوں کی تلاش درپیش ہوئی شہر میں جو ملازم یا خیر طلب سرکار تھے
یا جن لوگوں کے نام مخبروں نے لیے کہ اس کے گھر میں کوئی یورپین مرد یا عورت یا
بچہ یا عیسائی ہے اُس کے گھر پر دوڑ آئے اور خانہ تلاشی اور لوٹ شروع ہو گئی ہمارے
دادا اور چچا پر بھی ایک آفت دوسرے روز آئی اور وہ یہ تھی کہ چھوٹی بیگم جس کا ذکر ہم
اوپر کر چکے ہیں ہمارے دیوانخانہ میں عرصہ دراز سے کرایہ پر رہتی تھی اُسکے قتل اور لوٹ
کے لیے باغی آئے اور دادا صاحب اور چچا صاحب سے کہا کہ تمنے انگریزوں کو چھپایا ہے
اور تمہارے اس دیوانخانے میں جو انگریز آئے اُسکو بتاؤ اُن سے کہا کہ وہ تو مسلمان ہے
اور اپنے لڑکوں سے علیحدہ رہتے ہوئے مدت ہوئی وہ اپنی جان کے خوف سے
کل کے دن سے بیچاری کہیں چلی گئی ہے اور اُس کے نوکر چاکر بھی بھاگ گئے اسباب
اور لڑکا اور دو ملازم ہیں) اور ہمارے پاس کوئی نہیں ہے (بقیہ نوٹ صفحہ آئندہ)

مشاہیر مسلمانوں کو اپنے بنگلہ پر طلب کیا اُن کا مشورہ شہر میں امن قایم رکھنے
کی بابت لیا۔ اور اُن کو اُسوقت تک بنگلہ سے جانے نہ دیا جبتک کہ عید کی نماز
کا وقت نہ گذر گیا۔ اُن میں سے بعض اشخاص کو یہ امر ناگوار گذرا کہ ہمکو نماز
عید ادا نہیں کرنے دی۔ اسبات پر عام جماعت میں ایک سخت شورش

وہ حرامزادے کب مانتے تھے پہر سب محلہ والے اور دیگر محلوں کے عمائد لوگ دادا صاحب کے
کہنے سے جمع ہو گئے اور اُن مفسدوں میں بعض اہل شہر بھی ایسے تھے جو ہماری خاندانی
حالت اور ہمارے دادا صاحب مرحوم سے واقف تھے بعض اُن کے ملازم رہے تھے۔ تب
سب مجمع نے بالاتفاق شہادت دی کہ وہ بیگم مسلمان ہے اُس کے اسباب کو نہ لوٹو اور
ان مالکان مکان سے کچھ باز پرس نہ کرو۔ بارے خدا خدا کر کے ہمارے بزرگوں اور عزت دار
عورات کی جان و مال کو ان ظالموں کے ہاتھ سے نجات ملی۔

اب جا بجا سے فوجیں جو باغی ہو گئیں تھیں دہلی میں آنی شروع ہو گئیں۔ قریب پچاس ہزار سپاہ
پیدل و سوار شہر دہلی کے اندر و باہر جمع ہو گئے اور انگریز لوگ کچھ روز دن کالی پہاڑی پر جو شہر
کی جانب غرب و گوشہ شمال ہے اور کشمیری دروازہ و لاہوری دروازہ سے بہت فاصلہ نہیں ہے
اپنا لشکر فراہم کر کے مقابلہ کو مورچہ قایم کر کے مستعد جنگ ہوئے ہر روز صبح سے فوج مقابلہ کو
شہر سے جایا کرتی تھی اور پہاڑی پر سے فوج انگریزی اُتر کر مقابلہ ہوا کرتا تھا اور دونوں جانب
سے آدمی قتل ہوتے تھے انگریزی فوج نے چند مورچہ پہاڑی پر توپوں کے قایم کیے تھے اور
شہر کی فصیل پر کشمیری دروازہ و لاہوری دروازہ وغیرہ پر اور شمن برج پر فوج باغی نے
توپوں کو لگایا تھا تمام رات ہر دو جانب سے گولہ باری ہوتی تھی (بقیہ نوٹ بصفحہ آیندہ)

اور بے ہمی پیدا ہوگئی مگر عمائد مسلمانوں نے عوام کی اس بے ہمی کو فرو کر دیا اور
کسی قسم کا ہنگامہ ہونے نہ دیا۔ مجسٹریٹ ضلع کو اس امر کی نہایت فکر تھی کہ
ایسا نہ ہو شہر میں بلوائی بلوہ کریں اور خزانہ لوٹ لیں۔ خزانہ کی حفاظت پر
گارڈ فوج دیسی پلٹن نمبر ۲۸ بیلی کا متعین تھا مگر وہ بزدل تھا اور اُنپر کوئی

شہر کے اندر کے مکانات جو پہاڑی کے قریب واقع تھے وہ سب شکستہ ہو گئی تھی اور بازاروں
اور گلیوں میں جیسے بم کے گولے پھٹ کر اور ٹکڑے ہو کر گرتے تھے تو اکثر اشخاص زخمی ہوتے
تھے چنانچہ ایک روز قریب نماز مغرب کے اُس بالاخانہ پر جس کا میں اوپر ذکر کر چکا ہوں ایک
گولہ بم کا آکر پھٹا میں بھاگ کر مع اپنے چچا صاحب کے اندر چلا گیا اور میرے اُستاد مولوی
محمد حسین صاحب بدحواسی میں چار پائی کے نیچے جو صحن میں پڑی تھی چھپے اس حرکت پر انکی
سب لوگ ہنستے رہے کہ چار پائی اُن کو کیا پناہ دے سکتی تھی اگر گولہ یا کوئی ٹکڑہ گرتا۔ بارے
خیر گذری کہ وہ بچ گئے اور ایک ٹکڑا گولہ کا ہمارے ایک دوسرے مکان میں ایک تیلی
رعایا رہتا تھا اُس کے گائے کے پاؤں میں لگا فوراً پاؤں ٹوٹ گیا۔ چار مہینہ تک یہ حال تھا
کہ شہر کے اندر کوئی فرد بشر اطمینان سے نہیں رہتا تھا ہر وقت ملک الموت کا سامنا تھا مکان
میں روئی کے لحاف گودڑیاں پانی میں تر کئے رکھی رہتی تھیں۔ جس وقت گولے قلعہ شکن آکر
گرتے فوراً اُس پر یہ چیزیں ڈال دیئے جاتے تھے تاکہ وہ سرد ہو کر اُسی جگہ رہ جائیں۔ الغرض
چار مہینہ کوئی دن اہالیان شہر پر بہت سختی سے گذرے۔ ۱۱ مئی ۱۸۵۷ء کو دس یا
پندرہ روز بعد ایک نادر واقعہ پیش آیا۔ حکیم محمد احسن اللہ خاں وزیر ابوظفر بادشاہ
پر تلنگوں کو شبہ اس امر کا ہوا کہ یہ انگریزوں سے ملے ہوئے ہیں۔ (بقیہ نوٹ بصفحہ آئندہ)

زیادہ معتبر ہوتی تھیں اسمیں اکثر بے عنوانی پائی گئی تو بموجب قانون ۲ ۱۸۰۳ء
رجسٹرار عدالت ججی بریلی و مرادآباد کو حکم رجسٹری اس ضلع کا عطا ہوا پھر ۱۸۲۱ء میں
موقوف ہوگیا۔ قاضیوں کے متعلق رجسٹری تھی اور اسی سال ۱۸۲۱ء ہندو پنڈت اور
مفتی مسلمان واسطے پوسنہ جات اور فتاوے کے مقرر ہوئے بعدہٗ بموجب
قانون ۲ ۱۸۳۲ء کام رجسٹری کا صدر الصدور کے متعلق کیا گیا۔ پھر بموجب
قانون ۳۰ ۱۸۳۸ء کام رجسٹری کا منصفوں کے متعلق کیا گیا۔ انکو فیس رجسٹری
کی ملتی تھی ۱۸۶۲ء میں صدر امین بدایوں رجسٹرار مقرر ہوئے بعد ازاں
۱۸۶۴ء بموجب قانون ۱۶ ۱۸۶۴ء میں عہدہ رجسٹرار و سب رجسٹرار قائم ہوئے
اور رجسٹری متعلق تحصیلداروں کے ہوئی سوائے تحصیل بدایوں کے جو صدر امین
کے متعلق رہی اور رجسٹرار ضلع جج ضلع کے ہوئے۔

تحصیلداروں سے رجسٹری نکالی گئی ہر تحصیل میں علیحدہ
سب رجسٹرار جزواً تنخواہ اور جزواً فیس سے مقرر کیئے گئے۔ چنانچہ اب تک اسی
طور سے عملدرآمد ہے ۱۸۹۶ء تک محکمہ رجسٹری متعلق جج صاحب ضلع شاہجہانپور
بحیثیت رجسٹرار ضلع کے رہا۔ اور اب کل ضلع کی رجسٹری کا محکمہ متعلق جج مرادآباد
بحیثیت رجسٹرار ضلع کے ہے۔

ضلع بدایوں والوں کو نہایت درجہ تکلیف ہے یعنی رجسٹری کے کام کے واسطے اور
نقول لینے کے لیئے ضلع مرادآباد جانا پڑتا ہے اور دیوانی کے واسطے ضلع
شاہجہانپور اور فوجداری کی اپیل کے واسطے بعض وقت بجنور اور بعض وقت
مرادآباد جہاں اڈیشنل جج مرادآباد موجود ہوں جانا ہوتا ہے اور صرف کمشنر

اور سختی سفر برداشت کرنا پڑتی ہے - اہالیان بدایوں نے ایک میموریل صاحب لفٹنٹ گورنر بہادر صوبہ متحدہ کی خدمت میں باین مضمون کہ ضلع بدایوں میں اتفاقیہ کام جج و سب جج علیحدہ ہونا چاہیئے جیسا کہ سابق میں تجویز ہوا تھا بھیجا گیا تھا اسپر گورمنٹ غور فرمانی رہی ہے اور تفتیشات تعداد مقدمات ضلع بدایوں طلب ہوئے ہیں لیکن بظاہر بوجہ اخراجات زائد کے یہ امید بہت کم معلوم ہوتی ہے کہ بدایوں میں جج علیحدہ قایم ہو اگر کچھ اور انتظام محض تقرر سب جج کیا گیا تو اس سے اہالیان بدایوں کو کچھ فائدہ نہیں ہے کیونکہ زیادہ تر انکو تکلیف مقدمات فوجداری و صیغہ رجسٹری سے ہے - رجسٹری کی نقول ہر ایک مقدمہ دیوانی میں درکار ہوتی ہیں اور معائنہ رجسٹروں کا کرنا ضروری ہے اور یہ تکلیف اسوقت رفع نہیں ہوسکتی ہے جبتک کہ ایک جج بدایوں میں علیحدہ باختیار کامل مقرر نہ کیا جائے -

ہمکو امید ہے کہ گورمنٹ عادل بہت جلد غور فرماکر اس تکلیف کو رفع فرمائے گی ورنہ اقل درجہ صیغہ رجسٹری کو بدستور ضلع شاہجہانپور کے متعلق کرنا چاہیئے جہاں کام دیوانی بھی متعلق ہے -

فصل ہفتم

حالات بندوبست مالگذاری ضلع

سنہ ۱۸۰۱ء سے عملداری گورمنٹ انگلشیہ کی بدایوں میں ہوئی نواب وزیر نے جبکہ وہ قرضہ جو بمعاوضہ جنگ روہیلوں نے ایسٹ انڈیا کمپنی کو نہیں دیا بابت اُس کے

تقاضے پر نواب وزیر یعنی نواب سعادت علی خاں نے مطابق عہدنامہ مورخہ
۱۴ نومبر ۱۸۰۱ء جو لارڈ ویلزلی صاحب بہادر گورنر جنرل اور نواب کے درمیان
ہوا ملک روہیلکھنڈ جس میں بدایوں بھی شامل ہے کمپنی کو تفویض کر دیا اور یہ ملک
مفوضہ کہلایا گیا اور کل روہیلکھنڈ میں دو ضلع مقرر ہوئے ایک بریلی اور دوسرا
مرادآباد۔ بدایوں کے کل پرگنات ضلع مرادآباد کے متعلق ہوئے پھر ۱۸۰۵ء
میں تغیر و تبدل اس طور پر ہوا کہ پرگنہ سہسوان و بدایوں و کوٹ و اُجھیانی
و اوسہت و سلیم پور مرادآباد سے خارج ہو کر ضلع بریلی میں شامل کیے گئے اور
باقی پرگنہ راجپورہ - اسد پور - ستاسی - بسولی - اسلام نگر ضلع مرادآباد میں
بدستور رہے۔ بعدہٗ بموجب حکم گورنمنٹ مورخہ ۳۱ - اکتوبر ۱۸۲۳ء ماہ فروری ۱۸۲۴ء
سے یہ ضلع علیحدہ مقرر ہوا۔ اور سہسوان اُسکا صدر مقام قرار پایا۔ مسٹر سوئیٹن ہم
صاحب کلکٹر مقرر ہوئے قانون ہفتم ۱۸۲۲ء کا عملدرآمد شروع ہوا ۱۸۲۷ء میں
مسٹر سوئیٹن ہم تبدیل ہوئے اور اُن کے جانشین مسٹر جے وائٹ صاحب مقرر
ہوئے یہ کلکٹر اپنے ماتحتوں کے اختیار میں تھے۔ اس لیے ضلع کی حالت ۱۸۲۷ء
لغایت ۱۸۳۲ء نہایت خراب رہی۔ مئی ۱۸۳۲ء میں اُنکی معطلی کا حکم پہونچا۔ اس
رنج و الم سے اُنہوں نے بمقام سہسوان تمنچہ مار کر خودکشی کر لی۔ بعدہٗ مسٹر سینڈبرون
صاحب کلکٹر مقرر ہوئے اس سے پہلے سات بندوبست اس ضلع کی عملداری
گورنمنٹ انگلشیہ میں ہو چکے تھے جیسا کہ نقشہ آیندہ سے ظاہر ہوگا۔ اب مسٹر
سینڈبرون نے بموجب آئین نہم ۱۸۳۳ء بندوبست ہشتم شروع کیا۔ مسٹر برون
اور مسٹر کلارک اور مسٹر لونی بھی اس کار بندوبست میں بماتحتی اُن کے کام تشخیص

جمع کا انجام دیتے تھے۔ مسٹر سینڈبرون نے پرگنہ سہسوان۔ اسلام نگر۔ سلیم پور۔ اُجھیانی۔ بدایوں۔ اوسہت اور کوٹ کی جمع تشخیص کی اور اُن کے حدود مقرر کیے۔ اور مسٹر کلارک نے پرگنہ رجپورہ۔ بسولی۔ ستاسی کا بندوبست کیا۔ اور مسٹر لوئی نے پرگنہ اسدپور کی جمع تشخیص کی بعدہ مسٹر تمنس نے ترمیم بندوبست پرگنہ اسلام نگر۔ و اوسہت کی فرمائی۔ جمع کل ضلع کی اس بندوبست میں اولاً [illegible] روپیہ منظور ہوئی تھی لیکن درمیان بندوبست کے جمع ترمیم ہو کر اضافہ [illegible] کا ہوا اور کل جمع بوقت ختم بندوبست کے [illegible] روپیہ تھی۔

بندوبست کی جمع و رقبہ کا حال اس نقشہ سے جو ہم دیتے ہیں بابت حالات بندوبست شاہی و انگریزی بخوبی معلوم ہوگا۔ صفحہ آیندہ دیکھو۔

نقشہ رقبہ و جمع مشخصہ بندوبست من ابتدائے بندوبست عہد اکبری لغایۃ بندوبست حال سنہ ۱۸۹۵ء متعلق ضلع بدایون

نمبر	نام بندوبست	میعاد	سنہ ابتدائی	سنہ انتہائی	رقبہ بکھا یا ایکڑ	اضافہ رقبہ	کمی رقبہ	جمع	اضافہ جمع	کمی جمع	کیفیت
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰	۱۱	۱۲
	بموجب آئین اکبری بندوبست عہد اکبری	۰	۰	۰	۹۲۴۳۳	۰	۰	۳۶۸۲۰۰ خالص ۳۰۴۴۳ ۳۹۸۶۴۳	۰	۰	
۱	بندوبست اول بعہد انگریزی	۳ سال	سنہ ۱۸۰۳ء مطابق سنہ ۱۲۱۱ف	سنہ ۱۸۰۵ء مطابق سنہ ۱۲۱۳ف	۰	۰	۰	۷۴۰۴۹۱	۳۴۱۸۲۸	۰	اس بندوبست میں بوجہ قحط سالی کلکٹروں کو وصول مالگذاری میں بہت دقت ہوئی اور یہ بندوبست اُن ہی لوگوں سے کیا گیا جنھوں نے زیادہ جمع دینے کا اقرار کیا از اں بعد فرار ہوگئے۔
۲	" دوم	"	سنہ ۱۸۰۶ء مطابق سنہ ۱۲۱۳ف	سنہ ۱۸۰۸ء مطابق سنہ ۱۲۱۵ف	۰	۰	۰	۷۰۹۹۱۳	۰	۳۰۵۴۸	اس بندوبست میں مالکان دیہات کے ساتھ انتظام کیا گیا اور جس نے انکار کیا تو ٹھیکہ داروں کو دیہات دلائے گئے اور جو ٹھیکہ داروں نے انکار کیا تو خام تحصیل ہوئی۔

نمبر	نام بندوبست معہ نام حاکم	میعاد	سنہ ابتدائی	سنہ انتہائی	[illegible]	اضافہ جمع	کمی جمع	جمع	اضافہ جمع	کمی جمع	کیفیت
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰	۱۱	۱۲
۳	بندوبست سوم بعہد انگریزی	۳ سال	[illegible]	[illegible]	۰	۰	۰	۷۷۸۶۵۰	۶۸۷۳۷	۰	یہ بندوبست انہیں لوگوں کے ساتھ کیا گیا جنہوں نے زیادہ مالگذاری دینے کا اقرار کیا۔
۴	" چہارم	۴ سال	[illegible]	[illegible]	۰	۰	۰	۹۱۳۱۹۵	۱۳۴۵۴۵	۰	۰
۵	" پنجم	"	[illegible]	[illegible]	۰	۰	۰	"	۰	۰	پندرہ برس میں تین بندوبست ہوئے اور جمع سابق بدستور رہی۔
۶	" ششم	"									
۷	" ہفتم	"									
۸	بندوبست ہشتم بعہد [illegible]	۵ سال (?)	[illegible]	[illegible]	۱۲۳۰۵۸۹	۰	۰	۹۲۸۴۶۰	۱۵۲۰۸۳	۰	بندوبست آئین جمع میں ۹۰۶۰۰۰ کی جمع منظور ہوئی تھی لیکن بعد کو اضافہ ہوا وقت ختم بندوبست مذکور ہ

نمبر	نام بندوبست	میعاد	سنہ ابتدائی	سنہ انتہائی	رقبہ بحساب ایکڑ	اضافہ رقبہ	کمی رقبہ	جمع	اضافہ جمع	کمی جمع	کیفیت
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰	۱۱	۱۲
											اسقدر جمع تھی جو خانہ ۹ میں دکھلائی گئی۔
۹	بندوبست ہشتم بموجب آئین ہشتم سنہ ۳۱	۳۰ سال	سنہ ۱۸۶۴ء مطابق سنہ ۱۲۷۱ف	سنہ ۱۸۹۴ء	۱۲۸۰۹۶۱	۶۰۳۷۱	۰	۱۰۵۷۰۷۷ خالص جمع ۱۳۲۰۶۷۰ نذرانہ ۳۴۸۰۱	۱۲۸۵۹۹	۰	یہ وہ رقم ہے جو واقعی وصول ہوتی ہے اسکے علاوہ ۲۶۵۳۸۱ جمع فرضی ہے جو معافیات پر تحریر ہوتی تھی کل جمع معہ معافیات ۱۳۲۲۴۵۸ تجویز ہوئی تھی۔ جمع جدید سنہ ۱۸۶۶ء سے وصول ہونی شروع ہوئی
۱۰	" دہم	"	سنہ ۱۸۹۵ء	سنہ ۱۹۲۴ء	۱۱۹۸۴۱	۰	۸۶۱۲۰	۱۳۶۵۸۴۵ خالص جمع ۱۳۲۰۶۷۰ نذرانہ ۴۵۱۷۵	۳۰۸۷۶۸ خالص جمع ۳۰۳۳۹۴ نذرانہ ۹۳۷۵		خانہ ۹ میں وہ رقم دکھلائی گئی ہے جو گورنمنٹ کو واقعی وصول ہوتی ہے علاوہ اسکے ۶۶۶۱۳ وہ رقم ہے جو معافیات پر فرضی مشخص ہے اور وصول نہیں کیجاتی ہے اس حساب سے کل جمع تجویز شدہ ۱۴۳۲۴۵۸ ہے۔
											کمی رقبہ جو خانہ ۸ میں دکھلائی گئی ہے اُسکی وجہ یہ ہے کہ اسقدر رقبہ بوجہ دریا بُرد ہوجانے دیہات ملحقہ گنگا در آمد گنگا کے دیگر اضلاع میں شامل ہوگیا۔

بند و بست نہم میں مسٹر کارمیکل صاحب نے بہت نیکنامی حاصل فرمائی یعنی تشخیص جمع کا کام نہایت مشکل تھا - اور مہتمم بندوبست ایک ایسے تنگ راستہ پر چلا کرتے ہیں کہ جن میں ہر دو جانب خندق عمیق ہوتی ہیں کہ اگر ذرا بھی قدم راستہ سے کسی جانب کو نیچا پڑا تو ہلاکت کا احتمال ہوتا ہے

ہماری مراد اس تحریر سے یہ ہے کہ مہتمم بندوبست کے فرائض منصبی نہایت اہم اور مشکل ہیں یعنی اگر انہوں نے سختی کی نگاہ سے گورنمنٹ کی جانب داری پر خیال فرماکر جمع تشخیص کی تو اس سے غریب رعایا کی ہمیشہ کے واسطے حق تلفی ہوتی ہے اور اگر نرمی کو کام فرمایا تو گورنمنٹ کا نقصان - پس ایسی حالت میں مسٹر کارمیکل صاحب نے جادۂ اعتدال اور راستی سے قدم کو نہ بڑھایا - اور معقول جمع حالت موجودہ پر تجویز فرمائی - تاہم بعض زمیندارانِ پر جمع سنگیں بھی اتفاقیہ مشخص ہوگئی کہ جسکی وہ ادا کے متحمل نہ ہوسکے اور اُن کی جائدادیں برباد اور نیلام ہوئیں - لیکن ایسے کمتر زمیندار تھے جن پر یہ اثر پڑا - مسٹر کارمیکل صاحب نے آئین نہم ۱۸۳۳ء کی جمع سے لاکھ [illegible] روپیہ اضافہ فرمایا -

آئین نہم ۱۸۳۳ء کی جمع بھی اس ضلع کی حالت کے لحاظ سے نرم نہ تھی بلکہ اُس سے پیشتر اوائل میں جو جمع مقرر ہوئی تھی اُسکے وصول میں کارپردازانِ گورنمنٹ کو دقت اُٹھانی پڑتی تھی - چنانچہ بندوبست چہارم میں جبکہ لہ لاکھ [illegible] روپیہ ضلع کی جمع تشخیص ہوئی تھی بہت سے دیہات بقایائے مالگذاری کی علت میں نیلام ہوئے - اور جن دیہات کا خریدار نہ ہوا وہ کلکٹر ضلع کو اپنے انتظام میں رکھنے پڑے - دیکھو صفحہ ۱۱ رپورٹ بندوبست ضلع بدایوں مرتبہ مسٹر کارمیکل صاحب بہادر

مطبوعہ ۱۸۷۳ء۔

مسٹر کارمیکل صاحب کے بندوبست کے اثنا میں یعنی ۱۸۶۵ء سے لغایتہ ۱۸۹۵ء بکثرت جائدادیں منتقل ہوئیں جسکا نقشہ ہم ذیل میں رپورٹ بندوبست بدایوں مرتبہ مسٹر سمٹن صاحب بہادر مطبوعہ ۱۹۰۱ء سے دینگے - یہ اکثر بیشی مالگذاری کا نتیجہ تھا کہ زمینداروں نے قرض مہاجنوں سے واسطے ادائے مالگذاری اور اپنے اخراجات ضروری کے پورا کرنے کے لیئے لیا اور مہاجنان سنگدل نے سود کی افزایش کرتے کرتے تھوڑے سے روپیہ کے بدلے سب جائدادیں نیلام کرالیں -

نقشہ انتقالات آراضی ضلع بدایوں جو درمیان بندوبست نہم و دہم واقع ہوئے یعنی من ابتدائی ۱۸۶۵ء لغایتہ ۱۸۹۵ عیسوی

	نمبر		
	۱	مدت	تیس سال ۱۸۶۵ لغایت ۱۸۹۵ء
بذریعہ بیع	۲	تعداد انتقالات	۱۳۴۳۷
	۳	رقبہ آراضی منتقلہ	۵۵۷۵۰۳
	۴	مالگذاری آراضی منتقلہ	۶۲۲۷۹۹
	۵	زرثمن جو بذریعہ انتقال وصول ہوا	۷۳۶۵۰۴۳
	۶	اوسط بحساب فی ایکڑ	سے ۳ر۲-
	۷	پرتہ قیمت بحساب فی روپیہ مالگذاری پر	لعہ ۱۳ر۲
بذریعہ نیلام	۸	تعداد انتقالات	۴۳۱۹
	۹	رقبہ آراضی منتقلہ	۱۶۶۸۳۹
	۱۰	مالگذاری آراضی منتقلہ	۱۹۱۲۵۵
	۱۱	زرثمن جو بذریعہ انتقال وصول ہوا	۱۹۳۱۸۷۶
	۱۲	اوسط قیمت بحساب فی ایکڑ	لعہ ۱۰ر۳
	۱۳	پرتہ قیمت بحساب فی روپیہ مالگذاری پر	لعہ ۲ر۵
کیفیت	۱۴		

چنانچہ نقشہ ذیل سے یہ امر بھی ظاہر ہوگا کہ بوقت بندوبست مسٹر کارمیکل صاحب
جو دیہات بقبضہ اقوام زمیندار پیشہ کے تھے وہ بندوبست حال کے وقت میں
زیادہ تر اُن اشخاص کے قبضہ میں پہونچ گئے تھے جو پیشہ داد و ستد کا کرتے ہیں
یا اُن لوگوں کے قبضہ میں کہ جنہوں نے ملازمت سرکاری یا دیگر وسائل سے روپیہ
جمع کرکے زمینداریوں کو خرید کیا۔ اب افسر بندوبست مسٹر جے۔ ایس مسٹن صاحب
بہادر نے بحکم گورنمنٹ بحیثیت مہتمم بندوبست کے بندوبست فرمایا۔ اس بندوبست
کے وقت عام رعایائے ضلع کے دل میں نہایت خوف اور اندیشہ تھا اور یہ عام
خبر مشہور تھی کہ گورنمنٹ کا یہ خیال ہے کہ ضلع بدایوں کا بندوبست کارمیکل صاحب
نے ملایم کیا تھا اس لیئے اس بندوبست میں سختی ہوگی۔ اِلّا مسٹر جے۔ ایس مسٹن
صاحب بہادر نے اس حزم و ہوشیاری سے اس کام کو انجام فرمایا کہ گورنمنٹ
میں بھی اُنکی نیکنامی ہوئی اور رعایائے بدایوں بھی اُن کی شکر گذار رہی
کسی رعیت نے اس قسم کی شکایت نہیں کی کہ کسی پر ایسی سختی ہوئی کہ وہ ادائے
مالگذاری کا تحمل نہ ہوسکے۔ صاحب بہادر کو میں نے خود اپنی آنکھ سے دیکھا
کہ کوسوں تک ہر ایک موضع میں پیدل ہر ایک کھیت پر جاتے تھے۔ اور
ہر ایک کاشتکار و زمیندار سے حالات خاندانی اور اُسکی گذر اوقات و حالات
اراضی و پیداوار کی نسبت دریافت کرتے تھے مجھکو بھی ایک مرتبہ اپنے ایک
موضع میں صاحب بہادر کے ساتھ بوقت معاینہ جانے کا اتفاق ہوا تھا مگر
میں اُنکے ساتھ پیدل گشت نہ کرسکا۔ الغرض اس ضلع کی جمع جدید بندوبست
۱۸۹۵؁ء میں ۱۳۷۵۸۴۵ روپیہ منظور ہوئی جو علاوہ معافی مالگذاری سرکاری سے

جس سے بندوبست سابق مسٹر کارمیکل صاحب ۳۰۸۷۶۰ کا اضافہ جمع جدید
میں ہوا جو قریب ۲۹ فیصدی کے جمع سابق سے زیادہ ہے - ۱۶ روپیہ فیصدی
ابواب مزید براں ہے - اب اس ضلع کی حالت موجودہ زمانہ میں ایسی نہیں ہے
جو ادائے مالگذاری دشواری ہو - اگر یہی نرخ غلہ کا رہا - لیکن اگر کسی وقت خدا
کے فضل وکرم سے ارزانی غلہ کی ہوئی یا خدانخواستہ قحط واقع ہوا تو ہم یقینی کہتے
ہیں کہ گورنمنٹ عادل کو جمع مجوزہ میں تخفیف کرنی پڑے گی -

نقشہ زمینداری ضلع بدایوں معہ تفصیل قوم و تعداد آراضی بروئے بندوبست سابق
۱۸۶۳ء و بندوبست حال ۱۸۹۵ء

نمبر شمار	[illegible]	بندوبست حال				بندوبست سابق		کیفیت
		[illegible]	تعداد حصہ داران		[illegible]	[illegible]	[illegible]	
			[illegible]	[illegible]				
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹
۱	ٹھاکر	۳۲۸۹۹۷	۸۰۷۳	۷۱۱۰	۲۷٫۵۳	۳۳۲۵۵۲	۳۴٫۰۷	
۲	شیخ	۲۳۹۹۷۶	۴۴۲۳	۸۳۹۲	۳۰٫۰۸	۲۳۱۰۸۳	۱۹٫۴۲	
۳	اہیر	۱۱۳۴۲۵	۵۴۱۶	۳۵۱۰	۱۱٫۱۳	۱۱۹۳۹۷	۹٫۹۶	
۴	بنئے	۱۱۸۰۱۷	۵۶۸	۳۳۷۹	۹٫۸۰	۶۶۲۵۰	۵٫۵۳	
۵	برہمن	۷۹۲۴۸	۲۱۸۲	۳۰۳۷	۶٫۶۳	۶۷۲۴۶	۵٫۶۱	
۶	پٹھان	۶۶۶۶۲	۳۱۹۱	۳۲۳۴۰	۵٫۵۸	۴۲۹۷۱	۳٫۵۹	

نمبر سلسلہ	نام قوم مالکان اراضی	رقبہ مملوکہ بحساب ایکڑ	بندوبست حال — تعداد حصہ داران: مالکان اراضی کاشت	تعداد حصہ داران: مالکان غیر کاشت	فی حصہ دار اوسط رقبہ بحساب ایکڑ	بندوبست سابق — رقبہ بحساب ایکڑ	فی حصہ دار اوسط رقبہ	کیفیت
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹
۷	کائستھ	۶۱۸۰۲	۵۵۹	۱۶۸۱	۵ر۱۷	۷۰۱۸۷	۵ر۸۵	
۸	سید	۳۶۲۴۸	۳۷۳	۱۹۱۹	۳ر۸۹	۴۵۶۸۵	۳ر۷۹	
۹	کھتری	۳۶۳۸۹	۳۰	۲۲۳	۳ر۰۵	۲۷۳۷۹	۲ر۲۰	
۱۰	مہاجن	۳۱۲۳۷	۲۶۳	۱۰۸۵	۲ر۶۱	۲۳۶۹۳	۱ر۹۸	
۱۱	کورمی	۱۰۵۹۴	۷۳۹	۴۷۲	ر۸۹	۱۳۰۲۰	۱ر۰۸	
۱۲	گورمنٹ	۵۱۷۴	۰	ایک	ر۴۳	۱۳	-	یہ وہ اراضی ہے جو بطور نزول القبضہ گورنمنٹ ہے اسکا کوئی زمیندار نہیں ہے
۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	-	
۱۳	گوشائیں	۳۶۶۷	۱۵۹	۱۱۶	ر۳۱	۴۰۱۹	ر۳۴	
۱۴	نومسلم	۳۰۶۵	۹۶	۱۱۰	ر۲۶	۹۸۶۱	ر۵۷	
۱۵	تیلی	۲۹۱۵	۱۹	۷۸	ر۲۴	۲۰۳۶	ر۱۷	
۱۶	مغل	۲۲۱۳	۴۵	۱۲۱	ر۱۹	۲۳۲۹۶	۱ر۹۴	
۱۷	جاٹ	۲۱۲۳	۳۲	۷۲	ر۱۸	۲۱۰	ر۰۲	
۱۸	کرچیہ	۱۹۹۹	۹۹	۴۹	ر۱۷	۱۲۱۶	ر۱۰	
۱۹	عیسائی	۱۸۰۶	۲	۱۱	ر۱۵	۱۳۸۹۸	۱ر۰۸	
۲۰	مراؤ	۱۲۲۳	۸۵	۸۹	ر۱۰	۶۶۶	ر۰۵	

نمبر شمار	تفصیل زمینداران کی ذاتیں	بندوبست حال				بندوبست سابق		کیفیت
		رقبہ بحساب ایکڑ	تعداد حصہ داران		فیصدی حصہ	رقبہ بحساب ایکڑ	فیصدی حصہ	
			[illegible]	[illegible]				
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹
۳۱	فقیر	۱۲۱۷	۴۵۶	۱۹۴	۱۰ر	۱۳۵۲	۱۱ر	
۳۲	بیراگی	۱۰۴۶	۳۵	۵۰	۰۹ر	۹۴۷	۰۸ر	
۳۳	چمار	۸۲۵	۳۸	۲۹	۰۷ر	۳۴۳	۰۳ر	
۳۴	گڈریہ	۷۸۲	۵۷	۱۵	۰۷ر	۵۰۷	۰۴ر	
۳۵	کمبوہ	۵۱۵	۵	۱۹	۰۵ر	۲۹۳	۰۲ر	
۳۶	متعلق زیارات	۲۰۱۰	۰	۰	۲۳ر	۳۰۲۶	۲۵ر	اس آراضی کا کوئی شخص خاص مالک نہیں ہے بلکہ واسطے صرف زیارات کے عہد شاہی سے معاف ہیں خدام یا متولی اپنے اہتمام سے آمدنی صرف کر سکتے ہیں اور خود بھی کھاتے ہیں۔
۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	
۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	
۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	
۳۷	متعلق مندر	۲۹۷۲	۰	۱	۲۵ر	۴۶ ایکڑ	۰	اہل ہنود کے اکثر مندر جابجا بنائے ہوئے انہیں لوگوں نے واسطے مصارف کے حقیقت زمینداری بھی وقف کر دی۔
۳۸	متفرق	۶۶۳۴	۵۹۰	۴۲۲	۵۷ر	۱۲۲۶۰	۱ر۰۲	
		۱۱۹۴۸۱	۲۵۵۲۵	۳۶۴۲۱	۱۰۰ر	۱۱۹۹۵۶	۱۰۰ر	میزان کل

اس ضلع میں کاشتکار پیشہ اشخاص زیادہ ہیں۔ گذشتہ مردم شماری میں فیصدی اسی
کاشتکار و مزدور تھے کل ضلع میں دو قصبہ ایسے ہیں جنکی آبادی دس ہزار سے
زیادہ ہے۔ یعنی بدایوں جسکی آبادی بندوبست سابق ۱۲۸۲ف کی ۳۵۳۷۲ ہے
اور سہسوان جسکی مردم شماری ۱۵۶۰۱ تھی۔ آبادی تھوڑی تھوڑی بڑھتی جاتی ہے
چنانچہ مردم شماری ۱۹۱۱ء میں بدایوں خاص کی آبادی ۳۹۰۳۱ ہے اور سہسوان
کی ۱۸۰۰۴ ہے۔ اگرچہ یہ شہر بدایوں مسلمانوں کا مشہور شہر ہے۔ مگر ضلع میں چھٹے
حصہ سے زیادہ مسلمان نہیں ہیں۔ جنمیں بہت سے لوگ نومسلم ہیں۔ جو تحصیل سہسوان
کی کھادر میں گوڑا اور گوہار کے نام سے مشہور ہیں۔ ہندوؤں میں چمار سب سے
زیادہ ہیں۔ اس کے بعد تعداد اہیروں کی ہے جو کل مردم شماری ضلع میں دس
فیصدی کے حساب سے ہیں۔ یہ اہیر لوگ تحصیل گنور کے جنگل ڈھاکہ میں زیادہ
تر آباد ہیں اور چوری مویشی کے عادی ہیں۔ برہمنوں اور ٹھاکروں کی مردم شماری
بحساب ۸ فیصدی۔ اور برہمن کم زراعت پیشہ ہیں۔ داتا گنج جنگھاری اور پرگنہ کوٹ
وبسولی میں بنس اور گور ٹھاکر مشہور ہیں۔ اور قوم جنگھاری سے بڑھکر کوئی حالت
تنزل میں نہیں ہے۔ بندوبست سابق میں ۸۰ فیصدی مع کاشتکاران
ساقط الملکیت کے موروثی تھے اور ۱۲ فیصدی غیر موروثی ہیں ٹھاکروں کی
زمینداری میں کمی ہوئی وقت بندوبست گذشتہ کے بحساب ۶۲۔۱۲ تھے اور
اب بندوبست حال میں ۲۷۔۶ فیصدی تھی۔ کوٹ اور ستاسی کے ٹھاکر
خانہ جنگی وغیرہ میں برباد ہوتے۔ صرف جھنگارہ خاندان اپنے حال میں رہا۔
ٹھاکروں کی زمینداری نکلکر بنیوں اور کھتریوں کے پاس خاصکر احتجاکشتن گیا۔

کے پاس گئی - ممتاز زمیندار زائد تر اس ضلع میں مسلمان ہیں بندوبست سابق کے مسلمان زمینداروں کی تعداد اسوقت بظاہر ترقی پذیر معلوم ہوتی ہے لیکن یہ حالت اطمنان بخش نہیں ہے کیونکہ جو مسلمان مقروض ہیں اُن کی جائدادیں یقیناً آج نہیں تو کل سود خوار قرضخواہوں کے قبضہ میں پہونچ جائینگی -

اہیروں نے کچھ ترقی کی خاص گنور کی تحصیل میں اہیروں کے ۱۱.۴ فیصدی ہے کل ضلع میں انکے قبضہ میں زمینداری پچھلے بندوبست میں فیصدی ۱۰ کے حساب سے تھی کایستھ اور برہمن اُسی حالت میں ہیں جو مسٹر کاربیکل کے وقت میں تھے -

آئندہ گورمنٹ کے غور کرنے کی بات ہے کہ جن ٹھاکروں کے زمینداری نہیں رہی ہے اُن کا انجام کیا ہوگا - اس مقام پر ہم ایک نقشہ رپورٹ بندوبست حال نقل کرتے ہیں جس سے یہ دریافت ہو سکتا ہے کہ کسقدر رقبہ مربع ہر ایک تحصیل میں بوقت بندوبست حال کسقدر مردم شماری تھی -

نقشہ بابت رقبہ و مردم شماری ضلع بدایوں مطابق رپورٹ مسٹر مسٹن صاحب بہادر سنہ ۱۸۹۵ء

نام تحصیل	رقبہ بحساب میل مربع			مردم شماری ۱۸۹۱ء	اوسط مردم شماری بحساب آبادی فی میل مربع
	تمام	مزروعہ	فیصدی مزروعہ بمقابلہ تمام رقبہ		
گنور	۳۱۷٫۱	۱۹۷٫۰	۶۲	۱۳۸۵۲۲	۴۳۷
بسولی	۳۶۰٫۵	۳۰۲٫۱	۸۴	۱۹۷۳۰۶	۵۴۷
سہسوان	۳۹۲٫۴	۲۶۱٫۶	۶۷	۱۵۴۷۰۵	۳۹۵
داتاگنج	۳۷۶٫۹	۲۵۶٫۸	۶۸	۱۸۹۳۷۸	۵۰۲
بدایوں	۴۲۰٫۰	۲۸۳٫۶	۶۸	۲۲۴۱۸۲	۵۳۴
میزان کل ضلع	۱۸۶۶٫۹	۱۳۰۱٫۱	۷۰	۹۰۴۰۹۳	۴۸۴

فصل نہم

مردم شماری ضلع بدایوں معہ تفصیل اقوام باعتبار مذہب وپیشہ وعمر وغیرہ

اب ہم مردم شماری ضلع ہذا کی ابتدا سے ۱۸۵۳ء لغایت ۱۹۰۱ء جس جس سال میں بعہد گورنمنٹ انگلشیہ ہوئی ہے اس مقام پر درج کرتے ہیں اور جہاں تک ممکن ہوگا اُن کے مذاہب کی اور پیشہ معہ تفصیل قوم اور عمر وغیرہ کے جس جس مردم شماری میں بمکو کاغذات منظورہ شدہ گورنمنٹ سے حالات دریافت ہوئے ہیں وہ لکھیں گے اور نقشہ علیحدہ تفصیل وار درج کیئے جایئں گے جس سے ناظرین کو یہ بات معلوم ہوگی کہ کسوقت کسقدر مردم شماری اس ضلع کی تھی اور اقوام میں کیا کمی بیشی ہوئی اور کونسی قوم کی زمینداری تھی اور ہے اور پیشہ ور لوگ کس تعداد سے اس ضلع میں آباد ہیں اور خواندہ اور ناخواندہ کسقدر ہیں۔

نقشہ نمبر ا کل مردم شماری ضلع بدایوں من ابتدائے ۱۸۵۳ء لغایتہ ۱۹۰۱ء

سنہ عیسوی	مرد	عورات	میزان کل	تعداد فی میل مربع	ہندو	مسلم	کیفیت
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸
سنہ ۱۸۵۳ء	۰	۰	۱۰۴۵۸۶۸	۴۳۴	۰	۰	اس سال سے مردم شماری باضابطہ سرکار سے

سنہ عیسوی	مرد	عورت	میزان کل	[illegible]	[illegible]	[illegible]	کیفیت
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸
							شروع ہوئی اس سے سابق مردم شماری بصحت معلوم نہیں
سنہ ۱۸۵۵ء	۰	۰	۸۸۹۸۱۰	۴۵۱	۴۳۹۴۲	۰	اس سال دوبارہ مردم شماری ہوئی اور تعداد میں اضافہ ہوا
سنہ ۱۸۶۸ء	۵۰۳۸۴۳	۴۳۰۸۲۷	۹۳۴۶۷۰	۴۶۶	۴۴۸۶۰	۰	اس سال تیسری مردم شماری ہوئی چونکہ زمانہ بندوبست تھا لہذا معہ تعداد مرد و زن مندرج ہوئی۔
سنہ ۱۸۸۱ء	۴۸۷۳۵۱	۴۱۹۱۰۰	۹۰۶۴۵۱	۴۵۳	۰	[illegible] ۱۱۶۷۴ [illegible] ۹۱۳۴	بوجہ قحط سالی [illegible] کے اس ضلع میں بکثرت غربا فوت ہوئے اس لیے بیشی کے کمی واقع ہوئی
سنہ ۱۸۹۱ء	۴۹۸۳۳۹	۴۲۷۶۴۳	۹۲۵۹۸۲	۴۵۹	مرد ۱۰۹۹۸ عورت ۸۵۳۳ میزان ۱۹۵۳۱	۰	اس سال مردم شماری پانچویں مرتبہ ہوئی

نام تحصیل	مذہب	دس سالہ عمر تک				دس سالہ سے پندرہ تک				پندرہ سے بیس تک				زندہ بیس				میزان کل			کیفیت
		خواندہ		ناخواندہ		خواندہ		ناخواندہ		خواندہ		ناخواندہ		خواندہ		ناخواندہ		مرد	عورت	میزان کل	
		مرد	عورت	مرد	عورت	مرد	عورت	مرد	عورت	مرد	عورت	مرد	عورت	مرد	عورت	مرد	عورت				
اسبولی	مسلمان	۰	۲	۳۴۳۹	۳۸۶۲	۳۰	۳	۱۸۶۸	۱۳۹۰	۳۰	۶	۱۲۷۵	۱۰۲۳	۱۳۲۰	۱۰	۸۴۳۰	۷۳۸۳	۱۵۷۳۳	۱۳۶۹۹	۲۹۴۳۳	
	دیگر قوم	۳	۲	۲۶۷	۲۵۲	۱۳	۶	۱۰۹	۷۱	۱۵	۶	۸۱	۷۷	۱۲۳	۱۳	۳۷۲	۳۷۸	۱۰۸۳	۹۰۷	۱۹۹۰	
میزان	۰	۷۶	۱۲	۲۷۶۱۳	۲۶۸۶۵	۲۸۰	۱۹	۱۳۳۳۰	۹۲۰۸	۲۷۸	۲۳	۹۶۰۴	۶۶۴۹	۱۷۷۰	۸۰	۶۰۲۷۹	۵۵۴۶۰	۱۱۳۳۳۱	۹۸۲۷۹	۲۱۱۵۰۷	۰
واناگنج	ہندو	۶۷	۱۱	۳۲۸۶۳	۳۲۵۵۱	۳۱۰	۱۹	۱۱۵۸۸	۷۲۳۱	۲۸۰	۲۰	۷۳۹۷	۵۵۹۶	۱۵۶۶	۷۵	۵۶۸۹۱	۵۰۰۲۶	۱۰۱۹۵۲	۸۵۵۲۹	۱۰۷۴۸۱	
	مسلمان	۳	۲	۳۴۴۷	۳۲۸۴	۱۴	۰	۱۴۰۷	۱۲۴۸	۳۱	۰	۱۰۸۲	۹۳۱	۲۴۹	۱۳	۷۳۳۰	۶۶۹۱	۱۳۸۶۳	۱۲۱۶۹	۲۶۰۳۳	

نام تحصیل	مذہب	دس سالہ عمر تک				دس سالہ سے پندرہ تک				پندرہ سے بیس تک				زائد بیس سے				میزان کل			کیفیت
		خواندہ		ناخواندہ		خواندہ		ناخواندہ		خواندہ		ناخواندہ		خواندہ		ناخواندہ		مرد	عورت	میزان کل	
		مرد	عورت	مرد	عورت	مرد	عورت	مرد	عورت	مرد	عورت	مرد	عورت	مرد	عورت	مرد	عورت				
میزان کل		۷۰	۱۰	۲۶۵۹۴	۲۴۲۳۱	۲۴۴	۱۰	۱۱۸۸۱	۸۱۳۰	۲۵۸	۲۱	۸۵۷۹	۶۲۷۹	۲۱۱۰	۹۰	۵۵۱۸۴	۴۹۴۴۴	۱۰۴۹۲۳	۸۸۸۰۵	۱۹۳۶۲۸	
گنگوہ	ہندو	۷	۸	۲۰۲۹۷	۱۷۸۰۰	۸۵	۱۲	۸۸۴۹	۶۲۷۴	۱۱۲	۱۲	۹۰۹۰	۴۳۷۲	۹۱۸	۳۸	۴۹۵۷	۳۶۱۸۸				
″	مسلمان	۵	۵	۲۲۶۹	۲۳۳۳	۲۱	۹	۱۱۲۳	۸۷۲	۳۱	۴	۷۴۹	۵۸۸	۲۶۹	۱۳	۵۴۳۴	۴۷۱۶				
	دیگر قوم	۱	۱	۲۳۲	۱۷۵	۸	۱	۱۰۴	۷۶	۱۲	۳	۷۴	۵۵	۹۲	۴	۳۸۰	۳۸۶				
میزان کل		۱۳	۱۴	۲۲۹۹۸	۲۰۳۰۶	۱۱۴	۲۲	۱۰۰۹۶	۷۲۲۲	۱۵۵	۱۹	۴۹۱۳	۵۰۱۵	۱۲۷۹	۵۵	۲۴۶۸۰	۴۱۲۹۰				

نام تحصیل	مذہب	دس سالہ عمر تک				دس سالہ پندرہ تک				پندرہ سے بیس تک				زائد بیس سے				میزان الکل			کیفیت
		خواندہ		ناخواندہ		خواندہ		ناخواندہ		خواندہ		ناخواندہ		خواندہ		ناخواندہ		مرد	عورت	میزان الکل	
		مرد	عورت	مرد	عورت	مرد	عورت	مرد	عورت	مرد	عورت	مرد	عورت	مرد	عورت	مرد	عورت				
میزان کل ضلع	ہندو	۳۷۷	۶۱	۱۱۳۶۲۳	۱۰۵۸۴۳	۱۲۲۱	۷۹	۵۲۵۴۷	۳۶۰۳۱	۱۲۹۳	۹۶	۳۴۶۷۱	۲۴۶۰۷	۸۲۸۵	۳۸۵	۲۲۴۶۴۳	۲۱۹۳۹۴				
	مسلمان	۱۰۰	۱۹	۲۲۲۸۴	۲۱۳۹۹	۴۶۳	۳۷	۱۰۴۸۱	۹۵۵۷	۴۳۳	۳۲	۴۸۳۹	۴۰۲۹	۲۵۳۴	۱۳۱	۴۴۹۵۹	۴۴۲۵۸				
	دیگر قوم	۵۰	۲۹	۱۲۲۳	۱۰۵۴	۱۱۳	۴۳	۵۳۴	۴۳۲	۱۰۳	۴۵	۳۶۷	۳۴۱	۶۴۷	۱۰۸	۲۲۳۵	۲۲۵۴				
	میزان الکل ضلع	۵۲۷	۱۰۹	۱۳۷۱۳۰	۱۲۸۲۹۶	۱۷۹۷	۱۵۹	۶۳۵۶۲	۴۶۰۲۰	۱۸۲۹	۱۷۳	۳۹۸۷۷	۲۸۹۷۷	۱۱۴۶۶	۶۲۴	۲۷۱۸۳۷	۲۶۵۹۰۶	میزان تمام ضلع کی ۱۰۲۵۵۵۳ ہے			

نقشہ نمبر ۳ مردم شماری تحصیل وار ضلع بدایوں بابت سال ۱۹۰۱ء

نمبر شمار	نام تحصیل	ہندو			مسلمان			دیگر اقوام			کل آبادی		
		مرد	عورت	میزان	مرد	عورت	میزان	مرد	عورت	میزان	مرد	عورت	میزان
۱	بدایوں	۹۸۳۱۵	۸۳۰۴۶	۱۸۱۳۶۱	۳۰۱۵۷	۲۸۸۳۵	۵۸۹۹۲	۱۴۴۰	۱۳۴۸	۲۷۸۸	۱۲۹۹۱۲	۱۱۳۲۲۹	۲۴۳۱۴۱
۲	بسولی	۹۶۴۱۴	۸۳۶۸۰	۱۸۰۰۹۴	۱۵۷۳۴	۱۳۶۸۹	۲۹۴۲۳	۱۰۸۳	۹۰۷	۱۹۹۰	۱۱۳۲۳۱	۹۸۲۷۶	۲۱۱۵۰۷
۳	داتاگنج	۱۰۱۹۹۲	۸۵۵۲۹	۱۸۷۴۸۱	۱۳۸۶۴	۱۲۱۶۹	۲۶۰۳۳	۸۹۰	۷۸۲	۱۶۷۲	۱۱۶۷۰۶	۹۸۴۸۰	۲۱۵۱۸۶
۴	سہسوان	۸۵۶۸۴	۷۱۳۱۸	۱۵۷۰۰۲	۱۸۲۹۳	۱۶۶۳۱	۳۴۹۲۴	۹۴۶	۷۵۶	۱۷۰۲	۱۰۴۹۲۳	۸۸۷۰۵	۱۹۳۶۲۸
۵	گنور	۷۷۳۳۵	۶۴۷۰۴	۱۴۲۰۳۹	۱۰۱۱۰	۸۵۳۸	۱۸۶۴۸	۹۰۳	۷۰۱	۱۶۰۴	۸۸۳۴۸	۷۳۹۴۳	۱۶۲۲۹۱
۶	میزان کل	۴۵۹۷۰۰	۳۸۸۲۷۷	۸۴۷۹۷۷	۸۸۱۵۸	۷۹۸۶۲	۱۶۸۰۲۰	۵۲۴۲	۴۴۹۴	۹۷۵۶	۵۵۳۱۲۰	۴۷۲۶۳۳	۱۰۲۵۷۵۲

نقشہ نمبر ۴ مردم شماری قصبہ جات جنمیں قواعد میونسپلٹی جاری ہیں مع تفصیل مذہب بابت مردم شماری سنہ ۱۹۰۱ عیسوی

نمبر شمار	نام میونسپلٹی	ہندو			مسلمان			جین			عیسائی			دیگر			میزان کل			کیفیت
		مرد	عورت	میزان	مرد	عورت	میزان	مرد	عورت	میزان	مرد	عورت	میزان	مرد	عورت	میزان	مرد	عورت	میزان	
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰	۱۱	۱۲	۱۳	۱۴	۱۵	۱۶	۱۷	۱۸	۱۹	۲۰	۲۱
۱	بدایوں	۸۶۲۱	۷۴۱۲	۱۶۰۳۳	۱۰۶۶۳	۱۱۳۳۲	۲۱۹۹۵	۰	۰	۰	۲۰۰	۲۰۸	۴۰۸	۲۸۴	۳۱۱	۵۹۵	۱۹۷۶۸	۱۹۲۶۳	۳۹۰۳۱	کل ضلع بدایوں میں خانہ نمبر ۱۷ میں آریہ ۵۶۹ سکھ ۱۶
۲	سہسوان	۴۳۹۴	۳۶۷۳	۸۰۶۷	۴۷۴۳	۴۹۶۳	۹۷۰۶	۰	۰	۰	۶۴	۵۸	۱۲۲	۶۳	۴۶	۱۰۹	۹۲۶۴	۸۷۴۰	۱۸۰۰۴	اور : نمبر ۱۵ میں آریہ ۲۶۶ سکھ ۸ و خانہ نمبر ۱۶ میں آریہ ۳۰۳ سکھ ۸ شامل ہیں۔
۳	اُجھیانی	۲۷۲۴	۲۳۶۶	۵۰۹۰	۱۴۰۸	۱۳۱۸	۲۷۲۶	۰	۳	۳	۲۳	۲۱	۴۴	۲۷	۲۶	۵۳	۴۱۸۲	۳۷۳۵	۷۹۱۷	

نمبر شمار		۱	۲	میزان کل ہر چہار میونسپلٹی
نام میونسپلٹی		۲	جہنسی	
ہندو	مرد	۳	۲۳۱۷	۱۸۱۵۶
	عورت	۴	۲۱۰۴	۱۵۵۵۵
	میزان	۵	۴۵۲۱	۳۳۷۱۱
مسلمان	مرد	۶	۶۳۴	۱۷۴۴۸
	عورت	۷	۵۵۸	۱۸۱۷۱
	میزان	۸	۱۱۹۲	۳۵۶۱۹
جین	مرد	۹	۸۸	۸۸
	عورت	۱۰	۷۰	۷۳
	میزان	۱۱	۱۵۸	۱۶۱
عیسائی	مرد	۱۲	۴۰	۳۲۷
	عورت	۱۳	۴۸	۳۳۵
	میزان	۱۴	۸۸	۶۶۲
دیگر	مرد	۱۵	۴۳	۴۱۷
	عورت	۱۶	۳۳	۴۱۷
	میزان	۱۷	۷۶	۸۳۴
میزان کل	مرد	۱۸	۳۲۲۲	۳۶۴۳۶
	عورت	۱۹	۲۸۱۳	۳۴۵۵۱
	میزان	۲۰	۶۰۳۵	۷۰۹۸۷
کیفیت		۲۱		

نقشہ اقوام ہنود بابت مردم شماری ۱۹۰۱ء

نمبر سلسلہ	نمبر پنچایت	ذات		مرد	عورت	میزان
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷
۱	۰	اہیر	۰	۷۸۱۷۸	۶۵۷۲۷	۱۴۳۹۰۵
۲	۰	اہیر	۰	۱۶۳۲	۱۱۸۴	۲۸۱۶
۳	۰	آرکھ	۰	۳	۷	۹
۴	۰	باوکہ	۰	۷۳	۴۶	۱۱۹
۵	۰	بہلیا	۰	۹۵۲	۷۷۴	۱۷۲۶
۶	۰	بنجارہ	۰	۲۱	۲۵	۴۶
۷	۰	بڑھئی	۰	۹۳۱۸	۷۸۷۴	۱۷۱۹۲
۸	۰	باری	۰	۳۰۹	۲۲۰	۵۲۹
۹	۰	بیلدار	۰	۶۷	۳۵	۱۰۲
۱۰	۰	بنگالی	۰	۱۶	۱۳	۲۹
۱۱	۰	بھگت	۰	۱۸	۹	۲۷
۱۲	۰	بھنگی	۰	۷۶۰۳	۶۵۱۴	۱۴۱۱۷
۱۳	۰	بھانتو	۰	۱	۰	۱
۱۴	۰	بھڑبجی	۰	۳۹۹۷	۳۴۵۶	۷۴۵۳
۱۵	۰	بھاٹ	۰	۱۱۳۸	۸۳۳	۱۹۷۱

[illegible]	[illegible]	ذات		مرد	عورت	میزان
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷
۱۶	۰	بہیسن	۰	۳۳۹۴۶	۲۶۹۹۲	۶۰۹۳۸
۱۷	۰	پنکھیا	۰	۳۹	۲۰	۵۹
۱۸	۰	پاسی	۰	۵۶۸۷	۴۶۱۶	۱۰۳۰۳
۱۹	۰	پتریا	۰	۱	۱	۲
۲۰	۰	پٹوا	۰	۸۰۸	۵۹۳	۱۴۰۱
۲۱	۰	بھنگا	۰	۱۹	۱۲	۳۱
۲۲	۰	تمولی	۰	۴۰۱	۲۹۶	۶۹۷
۲۳	۰	تیلی	۰	۷۱۵۷	۶۰۲۰	۱۳۱۷۷
۲۴	۰	ٹھٹھیرا	۰	۳۸	۳۲	۷۰
۲۵	۰	جاٹ	۰	۲۷۱۲	۲۱۵۴	۴۸۶۶
۲۶	۰	جوشی	۰	۷۴۳	۶۰۰	۱۳۴۳
۲۷	۰	چمار	۰	۷۰۱۶۰	۶۳۸۴۶	۱۳۴۰۰۶
۲۸	۰	چھیپی	۰	۲۵۱	۱۷۵	۴۲۶
۲۹	۰	حلوائی	۰	۴۹	۵۰	۹۹
۳۰	۰	درزی	۰	۱۷۲۰	۱۳۷۶	۳۰۹۶
۳۱	۰	دھانک	۰	۷۰۹	۵۳۷	۱۲۴۶
۳۲	۰	ڈھاری	۰	۱	۰	۱

نمبر شمار	نمبر شاخ	ذات		مرد	عورت	میزان
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷
۳۳	۰	دھوبی	۰	۷۶۸۵	۶۴۸۴	۱۴۱۶۹
۳۴	۰	دوساند	۰	۴۴	۲۰	۶۴
۳۵	۰	راج	۰	۳۹	۲۸	۶۷
۳۶	۰	راجپوت	۰	۰	۰	۰
	۱	۰	ابیٹھا	۱	۰	۱
	۲	۰	باچھل	۱۴۱۰	۱۳۱۰	۲۷۲۰
	۳	۰	بیس	۳۴۳۲	۲۷۲۱	۶۱۴۳
	۴	۰	بڑگوجر	۱۶۶۸	۱۲۲۰	۲۸۸۸
	۵	۰	بیساوریا	۴۷۷	۳۸۳	۸۶۰
	۶	۰	بھاٹی	۵۸	۸	۶۶
	۷	۰	بسن	۴۵	۲۵	۷۰
	۸	۰	بنائیلہ	۰	۱	۱
۳۶	۹	رجپوت	چترکوہ	۲۰۳	۲	۲۰۵
//	۱۰	//	چندیل	۹۰۴	۸۰۶	۱۷۱۰
//	۱۱	//	چوہان	۳۵۱۶	۲۷۸۳	۶۲۹۹
//	۱۲	//	دیکاڑا	۸۳	۱۶	۹۹
//	۱۳	//	گہلوٹ	۲۱۹	۱۵۰	۳۶۹

نمبر جدول	نمبر مقابلہ	ذات		مرد	عورت	میزان
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷
۳۶	۱۴	راجپوت	گہرواڑ	۱۶	۰	۱۶
//	۱۵	//	گور	۲۸۷۹	۲۳۷۲	۵۲۵۱
//	۱۶	//	گوتم	۲۰۳۲	۱۶۸۲	۳۷۱۴
//	۱۷	//	جادون	۲۹۴	۱۹۷	۴۹۱
//	۱۸	//	چندربنسی	۱۲	۲	۱۴
//	۱۹	//	چیپاڑیہ	۲۸۹	۲۳۶	۵۲۵
//	۲۰	//	کچھواہا	۱۶۵	۱۰۹	۲۷۴
//	۲۱	//	کل ہنس	۰	۱	۱
//	۲۲	//	کٹھریا	۲۵۹۰	۱۸۹۹	۴۴۸۹
//	۲۳	//	نکومبیا	۷۴	۵۹	۱۳۳
//	۲۴	//	پنوار	۵۳۴	۳۲۸	۸۶۲
//	۲۵	//	پرہار	۷	۱۰	۱۷
//	۲۶	//	پچھدیہ	۱۳	۱۱	۲۴
//	۲۷	//	رگھوبنسی	۲۰۳	۱۴۴	۳۴۷
//	۲۸	//	ریکوار	۳۵۴	۲۸۲	۶۳۶
//	۲۹	//	راجکوار	۸۲۳	۶۸۰	۱۵۰۳
//	۳۰	//	سنہوریہ	۱۲۹۵	۱۱۱۲	۲۴۰۷

سلسلہ نمبر	نمبر	ذات		مرد	عورت	میزان
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷
۳۶	۳۱	چھوٹی	سنگار	۳	۴	۷
"	۳۲	"	سکروار	۲۹	۳۵	۱۰۲
"	۳۳	"	شلنگی	۸۴۱	۷۱۰	۱۵۵۱
"	۳۴	"	سوم بنسی	۲۳۵	۱۸۰	۴۱۵
"	۳۵	"	سورج بنسی	۰	۲	۲
"	۳۶	"	لوتقر	۱۸۸۴	۱۴۳۹	۳۳۲۳
"	۳۷	"	دیگر	۸۳۰۶	۶۴۹۸	۱۴۸۰۴
میزان کل				۳۴۹۵۴	۲۷۴۱۷	۶۲۳۷۱
۳۷	۰	سُنار	۰	۳۶۱۶	۳۰۰۰	۶۶۱۶
۳۸	۰	صیقل گر	۰	۱۸۳	۱۴۲	۳۲۵
۳۹	۰	فقیر	۰	۳۴۵۱	۲۸۰۲	۶۲۵۳
۴۰	۰	کاچھی	۰	۲۷۹۷	۲۱۰۸	۴۹۰۵
۴۱	۰	سرٹھیرا	۰	۱۷۷۷	۱۴۲۵	۳۲۰۲
۴۲	۰	کہار	۰	۲۵۳۷۱	۲۱۵۷۲	۴۶۹۴۳
۴۳	۰	کلوار	۰	۹۶۷	۸۶۶	۱۸۳۳
۴۴	۰	سنجھر	۰	۳۵۹	۳۱۴	۶۷۳

نمبر شمار	نمبر [illegible]	ذات		مرد	عورت	میزان
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷
۴۵	۰	کائستھ	۰	۵۵۶۸	۴۹۱۸	۱۰۴۸۶
۴۶	۰	کھاگی	۰	۵۳۴۱	۴۴۰۷	۹۷۴۸
۴۷	۰	کھٹک	۰	۲۵۳۶	۲۰۲۸	۴۵۶۴
۴۸	۰	کھتری	۰	۲۴۷	۱۹۳	۴۴۰
۴۹	۰	کسان	۰	۱۴۶۹۱	۱۲۲۹۹	۲۶۹۹۰
۵۰	۰	گڈریہ	۰	۱۴۵۵۵	۱۳۴۹۴	۲۸۰۴۹
۵۱	۰	کوہبر	۰	۱۸۲۵	۱۳۸۲	۳۲۰۷
۵۲	۰	لودھا	۰	۴۷۱۶	۳۸۲۷	۸۵۴۳
۵۳	۰	لوہار	۰	۱۸۱۹	۱۴۲۳	۳۲۴۲
۵۴	۰	لونیا	۰	۱۴۴۷	۱۲۷۷	۲۷۲۴
۵۵	۰	مہابرہمن	۰	۴۷	۳۳	۸۰
۵۶	۰	مالی	۰	۱۳۸۰	۱۰۴۳	۲۴۲۳
۵۷	۰	ملّاح	۰	۲۰۹	۱۶۵	۳۷۴
۵۸	۰	منہار	۰	۱۹۱	۱۳۵	۳۲۶
۵۹	۰	میو	۰	۴۱۸	۴۶۶	۸۸۴
۶۰	۰	موچی	۰	۳۲۰	۲۶۵	۵۸۵
۶۱	۰	مراؤ	۰	۴۶۰۴۹	۳۹۹۰۱	۸۵۹۵۰

نمبر شمار	نمبر ذیلی	ذات		مرد	عورت	میزان
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷
۶۲	۰	نائی	۰	۸۳۲۲	۶۸۰۹	۱۵۱۳۱
۶۳	۰	نٹ	۰	۱۸۱۱	۱۴۹۹	۳۳۱۰
۶۴	۰	دلیش	۰	۰	۰	۰
〃	۱	〃	اگروال	۱۴۰۹	۱۰۷۲	۲۴۸۱
〃	۲	〃	بارہ سینی	۲۸۲۶	۲۴۴۴	۵۲۷۰
〃	۳	〃	برنوال	۱۵۲	۱۱۵	۲۶۷
〃	۴	〃	گھوئی	۳۵	۱۳	۴۸
〃	۵	〃	کسوندن	۲۰۱	۱۴۴	۳۴۵
〃	۶	〃	کھنڈیوال	۲۹	۹	۳۸
〃	۷	〃	مہیسری	۴۱۷	۲۷۳	۶۹۰
〃	۸	〃	رستوگی	۵۵۹	۴۸۷	۱۰۴۶
〃	۹	〃	اُمار	۳۹۳	۳۰۸	۷۰۱
	۱۰		کوارتی وغیرہ	۱۲۴۳۵	۹۹۶۴	۲۲۳۹۹
میزان دلیش				۱۸۴۵۶	۱۴۸۳۲	۳۳۲۸۸
۶۵ بلا تصریح				۲۸۴	۲۱۳	۴۹۷
میزان کل اہل ہنود				۴۶۰۰۹۰	۳۸۸۶۴۷	۸۴۸۷۳۷

سنہ ۱۸۹۱ء میں ۷۹۴۵۳۲ مردم شماری مرد و عورت اہل ہنود کی تھی اب سنہ ۱۹۰۱ء میں ۸۴۸۷۳۷ ہنود و ۲۸۸۰ آریہ جملہ ۸۵۱۶۱۷ ہوئی جسمیں اضافہ ۵۷۰۸۵ کا ہوا اوسط اضافہ فیصدی ۷ کسر سے زائد کا ہوا۔

کل مردم شماری ہنود کی ۴۶۰۰۹۰ ہے جنمیں ۱۱۱۹۶ خواندہ ہیں بحساب اوسط ۲ فیصدی کسر سے زائد خواندہ ہندو مرد ہیں اور کل عورات ہنود کی مردم شماری ۳۸۸۶۴۷ ہے منجملہ اسکے ۶۳۱ خواندہ ہیں اوسط عورات خواندہ کا فیصدی کسور اعشاریہ ۱۳ ہوتا ہے۔

نقشہ اقوام اہل اسلام بابت مردم شماری سنہ ۱۹۰۱ء

نمبر شمار	[illegible]	ذات		مرد	عورت	میزان
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷
۱		بھیلیا		۱	۰	۱
۲		بنجان		۵۱	۲۷	۷۸
۳		بڈہی		۹۵۷	۷۳۰	۱۶۸۷
۴		باری		۸۹	۷۶	۱۶۵
۵		بہنہ		۱۲۵۶	۱۰۹۸	۲۳۵۴
۶		بیلدار		۰	۲	۲
۷		بھانڈ		۱۷	۱۴	۳۱
۸		بہنگی		۳۶۰	۳۱۰	۶۷۰

نمبر سلسلہ	نمبر شاخ	ذات		مرد	عورت	میزان
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷
۹		بھڑبھونجہ		۵۰۹	۴۲۲	۹۳۱
۱۰		بھاٹ		۲۰۰	۱۶۴	۳۶۴
۱۱		بھٹیارہ		۱۵۰۷	۱۴۲۳	۲۹۳۰
۱۲		بھشتی		۱۴۱۶	۱۳۸۹	۲۸۰۵
۱۳		بلوچ		۵	۰	۵
۱۴		بساطی		۲۴	۱۸	۴۲
۱۵		پنکھیا		۳۳	۲۳	۵۶
۱۶		پٹھان				
"	۱	"	آفریدی	۱۰۲	۶۶	۱۶۸
"	۲	"	بنگش	۳۸۶	۴۰۳	۷۸۹
"	۳	"	ترین	۱۸	۱۷	۳۵
"	۴	"	خٹک	۳۸۳	۳۶۹	۷۵۲
"	۵	"	دلازاک	۲۶۸	۲۷۱	۵۳۹
"	۶	"	روہیلہ	۱۶۶	۱۳۳	۲۹۹
"	۷	"	شوری	۵۲	۴۸	۱۰۰
"	۸	"	غوری	۳۲۲۷	۲۸۰۱	۶۰۲۸
"	۹	"	کاکڑ	۱۴	۱۱	۲۵

نمبر سلسلہ	نمبر جات	ذات		مرد	عورت	میزان
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷
	۱۰		لودی	۷۹۸	۷۲۹	۱۵۲۷
	۱۱		محمدزئی	۳۷۰	۳۵۱	۷۲۱
	۱۲		ورکزئی	۲۳	۳۱	۵۴
	۱۳		یوسف زئی	۱۳۹۱	۱۱۵۶	۲۵۴۷
	۱۴		دیگر	۶۴۹۶	۷۱۳۶	۱۳۶۳۲
میزان کل ذات پٹھان				۱۴۹۱۵	۱۴۱۰۸	۲۹۰۲۳
۱۷	۰	تیلی	۰	۳۱۵۳	۲۸۴۰	۵۹۹۳
۱۸		ترک		۸	۰	۸
۱۹		جولاہہ		۱۰۵۴۳	۹۵۶۸	۲۰۱۱۱
۲۰		چھیپی		۲	۰	۲
۲۱		حلوائی		۶۳	۵۳	۱۱۶
۲۲		درزی		۱۱۳۱	۹۰۹	۲۰۴۰
۲۳		دفالی		۴۳۴	۳۴۱	۷۷۵
۲۴		دھاری		۴۰۲	۳۱۵	۷۱۷
۲۵		دھوبی		۲۸۸۱	۲۳۱۹	۵۲۰۰
۲۶		رائیں		۶	۰	۶

نمبر سلسلہ	نمبر [illegible]	ذات		مرد	عورت	میزان
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷
۲۷		رنگریز		۴۱۷	۳۴۴	۷۶۱
۲۸		راج		۲۳۲	۱۸۴	۴۱۶
۲۹		رنگساز		۵	۳	۸
۳۰	۱	راجپوت	بیس	۱۳۶	۱۳۱	۲۶۷
〃	۲	〃	بڑگوجر	۲۳۹	۱۹۵	۴۳۴
〃	۳	〃	بھٹی	۳۶۰	۳۱۵	۶۷۵
〃	۴	〃	پمار	۷۹	۶۶	۱۴۵
〃	۵	〃	لوتھڑ	۶۰	۳۸	۹۸
〃	۶	〃	چوہان	۲۲۴	۱۸۱	۴۰۵
〃	۷	〃	گوتم	۲۹	۹	۳۸
〃	۸	〃	دیگر	۱۷۹۰	۱۴۱۳	۳۲۰۳
میزان کل ذات راجپوت				۳۹۱۷	۲۳۴۸	۵۲۶۵
		سید				
۳۱	۱	〃	بخاری	۱۰۳	۹۷	۲۰۰
	۲		نقوی	۲۵	۱۳	۳۸
	۳		جعفری	۶۳	۵۴	۱۱۷

سلسلہ نمبر	نمبر شمار	ذات		مرد	عورت	میزان
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷
	۴		حسینی	۶۱۱	۶۳۲	۱۲۴۳
	۵		رضوی	۷۳	۶۸	۱۴۱
	۶		زیدی	۲۴	۲۳	۴۷
	۷		عابدی	۳۰	۲۵	۵۵
	۸		کاظمی	۱	۳	۴
	۹		نقوی	۸۶	۱۰۹	۱۹۵
	۱۰		دیگر	۸۶۱	۷۰۸	۱۵۶۹
میزان کل سادات				۱۸۷۷	۱۷۳۲	۳۶۰۹
		شیخ				
۳۲	۱	″	انصاری	۹۶۱	۷۲۵	۱۶۸۶
	۲	″	بنی اسرائیل	۵۰۸	۳۱۵	۸۲۳
	۳	″	صدیقی	۷۹۸۱	۷۶۳۰	۱۵۶۱۱
	۴	″	عثمانی	۲۱۰	۱۷۶	۳۸۶
	۵	″	عباسی	۷۴	۷۲	۱۴۶
	۶	″	چوہان	۲۲۴	۱۸۱	۴۰۵
	۷	″	قریشی	۶۰۵۵	۵۵۰۷	۱۱۵۶۲

نمبر سلسلہ	نمبر نتیجہ	ذات		مرد	عورت	میزان
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷
	۸		دیگر	۵۶۲۲	۶۱۴۳	۱۱۷۶۵
میزان کل شیخ				۲۱۷۸۴	۲۰۹۳۶	۴۲۷۲۰
۳۳		صیقل گر		۱۵	۲۳	۳۸
۳۴		طوائف		۱۲۴	۳۹۴	۵۱۸
۳۵		فقیر		۵۳۲۴	۴۵۸۳	۹۹۰۷
۳۶		قلعی گر		۲۱	۱۵	۳۶
۳۷		قصاب		۲۱۷۹	۱۸۰۸	۳۹۸۷
۳۸		کمبوہ		۱۱	۸	۱۹
۳۹		کمہار		۳۶	۲۹	۶۵
۴۰		کنجڑہ		۵۴۲	۵۰۹	۱۰۵۱
۴۱		لوہار		۳۵۲۵	۳۰۰۱	۶۵۲۶
۴۲		ملاح		۱۲	۳	۱۵
۴۳		منہار		۱۳۸۲	۱۱۱۸	۲۵۰۰
۴۴		میواتی		۵۷۳	۵۰۸	۱۰۸۱
۴۵		موچی		۵۶	۸۰	۱۳۶
۴۶		میراثی		۲۳۹	۱۶۲	۴۰۱

نمبر شمار	نمبر	ذات		مرد	عورت	میزان
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷
		مغل				
۴۷	۱	"	چغتائی	۳۶۶	۳۷۰	۷۳۶
	۲	"	قزلباش	۲۴	۱۷	۴۱
	۳	"	دیگر	۳۱۷	۲۵۷	۵۷۴
میزان کل				۷۰۷	۶۴۴	۱۳۵۱
۴۸		نائی		۲۲۵۰	۱۹۶۵	۴۲۱۵
۴۹		نان بائی		۲۰	۱۵	۳۵
۵۰		بھٹے		۱۲۸	۱۲۸	۲۵۶
۵۱		نومسلم		۱۳۷۹	۱۱۰۷	۲۴۸۶
۵۲		چھجڑے		۱۳	۰	۱۳
۵۳		بلا تصریح		۵۰	۱۶	۶۶
میزان کل مسلمانان				۸۸۱۵۸	۷۹۸۶۲	۱۶۸۰۲۰

سنہ ۱۸۸۱ء میں ۱۳۰۹۸۷ مسلمانوں کی مردم شماری مرد و عورت کی تھی سنہ ۱۹۱۱ء میں تیس برس کے اندر ۱۶۸۰۲۰ ہوئی اس عرصہ میں [illegible] یعنی فیصدی ۲۸ کے نسبت کا اضافہ ہوا۔

کل مردم شماری مرد اہل اسلام کی ۸۸۱۵۸ ہے منجملہ اسکے ۱۰۶۱۴ خواندہ ہیں اوسط

خوانم کا فیصدی ۴ کسر سے زائد ہوتا ہے اور کل عورات اہل اسلام ۷۹۸۶۳ ہیں انہیں سے ۲۱۹ خوانم ہیں اوسط خوانم عورات کا فیصدی کسور اعشاریہ ۲۷ ہے۔

نقشہ اقوام آریہ

نمبر سلسلہ	نمبر ذات	ذات		مرد	عورت	میزان
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷
۱		اہیر		۴	۳	۷
۲		اہر		۱۹۷	۱۳۳	۳۳۰
۳		بنیہ یا ویش		۳۶۳	۳۶۴	۷۲۷
۴		بھنگی		-	۱	۱
۵		بھڑبھونجہ		۴	۰	۴
۶		برہمن		۲۲۱	۱۷۶	۳۹۷
۷		تمولی		۲	۱	۳
۸		تیلی		۳	۰	۳
۹		جاٹ		۱	۰	۱
۱۰		چمار		۱	۰	۱
۱۱		درزی		۱	۰	۱
۱۲		راجپوت		۳۰۷	۲۶۱	۵۶۸

سلسلہ	[illegible]	ذات		مرد	عورت	میزان
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷
۱۳		سنار		۵۰	۵۷	۱۰۷
۱۴		فقیر		۱۲	۸	۲۰
۱۵		کمہار		۱۹	۱۴	۳۳
۱۶		کڈھیرا		۱	۰	۱
۱۷		کایستھ		۳۱۳	۲۶۸	۸۵۱
۱۸		کھاگی		۱	۰	۱
۱۹		کورمی		۲۲	۱۷	۳۹
۲۰		گوجر		۸	۱۲	۲۰
۲۱		گدڑیہ		۱	۱	۲
۲۲		مالی		۱	۰	۱
۲۳		مراؤ		۴	۶	۱۰
۲۴		نائی		۲	۲	۴
۲۵		بلا تصریح		۳	۵	۸
میزان کل آریہ				۱۵۴۱	۱۳۳۹	۲۸۸۰
۲۶		عیسائی		۳۳۳۱	۲۷۸۵	۶۱۱۶

سنہ ۱۸۷۲ء میں ۱۲۹ مردم شماری مرد و عورت عیسائی کی تھی سنہ ۱۹۰۱ء میں ۶۱۱۶ ہوئی ایک

۵۹۹۷ کا اضافہ ہوا - دیگر اقوام یعنی آریہ و عیسائی مرد ۴۸۷۲ ہیں منجملہ انکے ۱۳۹ فیصدی اوسط ۸ اکسرے زائد ہوتا ہے اور کل عورات ۴۱۲۴ ہیں جنمیں ۲۱۹ خوانندہ ہیں اوسط فیصدی ۵ کسرے زائد ہے۔

نمبر سلسلہ	نمبر ذات	ذات		مرد	عورت	میزان
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷
		ہندو		۴۶۰۰۹۰	۳۸۸۶۴۷	۸۴۸۷۳۷
		مسلمان		۸۸۱۵۸	۷۹۸۶۲	۱۶۸۰۲۰
		آریہ		۱۵۴۱	۱۳۳۹	۲۸۸۰
		عیسائی		۳۳۳۱	۲۷۸۵	۶۱۱۶
میزان کل اقوام				۵۵۳۱۲۰	۴۷۲۶۳۳	۱۰۲۵۷۵۳

نقشہ مردم شماری اُن اشخاص کا جنمیں نقص جسمانی پیدائشی ہے

نمبر	لنگڑے لولے وغیرہ			فاترالعقل			بہرے گونگے			اندھے			کوڑھی		
	مرد	عورت	میزان	مرد	عورت	میزان	مرد	عورت	میزان	مرد	عورت	میزان	مرد	عورت	میزان
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰	۱۱	۱۲	۱۳	۱۴	۱۵	۱۶
	۱۷۴۷	۱۲۹۴	۳۰۴۱	۸۰	۴۲	۱۲۲	۲۳۶	۱۳۶	۳۷۲	۱۲۰۴	۱۰۷۶	۲۲۸۰	۲۲۶	۴۰	۲۶۷

نقشہ مردم شماری اقسام مذہب فرقہ ہائے ہنود

نمبر شمار	مذہب و فرقہ		مرد	عورت	میزان
۱	۲	۳	۴	۵	۶
۱	ہندو	ایک خدا کو ماننے والے	۲۰۳۱۵۱	۱۷۰۱۹۵	۳۷۳۳۴۶
۲	"	پنچن پیر کے ماننے والے	۲۷۰	۳۱۷	۵۸۷
۳	"	رادھا سوامی	۱۲۵	۸۵	۲۱۰
۴	"	ویشنو	۱۶۳۳۵	۱۴۲۵۸	۳۰۵۹۳
۵	"	الک منی	۲	۰	۲
۶	"	گورکھ پنتھی	۹۳	۱۸۳	۲۷۶
۷	"	لنگ کی پوجاری	۲۸۲۶	۲۷۶۳	۵۵۸۹
۸	"	پاسوپت	۱	۸	۹
۹	"	آپا پنتھی	۰	۳	۳
۱۰	"	بشنوی	۲۰۰	۱۴۰	۳۴۰
۱۱	"	شیو کی پوجاری	۲۹۲۲	۲۹۵۴	۵۸۷۶
۱۲	"	کبیر پنتھی	۴۱۴۱	۳۷۰۶	۷۸۴۷
۱۳	"	نانک شاہی	۵۰۲۹	۴۳۶۱	۹۳۹۰
۱۴	"	دادو پنتھی	۲۸	۱۹	۴۷
۱۵	"	ہری داسی	۰	۱	۱

نمبر شمار	مذہب و فرقہ		مرد	عورت	میزان
۱	۲	۳	۴	۵	۶
۱۶	ہندو	نیمبارکہ	۵	۴	۹
۱۷	"	پرنامی	۳۴	۵۰	۸۴
۱۸	"	رادہا بلبی	۱۰۸	۸۹	۱۹۷
۱۹	"	راما نندی	۳۰۰۱	۲۷۷۲	۵۷۷۳
۲۰	"	ولابچاریہ	۶۷	۶۳	۱۳۰
۲۱	"	رام داسی	۷۰۹	۷۳۳	۱۴۴۲
میزان کل اہل ہنود			۴۵۹۷۰۰	۳۸۸۲۷۷	۸۴۷۹۷۷

نقشہ مردم شماری اہل اسلام بہ تفصیل مذہب

نمبر شمار	مذہب و فرقہ		مرد	عورت	میزان
۱	۲	۳	۴	۵	۶
۱	مسلمان	سُنّی	۸۶۸۹۴		
۲	"	شیعہ	۳۹۰	۴۷۹	۸۶۹
۳	"	صوفی	۲۴۵	۲۱۹	۴۶۴
۴		اہل حدیث	۱۶۸	۱۲۳	۲۹۱
۵		لالبیگی	۳۵۱	۳۵۰	۷۰۱

نمبر شمار	مذہب و فرقہ		مرد	عورت	میزان
۱	۲	۳	۴	۶	۷
۶	مسلمان	نامعلوم	۱۱۰	۱۵۰	۲۶۰
میزان کل اہل اسلام			۸۸۱۵۸	۷۹۸۶۲	۱۶۸۰۲۰

نقشہ مردم شماری خواندہ وناخواندہ کل ضلع

نمبر شمار	خواندہ	مرد	عورت	میزان
۱	۲	۳	۴	۵
۱	اردو داں	۸۲۲۸	۲۶۹	۸۴۹۷
	ہندی داں	۵۶۰۷	۶۶۹	۶۲۷۶
	اردو و ہندی داں	۱۵۴۷	۶۳	۱۶۱۰
	دیگر زبان والے	۳۴۱	۶۰	۴۰۱
میزان		۱۵۷۲۳	۱۰۶۱	۱۶۷۸۳

نمبر شمار	ناخواندہ	مرد	نورت	میزان
۲	۰	۵۳۷۳۹۷	۴۷۱۵۷۲	۱۰۰۸۹۶۹
میزان کل خواندہ وناخواندہ		۵۵۳۱۲۰	۴۷۲۶۳۳	۱۰۲۵۷۵۳

خلاصہ خواندہ اشخاص میں ۸۲۹ انگریزی داں مرد اور ۱۲ عورتیں شامل ہیں۔

فصل دہم

(صنعت وحرفت وتجارت)

خاص شہر بدایوں میں قلمدان کوٹ کے رنگساز عمدہ قسم کے نقش و نگار کے ساتھ بناتے ہیں اور نہایت مضبوط ہوتے ہیں کشمیری قلمدانوں سے مقابلہ کرتے ہیں۔ چمچے و چھری و کانٹا لکڑی کے بہت سبک و خوشنما ایک شخص بنایا کرتا ہے کہ جو اس کے خاندان میں موروثی یہ فن چلا آتا ہے ان چمچوں اور چھری اور کانٹوں کی اکثر یورپین قدر کرتے ہیں اور اپنی میزوں پر یا کمروں میں بطور نمائش کے رکھتے ہیں۔ حتے کہ اس کاریگر کا نام حاجی چمچہ ہوگیا اور اتبک تمام اسکی نسل حاجی چمچہ کر کے مشہور ہے۔

باقی اور کوئی چیز اس قسم کی یہاں طیار نہیں ہوتی ہے کہ جو خصوصیت کے ساتھ ذکر کیجاوے عام اشیاء ہر قسم کی مثل دیگر شہروں کے یہاں طیار ہوتی ہیں۔

تجارت اس ضلع میں بہت نہیں ہے۔ اہل اسلام خصوصًا شرفا بہت کم تجارت کرتے ہیں اکثر پیشہ نوکری اور وکالت اختیار کرتے ہیں یا زمیندار و معافیدار و کاشتکار ہیں البتہ مہاجن پیشہ داد وستد یا تجارت معمولی اس ضلع میں کرنے والے ہیں کوئی مِل اس ضلع میں جاری نہیں ہے۔ کوٹھیات نیل اکثر ضلع میں ہیں لیکن اب نیل کی تجارت کم ہوچلی ہے اور کوٹھیاں معدوم ہوتی جاتی ہیں کارخانہ کھنڈسار وغیرہ بھی اس ضلع میں بہ نسبت دیگر

اضلاع روہیلکھنڈ کے کم ہے - ہر ایک پیشہ ور کی تفصیل اور قوموں کی تعداد ہم آیندہ نقشہ مردم شماری میں ظاہر کرینگے - نقشہ جس سے درآمد برآمد اشیاء تجارتی ضلع ہذا کا واضح ہوتا ہے درج کرتے ہیں -

تفصیل اُن اشیاء کی جو اس ضلع سے دوسرے اضلاع ومقام کو جاتی ہیں		تفصیل اُن اشیاء کی جو غیر اضلاع سے اس ضلع میں آتی ہیں	
نام شے	نام ضلع یا مقام جہاں جاتی ہیں	نام شے	نام ضلع یا مقام جہاں سے آتی ہیں
کھانڈ	ہاترس	کپڑا ولایتی	دہلی و فرخ آباد و کانپور
تمباکو کھانے پینے کی	رامپور - چندوسی - مراد آباد	چھینٹ دیسی	ٹھاکردوارہ
		چھینٹ دیسی ہنگدار وکھاروا	کوچ
روئی	فرخ آباد - شاہجہانپور - کانپور	سوہی بادامی وچارخانہ سرخ	مراد آباد
ہلدی	فرخ آباد - شاہجہانپور - مرزاپور -	نمک کنٹل وسانبھر	دہلی - میرٹھ - چندوسی - ہاترس -
غلہ	کانپور - فرخ آباد - دہلی - کلکتہ	کالا نمک وسینہ ہا لاہوری	فرخ آباد - ہاترس - چندوسی -
چمڑا	کانپور - کلکتہ -		
سوت دیسی	شاہجہانپور -	کھانڈ	پیلی بھیت - شاہجہانپور -

تفصیل اُن اشیاء کی جو اس ضلع سے دوسرے اضلاع و مقام کو جاتی ہیں		تفصیل اُن اشیاء کی جو غیر اضلاع سے اس ضلع میں آتی ہیں	
نام شے	نام ضلع یا مقام جہاں جاتی ہیں	نام شے	نام ضلع یا مقام جہاں سے آتی ہیں
مونج	بریلی	کرانہ	فرخ آباد - پیلی بھیت - چندوسی - ہاترس -
بان	بریلی -	گھی	گنگا پار کاسگنج - ہاترس وغیرہ
سیتلی	چندوسی - پیلی بھیت - ہاترس	لوہا	ہاترس - فرخ آباد - مین پوری کلکتہ -
ٹاٹ	چندوسی - پیلی بھیت ہاترس -	چاول باریک	پیلی بھیت
نیل	کلکتہ	پیتل - تانبا - ظروف مسی - پیتل -	فرخ آباد
کھجور کی چٹائیاں	پیلی بھیت - بریلی	ظروف پھول	مراد آباد
سن	ہاترس	ظروف کس کٹ یعنی بھرت -	فرخ آباد - مراد آباد
قلمدان کوٹ کا	بریلی - شاہجہانپور رامپور - مراد آباد علی گڈھ وغیرہ -	جوتہ	جالیسر - پاکھوا - دہلی - بریلی علی گڈھ
چھپر کاٹھ کے	بریلی شاہجہانپور رامپور مراد آباد علی گڈھ وغیرہ -	گوٹہ کناری	بریلی
		بساطہ	بریلی

تفصیل اُن اشیاء کی جو اس ضلع سے دوسرے اضلاع و مقام کو جاتی ہیں۔		تفصیل اُن اشیاء کی جو غیر اضلاع سے اس ضلع میں آتی ہیں	
نام شے	نام ضلع یا مقام جہاں جاتی ہیں	نام شے	نام ضلع یا مقام جہاں سے آتی ہیں
گل کیوڑہ و عرق کیوڑہ	بریلی۔ رامپور۔ مراد آباد	میوہ کشمش بادام پستہ وغیرہ۔	اکثر جاڑے میں کابلی لاتے ہیں اور فرخ آباد و ہاترس و دہلی سے بھی آتا ہے۔
موٹا کپڑا	فرخ آباد		
دھان کی کھیل	آگرہ و ہاترس	بان ببیب کا	مراد آباد۔ رامپور۔ چندوسی۔
چارخانہ سوتی	کاسگنج	کرسی۔ کوچ۔ مسہری پالکی صندوق و پٹارہ	بریلی
گائے بھینس۔ بیل وغیرہ	اضلاع سیتاپور و لکھنؤ و ہردوئی وغیرہ	صندوق رنگین	تلہر
		تیل خوشبودار و عطر	قنوج و لکھنؤ
		عرق گلاب و گلقند	سنبھل
		پیڑھی	مراد آباد۔ بریلی۔ جاگیراپور قنوج۔
		بانس چھڑکا	چندوسی و بریلی۔
		بانس پہبتی	ہردوار

تفصیل اُن اشیاء کی جو اس ضلع سے دوسرے اضلاع و مقام کو جاتی ہیں		تفصیل اُن اشیاء کی جو غیر اضلاع سے اس ضلع میں آتی ہیں	
نام شے	نام ضلع یا مقام جہاں جاتی ہیں	نام شے	نام ضلع یا مقام جہاں سے آتی ہیں
		نیچوں کی نل یعنی نگالی	پیلی بھیت
		بکری یا بھیڑ	جمنا پار کے اضلاع سے
		گائے بیل بھینس وغیرہ۔	ہانسی حصار۔ کوسی۔
		کاغذ	لکھنؤ۔ کلکتہ کالپی۔
		غلہ	جب یہاں گرانی ہوتی ہے تو جہاں ارزاں ہوتا ہے وہاں سے آتا ہے
		پان	فرخ آباد و شاہجہاں پور لکھنؤ۔ مہوبا۔ سندیلہ
		پتنگ جس سے سوت رنگا جاتا ہے	فرخ آباد و ہاترس
		پیتل کے برتن	بریلی۔ دہلی۔ کلکتہ و کانپور و بمبئی

باب دوم ۲

اہل ہنود حکمرانون کی تاریخی حالات

بروئے تحقیق تاریخی یہ نہیں معلوم ہوسکتا کہ راجہ بھرت کے زمانہ کے بعد کون حکمراں رہا۔ مگر جو راجہ سلسلہ وار دہلی یا بھٹنیر میں جانشین ہوئے وہ بدایوں کے بھی حکمراں رہے اب ہم تاریخی سلسلہ راجہ بکرماجیت سے اس شہر کے حکمرانوں کا لکھتے ہیں۔

راجہ بکرماجیت ۔ راجہ اُجین ملک مالوہ کا تھا اور وہ اندر پرست دہلی کا بھی بادشاہ ہوا اور ہمالہ تک اُسکی عملداری تھی۔ جس سبب سے کہہ سکتے ہیں کہ بدایوں بھی اُس کی عملداری میں تھا۔ بکرماجیت کو راجہ سالباہن عرف سمندرپال جوگی نے قتل کیا جو قوم کا چھتری تھا اگرچہ بعض مورخوں نے چھتری ہونا مشکوک لکھا ہے اور اُس کو جوگی کے لقب اور نسب سے لکھکر چھوڑ دیا ہے مگر ہمارے نزدیک جوگی کوئی قوم بالنسل نہیں ہے بلکہ خدا پرست عابد لوگ جوگ لیتے تھے۔ راجہ شیو پرشاد ستارہ ہند نے اپنی تاریخ **آئینہ تاریخ نما** میں لکھا ہی کہ راجہ بکرماجیت کو **ایک اہیر** نے جسکی آنکھیں تانبے کے رنگ کی تھیں مارا اور وہ راجہ اُجین کا ہوا۔

شمس العلماء منشی ذکاء اللہ خاں بہادر اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں کہ سالباہن ایک کمہار کا لڑکا تھا خدا کی قدرت سے وہ راجہ ہوگیا۔ اور سمت سالباہن

ستتھر برس پیشتر حضرت عیسیٰ سے شروع ہوا ہے اور مسٹر ہنری جارج کین اپنی تاریخ ہندوستان مطبوعہ ۱۸۹۳ء صفحہ ۳۴ میں لکھتے ہیں کہ ۷۸ء میں ساکھ سالباہن جاری ہوا اور اُسکا بانی سالباہن بادشاہ تھا اسکی سلطنت پنچالا میں رہی جسکا صدر مقام قنوج تھا۔

اور مسٹر ڈاینال لڑاس اپنی تاریخ مطبوعہ مدراس ۱۸۹۹ء کی صفحہ ۱۳ پر لکھتے ہیں کہ سالباہن پاٹر یعنی کمہار یا کسگر کا لڑکا تھا۔ الغرض یہ امر بہت مشتبہ ہے کہ وہ کس قوم کا تھا۔ لیکن ہمکو راجہ شیو پرشاد کی اس تحریر سے اتفاق ہے جو اُنھوں نے اپنی تاریخ کے صفحہ ۵۷ پر لکھی ہے یعنی راج پانے کی وجہ سے راجہ چھتری زمانہ قدیم میں کہلاتا تھا۔ اب سیر المتاخرین اور جامع التواریخ اور راج ترنگی وغیرہ میں سالباہن کو جوگی لکھا ہے اور یہ لکھا ہے کہ اُسکو جادو وطلسم آتا تھا سمندر پال جوگی نے بکرم کو علم کایا پلٹ سکھایا اور حیوان مردہ کے قالب میں اُس کی روح ڈلوا کر آپ بکرماجیت کے قالب میں گھس بیٹھا۔ اور اُسکو سے قتل کروادیا اور سلطنت لے لی۔ یہ قصہ بطور ناول کے ہے جسکو مورخوں نے تسلیم نہیں کیا ہے۔ تاریخ فرشتہ سے معلوم ہوتا ہے کہ بکرماجیت ہمعصر اردشیر بابکان کا تھا اور بعض کا قول ہے کہ عہد شاپور میں تھا اور اُسکے اواخر عہد میں سالباہن نام ایک زمیندار دکن نے اُسپر چڑھائی کی اور معرکہ رن میں کنارہ نربدا پر اُسکو پکڑ کر قتل کیا یہانتک ہمنے بطور تمہید کے حال راجہ بکراجیت وسالباہن کا مختصراً لکھا ہے۔

اب ہم اصل مقصد کو لکھنا چاہتے ہیں اور وہ یہ ہے جو کتبہ پتھر قلعہ بدایوں میں

نکلا ہے اور جسکو ہم اوپر بیان کر چکے ہیں کہ لکھنؤ کے عجائب خانہ میں رکھا ہے۔
اُس کی سطر دوم میں یہ لکھا ہے کہ اول اول چندر پال یہاں حکمراں تھا اور شجرہ
خاندان چندر پال کا کہ جنہوں نے حکومت بدایوں کے تا بہ لکھن پال کے گیارہ
درجہ تک اُس پتھر میں لکھا ہے اور ہر ایک کی تعریف شاعرانے کی ہے۔ اُسکے
دیکھنے سے یہ بات دریافت ہوتی ہے کہ خاندان پال سے بدر راجہ تھے ہمکو
اس امر میں بیان تحریر پروفیسر مسٹر الیٹ کیمل۔ بارون۔ ڈی۔ سی۔ آئی اے
گوٹن جین۔ جنہوں نے اُس کتبہ کا ترجمہ کر کے عجائب خانہ لکھنؤ کو بھیجا ہے یقین
ہوا تھا کہ یہ خاندان پال کا راٹھور قوم کے ٹھاکروں متعلقہ قنوج سے تھا اور
لکھن پال کا زمانہ جسکے وقت میں وہ کتبہ لکھا گیا۔ حسب رائے مسٹر موصوف
سنہ ۱۲۳۰ء مطابق سنہ ۶۲۸ھ ہوتا ہے اسوجہ سے ہمنے کتاب **تذکرۃ الواصلین**
کی شروع تمہید میں کچھ تاریخی حالات جو مسلمانوں کی آمد کو لکھے ہیں اسمیں زمانہ لکھن پال
کو شہاب الدین غوری کے عہد میں خیال کیا تھا۔ اور رائے کے مطابق لکھا الا
اب تاریخی تحقیق جو ہمنے کی ہے اُس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ کتبہ میں
جن راجاؤں کا نام بدایوں کے حکمرانوں میں درج ہے وہ عہد اسلام سے
بہت پیشتر گذرے ہیں۔ اور رائے پروفیسر موصوف کے ان سالوں میں صحیح
نہیں تھی اب ہم اُن دلایل کو جن سے انکا پیشتر ہونا ثابت ہوتا ہے
لکھتے ہیں۔

کتبہ میں گیارہ راجہ برابر لفظ پال پر ختم ہوتے ہیں اور جب ہم یہ خیال کرتے
ہیں کہ قنوج کے حکمرانوں میں سلسلہ لفظ پال کا راٹھور ٹھاکروں سے

کسی تاریخ سے ہمکو یہ سلسلہ نہیں ملتا جیسا کہ اس پتھر میں مسلسل درج ہے۔ تاریخ یمینی وخاندان شاہی میں ضرور ایک نام اجے پال راجہ قنوج کا بوقت حملہ محمود غزنوی کے لکھا ہے الا اول و آخر یعنی اُس کی اولاد واخلاف یا آبا و اجداد کا نام و حال نہیں لکھا اور دیگر تاریخوں میں اُس راجہ کا نام جے چند لکھا ہے اور اُسکے آبا و اجداد کے نام بھی لکھے ہیں مگر پال کے بیٹے کا نام نہیں ہے۔

اب رہا یہ امر کہ مہی پال[1] راجہ دہلی کا تومر خاندان راجپوت کا تھا اُس خاندان سے ان بدایوں کے پالوں کا سلسلہ ملایا جاوے معہ اُسکے مورثوں یا اولاد میں سلسلہ وار لفظ پال کا تاریخوں میں نہیں ہے۔

ہمارے نزدیک یہ خاندان پال سندر پال جوگی کی نسل سے ہے جسکو ہم اوپر لکھ آئے ہیں کہ اُسکا عرف سالباہن بھی تھا بدایوں سے سات میل کے فاصلہ پر جانب غرب وگوشہ شمال متصل قصبہ لبسی پرگنہ کوٹ سالباہن اسوقت تک موجود ہے اور وہاں ایک قلعہ شکستہ اور ایک کوٹ منہدم شدہ کے آثار اسوقت تک نمایاں ہیں اور سرکاری دفاتر میں وہ پرگنہ بلفظ کوٹ مرقوم ہوتا ہے۔ اور اکبر کے عہد میں پرگنہ کوٹ سالباہن آئین اکبری میں مندرج ہے۔ جس سے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ راجہ سالباہن کو تعلق شہر بدایوں سے تھا

[1] سر کنگھم کے بیان کے موافق اس راجہ نے دہلی کا بڑا قلعہ تعمیر کرایا تھا جسپر اسوقت کا کچھ حصہ آباد ہے اسنے ایک مندر بھی بنوایا تھا جس موقعہ پر کہ اب مسلمانوں کی جامع مسجد ہے لیکن مہی پال کا نام یہاں اپنی شجرہ میں نہیں آیا ہے

اور اُسکا ایک قلعہ بنا ہوا تھا

از نقش و نگار در و دیوار شکستہ ٭ آثار پدید است صنا دید عجم را

اب اسی کتبہ سے ہم یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ سطر دوم میں جو یہ عبارت درج ہے
کہ سب سے اول یہاں کا حکمراں چندرپال ہوا اور راجہ سمندرپال عرف سالباہن
کا بیٹا چندرپال تھا۔ (کتب ہائے تاریخ قدیمہ و جدیدہ میں بالاتفاق یہ درج
ہے کہ دہلی کی حکومت میں بعد بکرماجیت کے جوگیوں کے خاندان سلطنت
کا حال سمندرپال سے شروع ہوتا ہے جس نے بکرماجیت کو قتل کیا اور وہ حاکم
اُجین دارالحکومت بکرماجیت اور دہلی کا ہوا) اور راندرپرست کی سلطنت اس
خاندان میں آئی سمندرپال کو جوگی کے لقب سے ملقب کیا گیا ہے الا چندرپال
اُسکے بیٹے سے بجز سلسلہ راج کا اور لفظ راجہ کا تاریخوں میں درج ہونا شروع ہوا
سولہ[۱۶] درجہ تک اس خاندان کی سلطنت سمت ۵۴ بکرماجیتی سے سمت ۴۸۶ تک
قایم رہی پھر تلوک چند کے خاندان نے انکو برباد کیا۔ اگرچہ سیر المتاخرین اور
تاریخ جدولیہ میں جو تفصیل ایام حکومت راجگان پال کی لکھی ہے وہ صحیح نہیں ہے
کیونکہ اُسکے جمع کرنے سے میعاد قریب ساڑھے چھ سو سال معلوم ہوتی ہے۔ مگر
وہ خود یعنی مصنفین کتب مذکور کل مدت سلطنت اس خاندان کی ۴۳۴ سال
بیان کرتے ہیں پس یہ آخر میزان اُنکی صحیح ہے۔ اب ہم خاندان پال
بدایوں کا حکمرانان سمندرپال جوگی کے خاندان سے مقابلہ کرتے ہیں۔

اوّلاً۔ اسوجہ سے کہ چندرپال سب سے اول حکمراں بدایوں پتھر میں درج
ہے اور یہی نام چندرپال حکمراں دہلی میں سمندرپال جوگی کے بیٹے کا

لکھا ہے۔

دوم۔ بدایوں کے سبھی حکمرانوں کا نام پال پر ختم ہوا اور دہلی کے سبھی سوا ایک حکمراں کا نام پال پر ختم ہوتا ہے۔

سوم۔ سالباہن کا تعلق بدایوں سے اور اس کے نام سے قلعہ ہونا۔

چہارم۔ پنچالہ کی زیب و زینت اس شہر کو اس شعر میں لکھنا اور پنچالہ سے مراد سنوستا سنز میں قنوج سے لی ہے اور مسٹر سنہری جارج کبن نے جیسا کہ ہم لکھ آئے ہیں ساکھا سالباہن ۷۸ء میں جاری ہونا اور اس کی سلطنت پنچالہ میں رہنا اور اسکا صدر مقام قنوج ہونا اپنی تاریخ میں درج کیا ہے اور سطر اول پتھر میں جہاں شہر کی تعریف کی گئی وہاں یہ درج ہونا کہ یہ شہر ویداموتہ پنچالوں کے ملک کی زیب و زینت ہے ہماری اس رائے کی موید ہے کہ یہ وہی خاندان تھا۔ ایک اور فقرہ سطر اول میں درج ہے کہ محافظ اس شہر کے استراکوٹا کے مشہور شہزادے رہے ہیں اس لفظ کی تحقیق نہیں ہوئی کہ استراکوٹا کون مقام تھا اگر وہ مقام قنوج تھا تو یہ مراد ہو سکتی ہے جیسا کہ جارج کبن نے لکھا ہے کہ صدر مقام سالباہن کا قنوج تھا۔ اب ہم یہاں پر یہ بھی لکھنا چاہتے ہیں کہ کیا وجہ ہے کہ چندر پال کو [illegible] خاندان پال راجگان دہلی و راجگان بدایوں کا قرار دیا گیا ہے اور اس کی کیا دلیل ہے کہ وہ بدایوں کا بھی حکمراں اول تصور کیا جاوے اور دہلی کا بھی حکمراں اول سمجھا جاوے۔

[illegible] جواب اس طرح سے دیتے ہیں کہ سالباہن کو سبب تعلق استناد بدایوں

تھا تو ایسا قرینہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس نے اپنی حیات میں جب
اُجین یا دہلی یا قنوج میں دارالسلطنت بنائی تو اپنے بیٹے چندر پال کو
بدایوں میں اپنے نام سے قلعہ بنا کر اپنی زندگی میں اس شہر کا حکمراں کیا
بعد وفات سمندرپال کے چندرپال جو بدایوں کا حکمراں تھا وہ بڑی
دارالسلطنت دہلی یعنی اندرپرست میں چلا گیا اور یہاں اپنے
ایک بیٹے **وگراپال دیو** کو جانشین کر گیا۔ اب اُس کا دوسرا
بیٹا **نین پال** دہلی کی سلطنت پر بعد وفات چندرپال جانشین ہوا۔
اب ہم ایک شجرہ سمندرپال جوگی عرف سالباہن کی اولاد کا اس مقام
پر درج کرتے ہیں۔

وہ شاخ خاندان جس نے دہلی میں حکومت کی اور مسلسل تاریخوں سے
اُن کا نام بنام سنہ حکومت کے پتہ چلتا ہے وہ اس شجرہ میں جانب
راست ہیں اور جن راجاؤں نے اس خاندان سے بدایوں میں حکومت
کی اُنکی شاخ جانب چپ ہوگی۔

جوگی سندرپال عرف سالباہن

چندر پال

شجرہ راجگان بداؤں

- ۳ وکرا پال دیو
- ۴ بھون پال
- ۵ گوپال دیو
- ۶ تربھون پال
- ۷ مدن پال
- ۸ دیو پال سے اور مدن پال
- ۹ بھیم پال
- ۱۰ سور پال
- ۱۱ امرت پال
- ۱۲ لکھن پال

شجرہ راجگان دہلی

- ۳ بین پال
- ۴ دیس پال
- ۵ نرسنگھ پال
- ۶ سوکھ پال
- ۷ کلیہ پال
- ۸ امرت پال
- ۹ ہری پال
- ۱۰ بھیم پال
- ۱۱ گوبند پال
- ۱۲ بینی پال
- ۱۳ ہر پال
- ۱۴ مدان پال
- ۱۵ گرہ پال
- ۱۶ [illegible] پال

جو شجرہ ہنسے بدایوں کے خاندان پال کا درج کیا ہے اب اُس ہر ایک حکمراں کے حالات کا ترجمہ جو کتبہ پتھر میں لکھے ہیں بجنسہ بے کم و کاست بزبان اُردو درج کرتے ہیں۔

چندر پال

یہ راجہ سب سے اول حکمراں یہاں کا ہوا جو مجمع تھا بے انتہا خوبیوں کا۔ اس نے اپنی تلوار سے تمام دشمنوں کو خائف کر دیا۔

وگرا پال دیو

یہ چندر پال کا لڑکا تھا۔ بعد اپنے باپ کے حکمراں ہوا جو اپنے دشمنوں میں بہت مشہور رہے اور رہا جنتدوں کے ساتھ بہت فیاض تھا۔

بھون پال

یہ لڑکا وگرا پال کا تھا۔ حقیقت میں عالم دنیا کا قانون مجسم دنیا کی حفاظت کرنے کے بعد وہ بیکنٹھ باشی ہوا۔

گوپال دیو

یہ بھون پال کا لڑکا تھا۔ یہ دنیا کا حکمراں ہوا جب یہ راجہ جو کہ رعایا کی مصیبت کا دور کرنے والا تھا راج پر بیٹھا تو سب قومیں اپنے اپنے فرائض منصبی خوشی و خرمی سے ادا کرتی تھیں اور خوشحال تھیں

(یہاں تک سطر اول کتبہ کی تمام ہوئی)

تری بھون پال

یہ لڑکا گوپال کا تھا جب یہ دنیا کا محافظ و حکمراں ہوا اس نے دشمنوں کی
گروہ کو عاجز کر دیا اسی وجہ سے وہ بہت مشہور ہو گیا۔ جب یہ پرادر
خدا کے حکم سے بیکنٹھ باشی ہوا تو اسکا بھائی مدن پال حکمراں ہوا۔

(سطر سوم تمام ہوئی)

مدن پال

یہ گوپال کا لڑکا تھا جسکے مشہور و معروف قوت کی وجہ سے کبھی ہمیشہ
کا دیوتاؤں کے دریا کے کنارہ پر چرچا ہوا ہے اسکا چھوٹا بھائی دیوپال جانشین ہوا

دیوپال

پسر گوپال اپنے بھائی کا جانشین تھا جس نے کہ لاکھوں مغرور دشمنوں کو تباہ کر دیا
اور فیاض و رحیم تھا اس بادشاہ کا معروف و مشہور نام دیوپال تھا کہ
جسکے کاموں کے تذکرہ کی وجہ سے اس زمانہ میں بھی اپنے دشمنوں پر
فتحیاب ہو سکتے ہیں۔

بھیم پال

یہ لڑکا دیوپال کا تھا اس نے بہادر دشمنوں کو جو نا قابل فتح تھے شکست
دی اور جسکا نفیس جسم مثل سونے کے بے عیب تھا اور وہ پیدائشی مدبر
تھا ہرچنگ اس نے خیر و فلاح مخلوق میں اپنے عہد میں پھیلائی اور دیوتاؤں
اور برہمنوں کا وہ مطیع تھا۔

سوپال

یہ لڑکا بھیم پال کا تھا۔ بعد بھیم پال کے حکمراں ہوا جو کہ تمام دنیا میں مشہور و معروف

سورپال کے نام سے ہے جبکا کہ راجوں میں ایسا مرتبہ تھا جیساکہ دیوتاؤں کے گروہ میں اندر کا یا جیساکہ اندر کے چیدہ ہاتھیوں میں اروان کا یا جیساکہ چاند کا ستاروں کے مجمع میں ۔ یا جیساکہ شیر کا درندوں میں۔

لکھن پال

یہ لڑکا سورپال کا تھا جسکو کہ خدا نے بہت بڑی قوت عطا کی تھی جس نے کہ اپنے ہاتھ کی تیز تلوار سے اپنے دشمنوں کو ڈرا دیا وہ دیوتاؤں اور دوجیمنی اور بزرگوں کا مطیع تھا ۔ اور ہر علم کا شوقین تھا اور اُن سب کا اُستاد تھا جنکے ہتھیار سخت سزا دیتے تھے ۔ (پانچ اور چھ سطر کا ترجمہ ختم ہوا) یہ لڑکا سورپال کا تھا خدا کرے کہ اُسکا چھوٹا بیٹا یعنی امرت پال کا یہ شہزادہ لکھن پال جو اُسکا جانشین ہوا ہے سنکھوں اور مدتوں تک قایم رہے اور حکمرانی کرے کہ جسکی فیاضی کی کچھ انتہا نہیں ہے اسکے تیر پھینکنے کے ہتھیار جو مشابہ ہوتے ہیں سورج کے جھلسانے والی کرنوں کے ۔ مشہور معروف دشمنوں کے خون کی دھاریں پیتی ہیں ۔

اس راجہ کے عہد میں ایک مندر شیو کی پرستش کا اس شہر میں تعمیر ہوا ۔ جسکا مختصر حال ہم اُس کتبہ سے اس مقام پر لکھتے ہیں ۔ شیو کی پرستش کا کرنے والا ایک عابد جسکا نام ورمیشو تھا اسکا وطن اناہلہ ٹپکہ تھا اُسنے اپنے منتر کے زور سے ایک بت جو پنڈوں سے ڈکشنا پتھ میں قایم کیا تھا نیست و نابود کر دیا ۔ اس نے اپنے زہد اور الہی قوت کو جو انسانی قوت سے بالاتر تھی کشمیر میں دکھلایا تھا پھر وہ پھرتے پھرتے وہاں سے ستھد میں

سبھی آیا یہاں پر دیوپال کے وزیر رُلہا نے اُس کو مٹھ یعنی شہر کی خانقاہ کا افسر کر دیا (سطر ۹ لغایت ۱۲)

اسکا جانشین اس عہدہ پر اسکے بعد ایک اور پاک مشہور شخص مسمی سورتی گن ہوا یہ سورتی گن راجہ سورپال دیو کا دینی معاملات میں ناصح ہو گیا۔ (سطر ۱۳ لغایت ۱۵)

سورتی گن کے بعد اُسکا شاگرد ایشان شیو اُسکے جانشین ہوا یہ بیان کیا گیا ہے کہ وہ گوڈہ میں پیدا ہوا جو کہ وت ہرگو اگونر کے متعلق تھا مسمیٰ پانچ پروروں کے - یعنی ھرگوا - چیاوتن - اپنوان - اور دوا -
جمد گنی - یہ وہ جنبی وکشو کا بڑا لڑکا تھا - اور وساون وسنہا ہٹی جو ملک ہریانہ میں واقع ہے اُسکا باشندہ تھا - ایشان شیو نے دنیا کو ناپائدار و فانی سمجھکر ایک مندر شیو کا بنایا جسمیں خیال کیا جاسکتا ہے کہ یہ کتبہ اول اُس میں نصب کیا گیا - اور بہیرادون لک کی مالگذاری اُسکے متعلق کر دی - (سطر ۱۶ لغایت ۲۱)

کتبہ کے اس حصہ کے اختتام پر ایک شعر ہے اور سطر ۲۱ سے ظاہر ہوتا ہے کہ رُلہا وزیر کے بعد کہ جسکا اوپر ذکر کر چکے ہیں لچھمی دھر اور جگت پال وزارت پر مقرر ہوئے - جو کہ شیو کی پرستش رُلہا کی طرح بہت خلوص سے کرتے تھے - باقیماندہ دیگر مقامات جنکا کہ پیدا ہونے کے علاوہ کتبہ میں ذکر کیا گیا ہے انالہگیا جو سوبہ گجرات میں انہل واڑہ کے نام سے مشہور ہے اور یہ بیان کیا جاتا ہے پرانے نام سے مشہور ہے اسمیں پل گن پاٹن کے موافق

بہ پنجاب کے ضلع حصار میں ایک قصبہ سہیل اور سہداون لاک اور ہالی گوٹ جو سطر
۱۲ میں نام آئے ہیں اُن مقاموں کو مترجم یعنی پروفیسر سٹر گوٹن جن نہیں بیان
کر سکتے کہ یہ مقام کون ہیں -

یہاں تک ہمنے عبارت خلاصہ رپورٹ پروفیسر موصوف نقل کی ہے - ایسا
معلوم ہوتا ہے کہ راجہ لکھن پال کے عہد میں جو مندر شیو کا بنایا گیا تھا اور
جسکی پرستش کرنے والے اور چیلے جنکا ذکر اوپر ہو چکا ہے وہ بدھ مذہب
والوں کے خلاف شیو کی عبادت کے پابند تھے - اب یہ امر پایۂ تحقیق کو
نہیں پہونچا کہ وہ مندر شہر کی کس جگہ پر تعمیر ہوا تھا لیکن ہم اسوجہ سے کہہ
سکتے ہیں کہ جہاں سے یہ کتبہ یعنی پتھر برآمد ہوا ہے وہ قلعہ کا منڈہی دروازہ
مشہور تھا جس سے یہ قیاس ہوتا ہے کہ کسی گوسائیں یا عابد کی منڈہی
متصل مندر شیو کے جانب مشرق قلعہ سے ضرور ہو گی کیونکہ قلعہ کے دروازہ
کا نام منڈہی دروانہ رکھا گیا اور یہ کتبہ بھی وہاں سے برآمد ہوا - معلوم
ہوتا ہے کہ بودہ والوں نے اُس مندر کو نیست و نابود کیا اور اُس کتبہ کو اس
دروازہ کی تعمیر میں لگا دیا جو متصل اسکے تھا - باقی حالات ہم آیندہ شہر
کی عمارتوں میں اسکے متعلق بھی لکھیں گے - یہاں ہمکو صرف اسقدر لکھنا
مقصود تھا کہ راجہ لکھن پال کے عہد میں ایک بڑی یادگار یعنی شیو کا
مندر بنایا گیا - تحریر مذکورہ بالا سے ناظرین کو یہ بھی معلوم ہوگا کہ قبل تعمیر
مندر کے خانقاہ یعنی عبادت خانہ اہل ہنود کا کوئی بہت بڑا اس شہر
میں تھا کہ جسکا تذکرہ راجہ دیوپال کے عہد میں ہوا ہے کہ وہ بیر رہا سنے

سنہ ۱۱ یعنی پتھر کی ایک خانقاہ کا افسر و سینٹ کو کیا تھا۔

اب ہمکو یہ لکھنا ہے کہ بعد شہزادہ لکھن پال کے کون حکمراں اس شہر کا ہوا۔ یہ امر ہمکو کسی تاریخ سے نہیں معلوم ہوتا کہ لکھن پال کے بعد ان راجاؤں کے جو حکمراں رہے کیا کیا نام تھے مگر ہم یہ کہ سکتے ہیں کہ جب ہمنے اپنی تحقیق سے سمندر پال جوگی سے سلسلہ لکھن پال کا ملایا ہے تو لکھن پال کا نمبر بارہواں سمندر پال سے ہوتا ہے۔ اور جو شجرہ راجگان دہلی کا ہمنے جا بجا راست لکھا ہے اسمیں بارہویں نمبر پر بیتی پال کا نام ہے اور بیتی پال کے بعد ہرپال اور مدن پال اور کرم پال اور بکرم پال تک یہ خاندان حکمراں رہا ہے اس حساب سے چار درجہ اور ہمکو قیاس کرنا چاہیے کہ خاندان پال میں بدایوں کی بھی سلطنت رہی۔ پس سمندر پال کی اولاد کا زمانہ سلطنت ۱۶ پشت تک تاریخ سے ثابت ہوتا ہے۔ سمندر پال کی اولاد کا خاتمہ تلوک چند والی بہار نے آخر راجہ بکرم پال کو محاربہ میں قتل کر کے کر دیا۔ پھر راجہ تلوک چند کی اولاد نے ایکسو اٹھارہ برس کچھ مہینہ سلطنت کی اور نو پشت تک حکمراں رہی مگر یہ نہیں معلوم ہوتا کہ تلوک چند یا اُس کی اولاد بدایوں میں حکمراں رہی ہو الاممکن ہے کہ اُس کی طرف سے کوئی گورنر یہاں حکمراں رہا ہو کیونکہ تواریخ میں ذیل سلاطین ہندوستان اُنکا سلسلہ قایم کیا گیا ہے۔

اب ہم ایک دوسرے کتبہ سے بدایوں کی ابتدائی تاریخ کا پتہ لگاتے ہیں سنہ ۱۸۶۹ء میں کاتب الحروف لالہ کشوری لال ساہو کا رشاہجہاں پور کچہری آنریری مجسٹریٹان شاہجہاں پور میں اجلاس کر رہے تھے کہ ایک چپراسی

سے نے خبر دی کہ ایک شخص اس کوٹھی کے نیچے بازار میں ایک لوہے کی بہت
بھاری سل رکھے لیئے جاتا ہے ہمنے اُس شخص کو مع سل کے اپنے سامنے
طلب کیا تو دیکھا کہ ایک تختی تانبے کی جو تخمیناً بیس سیر سے زائد وزن
میں ہوگی اور اس میں کچھ ہندی میں لکھا ہوا ہے - اُس کے پاس ہے
جب اُس شخص سے دریافت کیا کہ یہ تجھکو کہاں ملی اُس نے بیان کیا
کہ موضع بانس کھیڑہ کا میں کاشتکار ہوں جو شاہجہاں پور سے
آٹھ سات میل جانب جنوب و شرق واقع ہے وہاں ایک کھیت پر ہل
چلاتا تھا کہ مجھکو یہ ملا لہذا فروخت کو لایا ہوں لالہ کشوری لال نے دس روپیہ
اُس کاشتکار کو دیکر وہ تختی خرید لی میں نے اُن کو یہ مشورہ دیا کہ بہتر ہے
اسکو مجسٹریٹ و کلکٹر ضلع کے روبرو لیجاؤ کیونکہ اُسکے حرف پڑھنے میں
نہیں آتے ہیں شاید کوئی دفینہ کی تختی ہو - چنانچہ وہ مسٹر آروِن صاحب
بہادر مجسٹریٹ ضلع کے پاس لے گئے صاحب ممدوح نے اُس کو واسطے
ترجمہ اور دریافت حال کے محکمہ آثار قدیمہ میں روانہ کر دیا اُسکا ترجمہ
محکمہ مذکور سے ہو کر عجائب خانہ لکھنؤ میں وہ تختی رکھی گئی اور ایک چٹھی[1] نمبری ۱۸۹
مورخہ ۱۸ ستمبر سنہ ۱۸۹۴ء کیوریٹر پراونشل عجائب خانہ لکھنؤ نے بنام صاحب کلکٹر

---

[1] ترجمہ چٹھی مرسلہ کیوریٹر پراونشل نمبری ۱۸۹ مورخہ ۱۸ ستمبر سنہ ۱۸۹۴ء - بنام کلکٹر صاحب
شاہجہاں پور گذشتہ ۲۰ اگست کو لالہ کشوری لال ساہوکار و آنریری مجسٹریٹ
شاہ جہاں پور ایک پتھر عجائب خانہ کیواسطے لائے کہ جو ایک تانبے کے پتھر پر کندہ ہے

(بقیہ نوٹ دیکھو صفحہ آئندہ)

ستھاپنا ہو بھی اس کتبہ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اُس زمانہ میں ہرشاوردہن
جو راجہ تھا جسکا دارالسلطنت تھانیسر واقع ملک پنجاب تھا اور اُس کی
عملداری پنجاب سے لیکر کوہ ہمالہ تک تھی اس راجہ نے موضع سری مایہ چکرا
واقع ضلع گنگا در گہ وصوبہ اہانی چھترا یعنی رام نگر متصل آنولہ جسمیں ایک بہت
پرانا قلعہ کوٹ اب موجود ہے دو برہمنوں کو جو سام وید اور رگ وید
تھے بوجہ عالم ہونے کے قدر دانی میں عطا کیا تھا اس تحریر سے ہم یہ کہہ سکتے
ہیں کہ بدایوں جو متصل رام نگر کے واقع ہے (یعنی بدایوں سے رام نگر
جانب شمال بیس یا بائیس میل کے فاصلہ پر ہے) ضرور تحت حکومت
ہرشاوردہن کے اور اُسکے مورثوں کے رہا ہوگا ۔ اور جب ہم دوسری
تواریخ پر نگاہ کرتے ہیں تو اُن سے بھی یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ

اور سا ایک مہر لگی ہوئی ہے اور یہ پتھر اُنہوں نے خود اُنکے بیان کے بموجب مبلغ دس[۵] روپیہ
کو بانس کھیڑہ کے ایک کاشتکار سے خریدا تھا۔ یہ یقین کرکے کہ یہ وہی پتھر ہے جسکا حوالہ
آپکی چٹھی نمبری ۵۹۳ مورخہ ۲۱۔ اگست میں ہے اُسپر رپورٹ ذیل کرتا ہوں۔
پتھر پر ایک اچھا نوشتہ تحریر ہے یہ نوشتہ بادشاہ اعظم ہرشاوردہن بادشاہ تھانیسر کا ہے
جو کہ اب پنجاب میں واقع ہے یہ بادشاہ ۶۰۶ء سے ۶۴۸ء تک ایک بہت بڑے
حصہ شمالی و وسط ہندوستان پر حکمراں تھا۔ اُس کی اور اس کے خاص مورثان کی سوانح
عمری بانا بھٹ نے اپنی کتاب سری ہرش چرتر میں اور چینی بدھ مذہب کے سیّاح
ہیونتسانگ نے جو بادشاہ سے قنوج میں ملا تھا اپنی کتاب میں (بقیہ نوٹ بصفحہ آئندہ)

قنوج کی سلطنت اُس زمانہ میں تھا نیسر والوں کے قبضہ میں تھی اور کوہ ہمالہ تک تھا نیسر والوں کی عملداری تھی۔

اس خاندان میں اول دیو ماوردھن۔ بعدہ راجیا وردھن۔ اول اور پھرادی وردھن پھر پرا کرا وردھن نے راج کیا اُسکے بعد اُس کے دو بیٹے اول راجیا وردھن بعدہ ہرشا وردھن حکمران ہوئے اس خاندان کی حکومت سنہ ۵۴۳ع سے شروع ہو کر سنہ ۶۴۸ع پر ختم ہوئی۔ ہرشا وردھن

سی پولٹ میں تحریر کیئے ہیں۔

شجرہ خاندان ہرشا یعنی ولیشہ تھا نیسر والوں کی اس تختی پر اسطرح دیا ہوا ہے

(۱) وردھنا۔ جسکی شادی وجرینی دیبی کے ساتھ ہوئی (۲) راجیا وردھنا۔ جسکی شادی اپسروبیبی کے ساتھ ہوئی۔ (۳) ادت یا وردھنا۔ جسکی شادی مہاسینا گپتا دیبی سے ہوئی۔ (۴) پرابھاکرا وردھنا۔ جسکی شادی یسومتی دیبی سے ہوئی

(۵) راجیا وردھنا دوم — (۶) ہرشا وردھنا

یہی شجرہ مہریں ہے جو کہ پتھر کے ساتھ ہے اس نوشتہ کا مقصد عطا کرنا موضع سرامی مایہ چکس واقع مدیہ اہائی چترا کا جسکو اب رام نگر نزد آنولہ کہتے ہیں اور ضلع گنگا در گہ وعالم برہمنوں سیمیان بٹھلاول رودرجو بھوری جس میاگ و بابی کا ہم مکتب تھا۔ اور بھٹ بھدر اسوامی جو ہم سبق چندر گوتشام ویدہی کا تھا اور یہ ہر دو بھارت دواج گوتر تھے۔

یہ نوشتہ ہرشا کے فتحیاب لشکر سے عطا کیا گیا تھا یہ لشکر مقام سہری ور دھوسیانا کوٹی جہاں کشتیاں اور ہاتھی اور گھوڑے موجود تھے واقع تھا اور اُسکی تاریخ سمت ۲۲ ہرشا تھی (بقیہ نوشتہ آئندہ)

سنہ ۶۰۶ء میں حکمراں ہوا تھا[5]۔ راجہ ہرشا وردھن کے ماتحت بدھ مذہب کے لوگ
تھے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بدھ مذہب کا یہ بہت بڑا حامی تھا بہ اول
میں جو شیو کے مندر کا پتھر دیوار قلعہ میں لگا ہوا ملا ہے۔ اولاً ہمکو یہ یقین ہوا
تھا کہ مسلمانوں نے کسی مندر کا پتھر دروازہ میں لگا دیا لیکن ہم اب یہ کہہ سکتے
ہیں کہ جب بدھ مذہب حوالی قنوج میں ہمالہ تک جاری ہو گیا تھا تو اُس زمانہ
میں جبکہ قلعہ تعمیر ہوا ہوگا شیو کے مندروں کو ویران کرکے ابتداءً قلعہ کے
دروازہ میں وہ پتھر لگا دیا گیا مسلمانوں نے کسیوقت قلعہ کی تعمیر نہیں کی
اور یہ دروازہ پرانا قلعہ کا تھا پس اس سے یہ بخوبی تحقیق ہو گیا کہ یہ کام سوائے

یہ بیوا کا تنگ بدی اندھیری پنچ مطابق نومبر ۱۸۷۶ء کے ہے یعنی دو برس پہلے ہرشا کے مرنے سے
یہ نوشتہ بہت ضروری کام کا ہے کیونکہ اس سے تاریخ وغیرہ کے اغراض حاصل ہوتے ہیں
اور گورنمنٹ کو اسکو حاصل کرنا ہے اور لکھنؤ کے عجائب خانہ کو دیدینا چاہیے کمیٹی بخوشی دس روپیہ
دیدیگی اگر لالہ کشوری لال خود اسکو دینا پسند نہ کریں۔

---

[5] آئینۂ تاریخ نما مؤلفہ راجہ شیو پرشاد صفحہ ۷ میں مرقوم ہے کہ جالندھر اور تھانیسر سے لیکر گنگا ساگر تک اور
ہمالیہ سے لیکر ریاست زیدا اور مہاندی تک قنوج کے بدھ مت راجہ ہرشا وردھن کے زیر حکم تھا اور وہ
کٹیا۔ گنجام کے راجہ سے لڑنے گیا لیکن ہارا۔ آخر کو چھتری راجہ نے اسکو شکست دی۔
کتاب تاریخ ہند جلد اول حصہ اول صفحہ ۵۰ و ۵۱ مؤلفہ منشی ذکاء اللہ خاں بہادر میں مرقوم ہے کہ ہیونگ سانگ چینی سیاح نے
۶۲۲ء میں ہندوستان میں آیا اپنے حالات سفر کے لکھے ہیں کہ قنوج میں خاندان بیسی کا ایک راجہ نامی راج کرتا تھا۔

پہنامت والوں نے کسی دوسری قوم نے نہیں کیا اور یہ مسلمہ امر ہے کہ بدھ
مذہب والوں کو شیو وغیرہ کی مورتوں سے سخت نفرت تھی اور وہ شیو کی
پرستش کے مخالف تھے اور ہماری اس رائے کی تائید کہ راجہ ہرشا وردھن
بدھ مذہب تھا چینی سیّاح ہوانگ سانگ کے بیان سے ہوتی ہے
[۱] فرخ آباد کے ضلع میں جو ایک قصبہ کمپیل ہے جین مذہب والوں کا تیرتھ
وہاں ہے اور تاریخ سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ جین مذہب بدھ مذہب
بہت مشابہ ہے۔ بدھ موافق رائے بعض مورخین حضرت عیسیٰ[۲] سے ۶۲۳
برس پہلے ہوا۔ اور بعض کے نزدیک ۵۵۷ برس پہلے حضرت عیسیٰ سے
شاکیا منی گوتم بدھ سورج بنسی چھتری راجہ سدھودھن کا بیٹا تھا
ساکیا اسکی کنیت تھی گوتم چھتریوں کی ایک عالی ذات کا نام ہے اور منی
تارک الدنیا کو کہتے ہیں اور بدھ کے معنے عاقل کے ہیں اصلی نام اُس کا
سدھارتھ[۳] تھا جب راجہ اشوک کے زمانہ میں جسکا دار السلطنت
پٹنہ تھا بدھ کے مذہب میں کچھ رخنہ پڑا اُسوقت مقام سوروں سے
جو بدایوں سے ۲۲ میل بجانب جنوب گنگا کے کنارہ پر واقع ہے بدھ کے
مشہور چیلہ پوریشت سنتھیر کو بدھ مذہب والے ناؤ پر سوار کرا کے پٹنہ لے گئے
یہ واقعہ ۲۴۴ سنہ قبل زمانہ عیسوی کا ہے[۴] الاتاریخ الفنسٹن میں اشوک کا زمانہ

---

[۱] آئینہ تاریخ نما راجہ شیو پرشاد صفحہ ۸۵ ملاحظہ طلب ہے۔

[۲] صفحہ ۸۵ دفعہ ۳۴ کتاب تاریخ ہند ذکاء اللہ خاں بہادر۔

[۳] صفحہ ۷۶ آئینہ تاریخ نما۔

سلطنت قریب ڈھائی سو برس قبل حضرت عیسےؑ کے درج ہے اور مورخ موصوف نے کتبوں اور دیگر تواریخ معتبر سے حوالہ دیا ہے (دیکھو تاریخ الفنسٹن حصہ اول صفحہ ۲۱۱) اور وید کی تالیف[1] حضرت عیسےؑ سے چودہ سو برس پیشتر ہوئی اور جبتک بدھ مذہب والوں نے غلبہ نہیں پایا وید کے پابند بہت لوگ تھے۔ اور بدھ مذہب کا زوال بموجب بیان چینی سیاح کے سنہء میں شروع ہوا اُسوقت گنگا جمنا کے کنارہ کے ملکوں میں بدہ مذہب بہت زایل ہوچکا تھا۔ مگر دیگر اطراف میں بدہ مذہب بہت پھیلا ہوا تھا۔ لیکن بعد اُسکے بدہ مذہب نے ہند کے بعض اضلاع پر عظمت حاصل کرلی تھی۔

شنکر اچارج سوامی نے سنہ اور سنہ کے درمیان بدہ مذہب والوں کو ہندوستان سے بالکل نیست و نابود کیا۔

ہم اس مقام پر یہ لکھنا چاہتے ہیں کہ بعد ہرشا وردھن کے خاندان کے کس خاندان میں حکومت بدایوں کی آئی لیکن کسی تاریخ یا معتبر کتبہ سے اسکا پتہ نملا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ طوائف الملوکی رہے۔ مگر یہ امر محقق ہے کہ سنہ ۴۲۹ھ مطابق سنہ ۱۰۳۹ء تک اہل ہنود کے قبضہ میں حکومت اس ضلع کی رہی۔ بعض اقوال قدما اس طرح ہیں کہ راجہ بدہ نامی قوم اہر سے

---

[1] دیکھو کتاب جلد اول تاریخ ہند مؤلفہ گورنر بمبئی صفحہ ۲۰۹ مطبوعہ سائنٹفک سوسائٹی علیگڈہ۔

تھا اُس نے یہ قلعہ بدایوں کا بنایا اور شہر کو آباد کیا اور اُس کی اولاد سنہ ۴۲۱ھ
تک حکمراں اس شہر میں رہی پھر سپہ سالار مسعود غازیؒ نے محمود غزنوی
کے عہد میں حملہ کرکے قلعہ کو فتح کیا اسوقت سے قدم مسلمانوں کے اس جگہ
آئے اور اہل ہنود نے طرح طرح کی روایات جنکا کسی تاریخ سے پتہ نہیں ملتا
ہے مشہور کر رکھی ہیں۔ ایک یہ بھی حکایت ہے کہ سمبت ۱۲۳۲ بکرماجیت میں
اجے پال نے جو قوم کا راٹھور تھا اس قلعہ کو تعمیر کیا اور بھرت اور سوتی اور
منڈی کو جو بڑے بڑے نامی پہلوان تھے قتل کرکے بنیاد قلعہ میں رکھدیا
اور انہیں کے نام سے دروازوں کا نام رکھدیا اور آخر راجہ اس خاندان کا
دھرمپال تھا اور وہ بڑا عیاش جسکی نوسو ننانوے رانیاں تھیں اور غیر منتظم بدمعاملہ
تھا اُسوقت شہاب الدین غوری نے حملہ کیا اور راجہ کو قتل کرکے قلعہ میں
اپنی حکومت کرلی۔ اور کالسین جو اُسکے باپ کا وزیر تھا اور اُس کا
باپ اجے پال سنہ ۱۲۴۲ء میں فوت ہوگیا تھا۔ اُس وزیر نے کالسین محلہ بسایا
تھا جو ابتک بکالسین ٹولا مشہور ہے۔ اور اُسکی چھتری اوسہت میں ہے
جہاں وہ فوت ہوا تھا۔

پس یہ روایت اُس کتبہ سے جو قلعہ کی بنیاد سے نکلا بالکل مخالف ہی
اُس میں کوئی نام اجے پال یا دھرمپال شجرہ راجگان بدایوں سے
نہیں پایا جاتا اور نہ راجہ بدہ کا ذکر ہے۔ البتہ کالسین محلہ موجود ہی
اوسہت میں ایک چھتری بھی کالسین کی موجود ہے نہ معلوم یہ کالسین
کون شخص تھا۔

باب سوم

فرمانروایانِ اسلام

راجہ بدّہ کی اولاد ۴۲۹ھ مطابق ۱۰۲۸ء میں بدایوں میں حکمراں تھی
مشہور ہے کہ یہ قوم اہر تھی رپورٹ بندوبست اور گزیٹیر بدایوں میں
یہ لکھا ہے کہ سنہ مذکور میں **سید سالار مسعود غازیؒ** جو ہمشیرزادہ
سلطان محمود غزنوی کے تھے قلعہ بدایوں پر حملہ آور ہوئے اور ایک جنگ
عظیم واقع ہوئی بہت سے مسلمان شہید ہوئے اور رپورٹ مذکور میں یہ بھی
تحریر ہے کہ اُن شہدا کے مزارات زیادہ تر جانب غرب اُس سڑک کے
متصل ہیں جو شہر سے بلسی کو جاتی ہے (یعنی حضرت شاہ ولایت صاحب
کے بن میں ہو کر) اور کچھ جانب شرق موضع لکھن پور میں اور حوالی شہر
بدایوں میں ہیں۔ اور میراں ملہم شہید اُستاد حضرت مسعود غازیؒ کے
تھے اور برہان قتالؒ جنکا مزار منڈی دروازہ پر ہے ایک فوج کے افسر تھے
میراں ملہم شہید کا مزار بھرتول دروازہ پر چوکی پولیس کے پاس موجود ہے
حضرت سالار مسعود غازیؒ نے قلعہ فتح کیا اور مسلمانوں کی ابتدائی آمد اور
حکومت اس سنہ سے اس ضلع میں قائم ہوئی۔ یہ حالات ہسٹری گزیٹیر بدایوں
اور رپورٹ بندوبست ۱۸۶۷ء سے نقل کیے ہیں الا اور کسی تاریخ مستند میں
ہماری نظر سے باوجود تلاش نہ گزری اگر یہ واقعات صحیح ہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے

کہ محمود غزنوی سے حکومت قلعہ جبکہ راجہ نے اطاعت قبول کی پھر اُسی کے سپرد کر دی تھی مگر بعد واپسی سلطان مذکور ہنود نے بغاوت اختیار کی اور بدایوں میں راجہ خودسر ہو گیا۔

ناظم

قطب الدین ایبک

شہاب الدین غوری یعنی معز الدین سام نے قطب الدین ایبک کو جو اسکا غلام تھا ہندوستان کو واسطے مجادلہ اور محاربہ کے روانہ کیا تو قطب الدین ایبک نے ۵۹۱ھ میں بدایوں کے قلعہ پر حملہ کیا راجہ بہ کی اولاد اُس زمانہ میں حکمراں مشہور تھی قطب الدین ایبک نے شب خون مارا اور قلعہ کے اندر داخل ہو کر راجہ کو قتل کیا۔ ہمکو اس راجہ کا نام و تفصیل جنگ کسی تاریخ سے معلوم نہ ہوئی مگر گزیٹیر بدایوں نے بلا حوالہ کسی تاریخ کے دھرمپال نام لکھا ہے سب سے اول مسلمانوں میں قطب الدین ایبک حکمراں بدایوں ہوا اور بعدہ اُس نے اپنے ایّام حکومت میں ایک مدرسہ معزیہ اپنے آقا کے نام پر اندرون قلعہ بدایوں متصل جامع مسجد قایم کیا اور اُسکی تعمیر عمدہ طرسے ہوئی اور یہ مدرسہ زمانہ قدیم میں بہت بڑا دار العلم مشہور تھا بہت سے دانشمند اور علما اس مدرسہ سے دستار فضیلت حاصل کرکے فائز المرام ہوئے چنانچہ حضرت محبوب الٰہی نظام الدین اولیا قدس سرہٗ نے اپنے ملفوظات میں مولانا زین الدین کا تذکرہ کیا ہے جو ایک عالم اس مدرسہ میں تھے جنکا حال ہم

تذکرۃ الواصلین میں لکھ چکے ہیں۔ ایبک تخمیناً ایک سال تک حکومت
بدایوں کرتا رہا تاریخ فرشتہ نے ۵۹۹ھ ہجری اور منتخب التواریخ وغیرہ نے
۵۹۱ھ ہجری سال فتح قلعہ بدایوں مرقوم کیا ہے۔

بعد وفات شہاب الدین غوری کے قطب الدین ایبک دہلی کے تخت پر
متمکن ہوا۔ شہاب الدین نے قطب الدین ایبک کو کل ہندوستان کی
[illegible] اور خود وقت واپسی کنارہ سندھ
سلطان [illegible] کے ہاتھ سے ۳ شعبان ۶۰۲ھ کو شہید ہوا جسکی تاریخ [illegible]
[illegible] اقلیم میں خوب لکھی ہے قطعہ

شہادت ملک بحر و بر شہاب الدین + کز ابتدائے جہاں ہمچو او نخاست یک
سوم ز غرۂ شعبان بسال ششصد و دو + فتادہ در رہ غزنین بمنزل دمیک

ناظم ۲

سپہ سالار ہزبر الدین حسن ارنب

قطب الدین ایبک نے عہد شہاب الدین غوری میں جبکہ وہ نائب سلطنت
تھا سپہ سالار ہزبر الدین حسن ارنب کو اپنی جگہ ناظم بدایوں کا کیا تھا۔
چنانچہ اسکے عہد میں ملک الغازی محمد بختیار خلجی بوجہ گردش زمانہ و عدم
قدردانی بندگان معزیہ مہمان ہزبر الدین حسن کا بدایوں میں ہوا
اور ہزبر الدین موصوف نے اسکی کچھ تنخواہ مقرر کردی تھی ہم اس موقعہ
پہ بختیار خلجی مہمان بدایوں کا حال بھی کچھ لکھنا مناسب سمجھتے ہیں۔

یہ شخص ملک افغانستان کا رہنے والا تھا نہایت فرزانہ دلیر و مردانہ تھا
بقصد ملازمت غزنی آیا بندگان شاہی نے کچھ اسکی قدر افزائی نفرمائی
چنانچہ وہاں سے ہندوستان میں وزیر سلطان معزالدین شہاب الدین کی
خدمت میں حاضر ہوا وہاں بھی کچھ رسوخ نہ پایا واپس چلا راہ میں بدایوں میں
چند مدت تک ہزبرالدین حسن کا مہمان رہا اس نے علاوہ مہمان نوازی کے
کچھ ماہانہ بھی مقرر کر دیا وہاں سے اودھ چلا وہاں کے حاکم حسام الدین غلبک
نے اسکی قدر فرمائی اور حاکم سلہٹ وسہیلی کا کر دیا چونکہ شجاعت جبلی رکھتا تھا
ملک بہار تک اپنے قبضہ میں کر لیا اور خوب غنیمت حاصل کی اسوجہ سے اسکی
شہرت قطب الدین ایبک کے کان تک پہونچی اور اُس کی طلب ہوئی۔
ایبک نے اُسکو بڑے اعزاز و اکرام سے رخصت کیا چنانچہ ملک بہار میں اسکی
قوت دوبالا اور اثر زیادہ ہوتا چلا گیا اور قلعہ بہار بڑی جوانمردی سے تنہا
کود کر جو قلعہ کے دروازہ پر تھا فتح کر لیا۔
اب دوبارہ ایبک نے اُسکو خلعت و اعزاز بخشا۔ حاسدوں نے جو دربار
دہلی میں روبرو قطب الدین ایبک کے رہتے تھے محمد بختیار خلجی کی جانب
سے قطب الدین کو بدظن کیا جب بختیار خلجی دہلی گیا تو قطب الدین ایبک نے
ایک مست ہاتھی سے بختیار خلجی کو مقابلہ کا حکم دیا۔ بختیار خلجی نے بڑی جوانمردی
سے ایک گرز اُسکے لگایا کہ ہاتھی سامنے سے بھاگ گیا اُس کی جرأت کو دیکھکر
ایبک بہت خوش ہوا اور اس صلہ میں ملک بہار اور بنگال کا اُسکو حاکم کر دیا۔
اس زمانہ میں مسلمان بکثرت یمن اور عرب سے آکر بدایوں میں آباد ہوتا

شروع ہوئے آخر میں اس نے راے لکھمن کی دار الحکومت ندیہ کو فتح کیا اور ادھر
تبت کی جانب رخ کیا چنانچہ اکثر ملک فتح کیے جب مقام کوٹلہ کو جسکو گرشاسپ شاہ
نے آباد کیا تھا پہونچا تو راستہ برفستان وغیرہ کی وجہ سے اکثر فوج ضائع
ہوئی مجبوراً واپس ہوا آخر بیمار ہو کر سنہ ۶۰۲ھ میں مر گیا اور بعض کا قول ہے
کہ علی مردان نے حالت بیماری میں چاقو مار کر شہید کر دیا۔

ناظم ۳
التمش

قطب الدین ایبک نے بزمانہ نیابت سلطنت بجائے معز الدین شمس الدین
التمش کو سنہ [illegible]ھ میں گورنر بدایوں مقرر کیا۔ التمش کا نام سابق ایلم خاں تھا
اور قوم قرا خطائی ترک سے تھا۔ اور اسکے باپ کا قبیلہ البری تھا اس کے
سگے بھائی یا چچا زاد بھائیوں نے بوجہ اس رشک و حسد کے کہ یہ سب میں دانا
و عاقل تھا اسکے ماں باپ سے بحیلہ سیر گلہ اسپان کے لیجا کر سوداگر کے ہاتھ
مثل یوسف علیہ السلام کے بیچ ڈالا اس سوداگر نے بخارا میں لیجا کر صدر جہاں
کے رشتہ داروں کے ہاتھ بیچ ڈالا اس نے بخارا میں تربیت پائی اور علم حاصل
کیا پھر حاجی بخاری نے اسکو خرید کیا حاجی بخاری نے شہاب الدین غوری کے
ہاتھ بیچنا چاہا۔ لیکن بادشاہ سے کچھ قیمت پر فیصلہ نہ ہوا تب بادشاہ نے
عام حکم دیا کہ غزنی میں کوئی اسکو نہ خریدے دہلی میں جا کر بکیں شمس الدین کے
ہمراہ ایک اور نایاب غلام بھی تھا۔ قطب الدین نے دہلی میں شمس الدین

اور ایبک کو حاجی جمال جیسست قبا سے جو دونوں کے مالک تھے ایک لاکھ
جیتیل کو خریدا - ایبک کا نام طمغاج رکھکر بھٹنڈہ کا حاکم مقرر کیا جو ملک تاج الدین
یلدوز کی جنگ میں مارا گیا - اور الیم خان کا جیسا اوپر لکھ چکے ہیں التمش نام رکھا
اور فرزندی میں لیا - اور میر شکار کا عہدہ دیا اور گوالیار کے فتح ہونے پر اُسکو
گورنر گوالیار مقرر کیا بعدہ علاقہ برن یعنی بلند شہر بھی اُس کی جاگیر میں
اضافہ کیا جب اُس کی لیاقت زیادہ دیکھی تو اُسکو بدایوں کا ناظم مقرر کیا -
جب سلطان شہاب الدین غوری کھکروں کے فساد مٹانے کو ہندوستان
آیا تو قطب الدین ایبک کے حکم سے التمش بدایوں کا لشکر لیکر قطب الدین کے
لشکر سے پنجاب میں جاملا التمش کی دلاوری و مردانگی کی بڑی شہرت تھی
اُس نے اس لڑائی میں اپنی جوانمردی اُس طرح ظاہر کی کہ خود گھوڑے پر مسلح
سوار تھا عقب لشکر دشمن کے اپنا گھوڑا پانی میں ڈالدیا - اور دشمنوں سے
اپنی تھوڑی سی فوج لیکر خوب لڑا - کھکروں کو شکست دی بارہ ہزار آدمیوں
کو اسی لڑائی میں قتل کیا - جب سلطان شہاب الدین نے التمش کی یہ مردانگی
بچشم خود ملاحظہ دیکھی تو انعام و خلعت فاخرہ سے سرفراز کیا - اور قطب الدین
سے اُسکی تربیت کے واسطے کہا اور حکم دیا کہ اسکو آزاد کردے - آزاد ہوکر
وہ مرتبہ بمرتبہ امیر الامرائی کے درجہ پر پہونچا اور سلطان قطب الدین نے
اپنی دختر سے اُسکا نکاح کردیا - جب سلطان قطب الدین ایبک کا لاہور میں
انتقال ہوا تو ملک اور امرا کی استدعا سے التمش مع جمعیت و لشکر بدایوں
سے سوار ہوکر دہلی پہونچا اور اپنا خطاب سلطان شمس الدین التمش رکھا

جب یہ تخت دہلی پر بیٹھا تو بعض امرا اسکے مخالف تھے اُنہوں نے چاروں طرف بغاوت شروع کر دی التمش دہلی سے لشکر لیکر نکلا اور باغیوں سے جنگ شروع کی تاج الدین یلدوز سے معاہدہ کیا لهذا اُسکو چتر بھیجا اور لاہور و غزنی کا حاکم مقرر کیا مگر ناصرالدین قباچہ سے کئی مرتبہ لاہور پر جنگ ہوئی ۶۱۴؁ ہجری میں بہرام و سرہند و لاہور تاج الدین یلدوز نے ناصرالدین قباچہ سے چھین لیئے اور اُس کو شکست دی۔ خدا کی عنایت التمش کے شامل حال تھی جس طرف توجہ کرتی تھی باغی شکست کھاتے تھے۔ تھوڑے عرصہ میں اس نے ممالک دہلی و بدایوں و سوالک و بنارس کو فتح کر لیا اور یلدوز کو بھی شکست دی ۶۱۲؁ھ میں اُس کو قید کر کے بدایوں بھیجدیا پھر ناصرالدین قباچہ اور التمش سے جنگ ہوئی۔ وہ شکست کھا کر بھاگ گیا۔ اور اسی سال خوارزم کے بادشاہ جلال الدین نے جو چنگیز خاں سے شکست کھا کر بھاگا تھا لاہور پر تسلط کیا۔ مگر اُسکو بھی ہزیمت نصیب ہوئی ۶۲۳؁ھ کو قلعہ رنتھمبور التمش نے فتح کیا جسکو پیشتر بادشاہان ہند فتح نہ کر سکے تھے اور تمام ملک سندھ اور مالوہ میں اس نے فتوحات حاصل کیں۔ صاحب طبقات ناصری نے جو اسکے عہد میں تھا اور عہدہ مفتی پر مامور تھا اُسکی فتوحات میں بدایوں کو بھی شامل کیا ہے اولاً ہمکو یہ شبہ ہوا کہ یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ قطب الدین بھی حاکم بدایوں ہو اور پھر التمش نے بھی اُسکو فتح کیا ہو۔ الا ہمارا شبہ اس طرح رفع ہوا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بعد گورنری بدایوں کے جب التمش دہلی کا بادشاہ ہوا تو بغاوت بدایوں کی اطراف میں بھی پھیلی ہوئی تھی

جیساکہ ہم لکھ آئے ہیں۔ مولف موصوف نے یہ بھی لکھا ہے کہ رائے مان کو
تہرہمت دیکر بدایوں فتح کیا۔ غالباً رائے مان کوئی اُسوقت کا زمیندار
سربرآوردہ قوم اہربار اچھوت سے ہوگا ہمکو رائے مان کا حال کسی دوسری
تاریخ سے نہیں ملا۔ الغرض یہ بادشاہ نہایت کریم النفس و دلیر اور فقیر دوست
تھا چنانچہ اسکی ایک نقل مشہور ہے جیساکہ طبقات میں درج ہے کہ خود التمش
نے بیان کیاکہ میں ایک روز کچھ دام لیکر بعمر کم سنی انگور خرید نے گیا راہ میں
وہ دام گرگئے ایک جگہ حیران کھڑا تھاکہ ایک درویش آیا اور اُس نے
مجھکو انگور دیئے اور کہاکہ بابا جب بادشاہ ہونا تو فقیروں اور مسکینوں کی
تعظیم کرنا اور نظر محبت سے دیکھنا۔ پس مجھکو جو کچھ سلطنت وغیرہ ملی ہے وہ
سب بھوجائے درویش ہے فی الحقیقت ایسا فقرا و علمار کا تعظیم کرنیوالا
کوئی بادشاہ سلطنت دہلی میں نہیں ہوا۔

نقل ہی کہ جب التمش بغداد میں تھا تو اُسکے آقا کے ہاں مجلس
درویشاں منعقد ہوئی۔ اور سماع سے اہل ذوق حال میں تھے التمش کھڑا
ہوا اہل مجلس کی خدمت کرتا تھا اور شمع کے گل کاٹتا تھا۔ قاضی حمید الدین
ناگوری بھی اُس مجلس میں شریک تھے اُن کو اس طرح درویشوں کی خدمت
اسکی پسند آئی۔ نظر مہربانی فرمائی جسکی بدولت اسکو سلطنت حاصل ہوئی۔
جب مدتوں کے بعد التمش دہلی کے تخت پر بیٹھا اور قاضی صاحب ہند میں
تشریف لائے اور طالب علموں کی تعلیم و ارشاد میں مشغول ہوئے۔ اور
اُنکی مجلس میں درویش رقص و سماع کرتے تھے اُس زمانہ کے علمار

ظاہر ہیں ملا حماد الدین و ملا جلال الدین سماع سے انکار کرتے تھے اور چاہتے
تھے کہ قاضی کو معزول کرائیں غرض باہم مناظرہ ہوا ملا نے قاضی سے پوچھا
کہ سماع حلال ہے یا حرام قاضی نے کہا کہ اہل قال پر حرام اور اہل حال پر حلال
ہے - پھر قاضی نے سلطان کی طرف منہ پھیر کر کہا کہ وہ مجلس بغداد بھی
یاد ہے کہ بنتیجہ درویشان آپکو یہ درجہ ملا ہے - سلطان کو بہت رقت
آئی اور قاضی کو اپنے پاس بلایا اور بہت تعظیم وتکریم سے اپنے پاس بٹھایا
اور پھر خود سلطان کو بھی سماع سے رغبت ہوئی اور وہ درویشوں کا معتقد
ہوگیا - یہ بادشاہ بڑا عاقل فاضل صالح تھا - اور مظلوموں کی دادرسی
کرتا تھا چنانچہ اسکا حکم تھا کہ مظلوم رنگین کپڑے پہنا کریں جب دربار میں بیٹھکر
کسی کو رنگین کپڑے پہنے دیکھتا تو فوراً طلب کرکے اُس کی فریاد سُنتا اور دادرسی
کرتا - اور یہ بھی لکھا ہے کہ اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اسنے کہا کہ بعض آدمیوں پر
رات کو ظلم ہوتا ہے - اُنکے انصاف میں تعجیل کرنا چاہیئے اس نے اپنے دروازہ
پر دو زنجیریں مع گھنٹوں کے لٹکائیں پس مظلوم رات کو آکر زنجیر کو ہلاتے اور
اُنکی آواز سے فوراً بادشاہ باہر آکر مظلوموں کی دادرسی کرتا تھا - اس مقام
پر تاج الدین یلدوز کا بھی حال لکھنا مناسب ہے کیونکہ وہ بدایوں میں مرا
اور وہیں مدفون ہوا تاج الدین یلدوز نہایت حلیم وکریم النفس تھا اُس کو
بہت تھوڑی عمر میں شہاب الدین نے خرید کیا تھا جب آثار رشد اُس میں
پائے تو سردار غلامان ترک کا کردیا اور جب بلوغ کو پہونچا تو ولایت کرمان
سیستان اسکو عنایت کی - اور جب بادشاہ یعنی شہاب الدین غوری

ہندوستان پر حملہ کرنے کو جاتا۔ تو کرمان میں تاج الدین کا مہمان ہوتا تھا
تاج الدین ایک ہزار خلعت اور چار قب وجبہ کلغی وغیرہ نذرانہ دیتا تھا تاج الدین
کے دو پسر اور دو لڑکیاں تھیں بحکم سلطان ایک دختر کی شادی قطب الدین
ایبک کے ساتھ اور دوسری کی شادی ناصر الدین قباچہ سے کر دی اور
منجملہ دو لڑکوں کے ایک لڑکے کے معلّم نے سر پر کوزہ مارا جس سے وہ مرگیا
جب یلدوز کو اس واقعہ کی خبر پہونچی تو اُس معلّم کو بلا کر کہا کہ آپ ابھی
بھاگ جائیے آپ سے قصاص لیا جائے چنانچہ وہ میاںجی سفاک بھاگ
گیا یہ حکایت تاج الدین یلدوز کی مشہور ہے آخر سال جب شہاب الدین
کرمان گیا تو یلدوز نے اپنی عادت کے موافق نذرانہ پیش کیا بادشاہ نے
اسمیں سے صرف ایک قبا اور کلاہ لیلی۔ اور اپنا خاص لباس یلدوز کو عنایت
کیا اور نشان سیاہ بخشا۔ بادشاہ کا یہ خیال تھا کہ بعد میرے ولی عہد شہر
غزنی اسیکو ہونا چاہیئے کیونکہ بادشاہ کے کوئی اولاد بجز غلاموں کے
نہ تھی اور اُن سب میں تاج الدین یلدوز کو لائق وفائق سمجھتا تھا۔ چنانچہ
بعد وفات سلطان کے جب اُس کی سلطنت میں برہمی پیدا ہوئی تو یلدوز
جلد دھاوا کر کے غزنی پہونچا اور سب کو دفع کر کے بادشاہ غزنی کا ہوا
اور تین چار دفعہ جب غزنی سے چلا آتا تھا تو اُس کے ہاتھ سے ملک غزنی
نکل جاتا تھا اور پھر فتح کر لیتا تھا۔ آخر ش خسرو دامادیں یعنی ایبک
و یلدوز سے پنجاب سندہ میں لڑائی ہوئی اور یلدوز کو شکست ہوئی۔ اور
غزنی کا بھی ایبک بادشاہ ہوا۔ تاج الدین کرمان سے فوج لیکر غزنی گیا اور

ایبک درّہ سے نکلکر ہندوستان چلا آیا اور غزنی بلدوز نے لے لی۔ اور کئی مرتبہ غور و خراسان وغیرہ میں بلدوز نے فتوحات حاصل کیں۔ اور سلطان غیاث الدین کو بلدوز نے ہرات بھیجکر حسن خرتیل کو شکست دی۔ اب جبکہ اقبال اُسکا کمال کو پہونچا تو زوال شروع ہوا سلطان خوارزم شاہ نے فوج کشی کرکے تاج الدین بلدوز کو درّہ سے ہندوستان کی جانب نکالدیا تاج الدین بلدوز لاہور آیا اور یہاں قطب الدین ایبک کے داماد یعنی التمش کے ساتھ بمقام لاہور لڑائی ہوکر بلدوز کو شکست ہوئی اور گرفتار ہوکر بدایوں بھیجدیا گیا۔

وہ اپنی گرفتاری کے وقت یاس و رجز کے کلمات کہتا تھا جسکا مضمون اس شعر سے ملتا جلتا تھا ؎

منم کہ ہیبتِ من بیشہ خالی کز غضنفر شد ؂ فلک بار ہی نگر دای دوستاں دشمن مظفر شد

بالآخر بدایوں میں اپنی اجل طبعی یا زہر سے انتقال کیا۔ اور اُسکی قبر عقب شمسی جامع مسجد سلطان بلجی کے نام سے اسوقت تک مشہور ہے۔ مگر مولف طبقات ناصری نے شہید ہونا اُسکا لکھا ہے الحاصل التمش ۶۰۷ھ مطابق ۱۲۱۱ء میں تخت نشین ہوا۔ یہ ایام گورنری ۶۰۶ھ مطابق ۱۲۰۹ء میں ایک بہت بڑی عیدگاہ سلطان موصوف نے تعمیر کرائی۔ جو شہر سے ایک میل کے فاصلہ پر جانب غرب واقع ہے اس عیدگاہ کی دیوار ۳۰۰ فٹ طول میں ہے اور چبوترہ سابق میں ایک تھا اب ایک دروازہ درگاہ حضرت بدر الدین شاہ ولایت صاحب کا منبر کے پاس لگا دیا ہے اس سے جانب جنوب چبوترہ پر نماز عید کی ہوتی ہے اور جانب شمال کے چبوترہ پر خودرو درخت

جمع آسکے ہیں۔ بعض خدام حضرت شاہ ولایت نے دو ایک قبریں اس چبوترہ پر کرادی ہیں یہ امر نہایت نازیبا ہے کہ مسجد کی آراضی پر قبر بنائی جائے۔ دیوار سابق جانب شمال بہت شکستہ ہوگئی ہے۔ اس عیدگاہ کے جانب شمال جہاں اب بن کے جھیل جھاڑ موجود ہیں۔ اور ایک چھوٹا سا تالاب سڑک بلسی کے کنارہ پر ہے یہاں ایک تالاب شمسی کے نام سے تھا لیکن اب اسکا وجود نہیں ہے صرف گڑھا رہگیا ہے جسمیں کچھ پانی جمع رہتا ہے۔ تمام جامع مسجد شمسی بدایوں کی بنیاد عہد گورنری شمس الدین التمش میں رکھی گئی الاّ اتمام اسکا بعہد گورنری رکن الدین پسر شمس الدین التمش کے ہوا جسکا ذکر ہم عہد رکن الدین میں لکھینگے۔

شمس الدین التمش کے حالات بہت تاریخوں میں مرقوم ہیں اس لیئے اس موقعہ پر اسکی تفصیل کی ضرورت نہیں۔ اس بادشاہ کی صدہا یادگار ہندوستان میں موجود ہیں مثلاً دہلی میں حوض شمسی قطب صاحب کی زیارت کے پاس اور قطب صاحب کی پانچ درجہ کی مشہور لاٹ اسکی یادگار باقی ہیں۔ یہ لاٹ اسی گز اونچی ہے اور پچاس گز اسکا نیچے سے دائرہ ہے اوپر جاکر دس گز رہتا ہے۔ التمش ۲۶ سال سلطنت دہلی کرکے بستم شعبان ۶۳۳ھ مطابق اپریل ۱۲۳۶ء کو بیماری سے رحلت کرگیا۔

ناظم

ملک نصیر الدین طغان

طبقات ناصری سے واضح ہوتا ہے کہ ملک نصیر الدین طغان بذیل ملوک واتوبا ...

سلطان شمس الدین التمش کے تھا اور مقطع بدایوں رہا۔
۶۲۵ھ تک جبتک کہ رکن الدین فیروزشاہ پسر التمش حاکم بدایوں مقرر نہ ہوا اسوقت تک کسی اور ناظم کا نام بجز ملک طغان کے کسی معتبر تاریخ میں نہ پایا۔ جس سے قیاس ہوسکتا ہے کہ حکومت سلطان رکن الدین فیروزشاہ تک یہ شخص ناظم بدایوں رہا اور کچھ زیادہ حالات اس کے معلوم نہیں ہوئے۔

ناظم
رکن الدین

۶۲۵ھ میں التمش نے رکن الدین فیروز اپنے بیٹے کو حاکم بدایوں کا کیا۔ اور عین الملک اشعری کو اُسکا وزیر مقرر کیا اس گورنر نے اپنے عہد حکومت میں جامع مسجد شمسی جو ابتک موجود ہے اختتام کرائی ۶۲۸ھ مطابق ۱۲۳۰ء کے سنتے اور اسی کے عہد گورنری میں تاج الدین یلدوز سلطان غزنی جسکو التمش نے ۶۱۲ھ میں قید کرکے بدایوں بھیجدیا تھا فوت ہوا۔ اور رکن الدین گورنر بدایوں ۶۳۰ھ کی شروع تک رہا پھر لاہور کا حاکم ہوا سلطان رکن الدین فیروزشاہ بعد وفات اپنے باپ کے سلطنت دہلی پر ۶۳۳ھ میں تخت نشین ہوا اور یہ بادشاہ سلطنت کے امور سے بہت غافل رات دن عیش وعشرت اور ناچ ورنگ میں مصروف رہتا اور قطب الدین وشمس الدین کے وقت کا خزانہ مطربوں اور مسخروں کو لٹاتا تھا۔ اس کی سلطنت میں فتنہ برپا ہوئے اسکی ماں موسومہ بہ شاہ ترکان ایک ترکی کنیز تھی وہ اپنے ہاتھ سے

انتظام سلطنت کرنے لگی۔ اور اس نے بھی بہت ظلم و ستم کیئے۔ اور قطب الدین پسر خورد سلطان التمش کی آنکھ میں سلائی پھرا دی اور اُس کو قتل کرا دیا اور شمس الدین التمش کی اور بی بیوں کو جو اس کی سوتیں (سوکنیں) تھیں اُنہیں سے بعض کو ہلاک کرا دیا۔ جب رکن الدین سے تمام رعایا اُس کی حرکتوں سے ناراض ہوئی تو اکثر گورنر اور وزرا نے باہم مشورہ کرکے رائے قرار دی کہ اسکو سلطنت سے علیحدہ کر دیا جائے اس مشورہ اور اتفاق رائے میں ملک اعز الدین محمد سالار بھی جو حاکم بدایوں اُسوقت تھا شامل تھا۔ چنانچہ یہ گورنر بدایوں سے فوج لیکر روانہ ہوا۔ جب کول یعنی علی گڈھ تک مع لشکر کے پہونچا تو نظام الملک محمد جنیدی وزیر رکن الدین اُس خوف سے مقام کیلو گڈھی سے بھاگ کر ملک اعز الدین کے لشکر میں شامل ہوگیا اور دیگر ملوک لاہور و ملتان وغیرہ سے آگے بڑھے اور سب بالاتفاق لاہور کی طرف روانہ ہوئے اور سلطان رکن الدین اپنا لشکر لیکر اُن کے مقابلہ کے لیئے لاہور کو روانہ ہوا۔ اور مقام منصور پور آکر ملوک و امرا دہلی کے دہلی کو واپس چلے آئے اور دہلی میں آکر رضیہ بیگم دختر سلطان التمش کو سلطنت پر بٹھایا۔ اور شاہ ترکان مادر سلطان رکن الدین کو گرفتار کرکے مقید کیا۔ اب رکن الدین یہ خبر سُنکر دہلی کو واپس آیا سلطانہ رضیہ نے شہر سے باہر فوج اُسکے مقابلہ کو بھیجی اور رکن الدین کو گرفتار کرکے قید کیا یہ واقعہ ۶۳۴ھ کا ہے اسی سنہ میں قید خانہ کے اندر رکن الدین فوت ہوگیا سلطنت اُس کی چھ ۶ ماہ بیس ۲۰ دن رہی۔

ناظم ۶

ملک اعز الدین طغرل طغان خاں

یہ شخص نسل قراخطائے ترک سے تھا نہایت خوبصورت مردانہ ذی اخلاق
وعادل وباذل سلطان سعید التمش نے اس کو خرید کیا اور ساقی خاص کا
عہدہ دیا پھر دوات بردار ہوا ایک مرتبہ دوات کھو گئی بادشاہ کو ناگوار
ہوا اور تادیب فرمائی پھر اس کو خلعت دیکر چاشنی گیر کا عہدہ دیا بعد مدت
دراز کے امیر آخور ہوا پھر وقت واپسی رکن الدین کے سنہ ۶۳۰ھ میں حاکم بدایوں
مقرر ہوا پھر بوجہ وفات ملک سیف الدین ایبک یغان تٹ حاکم بہار کے
سنہ ۶۳۱ھ میں طغان خاں حاکم لکھنوتی و بہار ہوا بعد وفات التمش کے اس سے
اور اور خان سے جو بہادری میں نام آور تھا بمقام لکھنوتی مقابلہ ہوا اس نے
ایک تیر اُس کے لگایا کہ وہ جاں بحق ہوا اسوجہ سے اُس کی بہادری کی
دھوم ہوگئی۔ جب سلطان رضیہ بادشاہ ہوئی تو اُسکو خلعت اور رایت لعل
عنایت کیا اور بکمال اعزاز و اکرام سے ترھت کا حاکم کیا۔ جب معز الدین
تخت نشین ہوا اُسوقت بھی اُسکا اعزاز قایم رہا۔ عہد علائی میں بہار الدین
بلال سودانی کے اغوا سے ولایت اودھ وکٹرا مانک پور ضبط کرنے کا
اس نے ارادہ کیا چنانچہ سنہ ۶۴۰ھ میں مصنف طبقات ناصری اودھ پہونچا
اُسوقت طغان خاں کٹرا میں تھا مصنف موصوف اودھ سے اُس کی
خدمت میں حاضر ہوا۔ اور پھر لکھنوتی کی طرف لوٹا سنہ ۶۴۱ھ میں رائے جاجنگر کو

اُسنے تنگ کر کے اُسپر جہاد شروع کیا جب جاجنگر کے سرحد پر پہونچے تو روز دوشنبہ ۶ ماہ ذیقعدہ ۶۴۱ھ کو دونوں لشکر مقابل ہوئے اور ایک جانب سے اہل ہنود فرار ہو کر دوسری جانب سے مسلمانوں پر گرے طغان خاں کو شکست ہوئی اور واپس آیا اور شرف الملک اشعری کو حضور بادشاہ میں بھیجکر پناہ مانگی - چنانچہ قاضی جلال الدین کاشانی مع فوج چتر وغیرہ کے روانہ ہوئے اور معز الدین قیران خان حاکم اودہ واسطے دفع مفسدان جاجنگر کے لکھنوتی روانہ ہوئے بعد کچھ فتح اور شکست کے واپس لکھنوتی ہوئے پھر طغان خاں و تمر خاں میں باہم رنجش ہو کر مقابلہ فوج کا ہوگیا اور طغان خاں شکست کھاکر اندر شہر کے چلا گیا ۶۴۲ھ میں قاضی سراج منہاج مصنف **طبقات ناصری** کو واسطے صلح کے تمر خاں کے پاس بھیجا اور اس شرط پر صلح قرار پائی کہ طغان خاں سب اپنا مال اسباب لیکر لکھنوتی چھوڑ دی چنانچہ تمر خاں لکھنوتی پر قابض ہوا اور طغان خاں ملک تاج الدین سنجر ماہ پیشانی اور ملک مراقش کے ساتھ مع مصنف طبقات ناصری کے حاضر دربار شاہی ہوا بادشاہ نے نہایت اعزاز کر کے حاکم اودہ کر دیا ۶۴۳ھ میں اودہ پہونچا اور وہاں حاکم رہا - بماہ شوال ۶۴۴ھ شب جمعہ اس دار فانی سے بعالم جاودانی انتقال کر گیا اور تمر خاں اُسکے مخالف کا بھی اُسی سال اور اُسی تاریخ انتقال ہوگیا - چنانچہ شرف الدین بلخی رحمۃ اللہ علیہ نے قطعہ تاریخ وفات ہر دو صاحبان کا اس طرح لکھا ہے -

آدینہ و سلخ ماہ شوال لقب ✤ خ بود و سین و دال از تاریخ عرب
شد کوچ تمر خاں و طغان خاں زجہاں ✤ او اول شب گذشت وایں آخر شب

ناظم

ملک اعزالدین محمد سالاری

ملک اعزالدین سالاری بدستور گورنر بدایوں رہا اور اسکی گورنری کے عہد میں
سلطانہ رضیہ کا قضیہ نامرضیہ پیش آیا۔ اس شہزادی کو خدا نے بہت سی
خوبیاں عطا فرمائی تھیں۔ صرف سلطنت کے منافی یہ ہی امر تھا کہ یہ عورت
تھی وہ اپنے باپ کے عہد سلطنت میں بہت سے معاملات ملکی میں سلطان کو
نیک رائے اور مشورہ دیتی تھی مگر جب التمش گوالیار فتح کرکے آیا تو اسنے
تاج الملک محمود دبیر سلطنت کو حکم دیا تھا کہ رضیہ کو میرا ولیعہد لکھدو اس فرمان پہ
وزرائے سلطنت نے اعتراض کیا کہ جب آپ کے لایق بیٹے موجود ہیں
تو دختر کو ولیعہد کیوں بناتے ہیں۔ سلطان نے فرمایا کہ میں اپنے بیٹوں میں
بدوضعی اور مے نوشی اور لہو ولعب کی جرأت پاتا ہوں سلطنت کا بوجھ
اٹھا نہ سکیں گے۔

تم دیکھ لینا کہ میرے بعد رضیہ بیگم سے زیادہ کوئی سلطنت کے لایق نہ ہوگا۔
چنانچہ بادشاہ کا قول سچا نکلا اس نے اپنے عہد میں بہت عدل و انصاف
کیا اور جو عہد سلطنت رکن الدین میں خرابیاں پیدا ہوئی تھیں انکو دفع
کیا۔ مگر نظام الملک جنیدی وزیر اور علاء الدین سرخانی۔ اور ملک سیف الدین
کوچی اور ملک اعزالدین کبتہ خانی لاہور کی طرف سے واپس آئے تب ان
لوگوں نے رضیہ کی سلطنت سے مخالفت کی اور دہلی کے باہر مخالفت جمع ہے

ملک نصرالدین جاگیردار اودھ سلطانہ رضیہ کی امداد کو دہلی کی طرف سے روانہ ہوا۔ اتفاق سے وہ اثنائے راہ میں بیمار ہوگیا اور مخالفوں نے اُس کو گرفتار کر لیا اسی حالت میں اُسنے انتقال کیا۔ آخرکار سلطانہ رضیہ دہلی سے باہر نکلی اور جمنا کے کنارہ خیمہ لگایا۔ اور اپنی حکمت عملی سے اولاً مقابلہ کیا آخر صلح ہوگئی اور وہ لوگ بھاگے بعض سرداران کو رضیہ نے تعاقب کرکے پکڑوایا اور اُنکو گرفتار و قتل کیا۔ پھر رضیہ کو قوت پیدا ہوگئی۔ اور خواجہ مہذی غزنوی کو جو نائب وزیر تھا نظام الملک کا خطاب دیکر وزیر بنایا۔ اور بعض قلعے مثل رنتھمبور کے جہاں بغاوت شروع ہوگئی تھی اور ہندوؤں نے مسلمانوں کو گھیر رکھا تھا اس کے عہد میں فتح ہوئے۔

امیر جمال الدین یاقوت حبشی میر اخور کو سلطانہ رضیہ کی خدمت میں بہت تقرب حاصل ہوگیا تھا اور امیر الامرا کا خطاب پایا تھا۔ ہمیشہ بغل میں ہاتھ دیکر سلطانہ رضیہ کو گھوڑے پر سوار کراتا آخرکار تمام ترکوں کو اس حرکت رضیہ سے ناراضگی پیدا ہوئی اور پھر بغاوت شروع ہوگئی ۳۷ھ میں ملک التونیہ حاکم بھٹنڈہ نے علم بغاوت بلند کیا۔ سلطان رضیہ نے بہ لشکر کثیر جانب بھٹنڈہ سفر کیا اثناء راہ میں امرائے ترک نے یاقوت حبشی کو قتل کیا اور سلطان رضیہ کو گرفتار کرکے مقید کیا اور قلعہ بھٹنڈہ میں بھیجدیا اور دہلی میں معزالدین بہرام شاہ بن سلطان التمش کو تخت پر بٹھایا اور رضیہ کا نکاح ملک التونیہ کے ساتھ ہوگیا ملک التونیہ اور رضیہ نے مکرر لشکر بھٹنڈہ سے جمع کرکے دہلی کی طرف سلطان معزالدین سے لڑنے کا ارادہ کیا سلطان کی طرف سے ملک اعزالدین

بلبن لشکر لیکر گیا اور رضیہ اور التونیہ کو بھگا دیا - پھر دوبارہ مقام کیتھل میں
بلبن کے ہاتھ سے دونوں میاں بیوی نے شکست پائی وہاں کے زمینداروں
نے دونوں کو گرفتار کرکے سلطان بہرام کے حوالہ کیا جس نے دونوں کو
قتل کیا رضیہ نے ساڑھے تین برس چھ یوم سلطنت کی -

عناں تافت دولت ز پیرامنش ✤ چو گرد سپہ دید بر دامنش

الغرض ملک اعز الدین محمد سالاری ان ہر دو کے عہد سلطنت میں حاکم
بدایوں رہا -

ناظم ۸

ملک اختیار الدین ایتگین

یہ شخص ترک خطائی نسل کا تھا - سلطان التمش نے پرورش کیا نہایت
ہوشیار اور لایق صورت و سیرت میں عمدہ تھا - اول اپنی حسن کارروائی
سے بعہد التمش سرجاندار ہوا بعدہ حکومت منصور پور وغیرہ پر مامور ہوا پھر
بعہد رضیہ خاتون بوجہ شہرت حسن خدمت سلطانہ رضیہ نے اسکو حاکم بدایوں
کر دیا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تھوڑی مدت تک یہ حاکم رہکر بعہدہ امیر حاجب
سلطانہ رضیہ نے اس کو معزز کیا - جب جمال الدین حبشی کو قربت سلطانہ
رضیہ سے بڑہی تو تمام سرداران ترک و اختیار الدین بھی کشیدہ خاطر ہوئے
اور سلطانہ رضیہ گرفتار ہو کر مقتول ہوئی پھر سلطنت معز الدین کو ملی تو
اسوقت وزیر مہذب الدین بالکل مختار سلطنت ہوا یہ امر سب کو کھٹکنے لگا

بادشاہ کو بھی ناگوار تھا آخر روز دوشنبہ ۸ محرم سنہ ۶۳۹ھ کو سپاہ از احمد سعید نے با یار سلطان چند مست ترک محلسرا میں داخل کر کے مہذب الدین کو زخمی اور اختیار الدین کو چاکو سے شہید کر دیا اور مہذب الدین فرار ہو گیا -

ناظم ۹

بدر الدین سنقر رومی

بعض تذکرہ نویسوں نے بیان کیا ہے کہ یہ مسلمان کا لڑکا تھا اور غلامی میں پکڑ لیا گیا - یہ شخص نہایت صاحب صورت سیرت و شکوہ و صاحب اخلاق تھا - اولاً بادشاہ نے اسکو خرید کر طشت بردار کیا - پھر شحنہ رزادخانہ بدایوں کا ہوا پھر ایک مدت کے نائب امیر حاجب ہوا اور حسن خدمت کی وجہ سے ترقی کرتا گیا - یہاں تک کہ نائب امیر آخور ہوا اور ہر وقت سفر و حضر میں بادشاہ کی حضوری میں رہتا - عہد دولت سلطانہ رضیہ میں بدایوں کا حاکم ہوا جب سنہ ۶۳۹ھ میں اختیار الدین اتگین نے بعہد معز الدین شہادت پائی تو بدر الدین سنقر کو بدایوں سے طلب کر کے امیر حاجب مقرر کیا - اب بغیر ہاتھ میں جب سلطنت کے کام آ گئے اور وہ بلا اجازت جو چاہتا کرتا - اب مہذب الدین وزیر نے سلطان کے مزاج کو سنقر کی طرف سے متنفر کیا - بدر الدین سنقر نے جب اپنی جانب سلطان کی بے التفاتی دیکھی تو سلطان کے دفع کرنے کی تدبیریں کرنے لگا - اور یہ چاہتا کہ سلطان کے بھائیوں

میں سے کسیکو تخت نشین کیا جاوے - چنانچہ بماہ صفر ۶۳۸ھ ایک جلسہ منعقد ہوا - بادشاہ کو اس جلسہ کی خبر پہونچی - بادشاہ خود اُس جلسہ میں چلا گیا اور سب اہل جلسہ بادشاہ کو دیکھکر منتشر ہوگئے - بادشاہ نے بدر الدین سنقر کو دربار میں بلاکر دوبارہ بدایوں بھیجدیا اور وہ بدایوں میں بدستور گورنر رہا - لیکن تھوڑے دن کے بعد یعنی چار مہینے میں سلطان کے پاس پھر آیا - اور بادشاہ نے اُسکو قید کردیا چند مدت قید میں رہا آخرش شب چہارشنبہ ۱۴ - جمادی الاول ۶۳۹ھ میں شہادت پائی - جب سلطان بہرام شاہ ذیقعدہ ۶۳۹ھ میں گرفتار ہوکر قتل کیا گیا اور اس کی مدت سلطنت دو سال ڈیڑھ ماہ رہی تب اُسکے بعد ملک اعز الدین بلبن بزرگ صرف ایک روز کیلئے تخت دہلی پر بیٹھا سب وزرائے سلطنت نے اُس سے ناراضگی ظاہر کی رکن الدین فیروز شاہ کا پسر سلطان علاء الدین محبوس تھا اُسکو قید خانہ سے نکالکر ۶۳۹ھ میں بادشاہ کرکے تاج شاہی سر پر رکھا اُسوقت جو انتظامات کیئے گئے منجملہ اُنکے تاج الدین سنجر قتلو کو ۶۴۰ھ میں علاء الدین مسعود شاہ نے گورنر بدایوں مقرر کیا -

ناظم ۱۰

تاج الدین سنجر قتلو

اس نے اپنے تھوڑے زمانہ حکومت میں مشہور مصنف طبقات ناصری کو جسکا نام ماجالدین عثمان ابن سراج الدین معروف بہ منہاج السراج تھا

طلب کرکے معزز عہدہ عطا فرمایا منہاج السراج مصنف طبقات ناصری لکھتا ہے کہ میں اُس زمانہ میں دہلی کا قاضی تھا ہنگامہ معزالدین میں مجھپر بھی لوگوں نے حسد کیا میں ایک روز جامع مسجد میں نماز کو گیا تھا چند بدمعاش تلوار لیکر مجھکو قتل کرنے کو دوڑے اللہ کی حفاظت رفیق اہلسنت والجماعت تھی میں نے عصا لیا اور چاکو نکالا اور میرے چند غلاموں نے جرأت کرکے اُس ہنگامہ سے مجھکو بخیریت نکالا یہ سب حرکات اُس فراش فخرالدین کی تھیں جو معزالدین کے مزاج میں بہت دخیل ہوکر باعث ہنگامہ وبربادی بادشاہ کا ہوا ازاں بعد میں نے عہدہ قضا سے استعفاء دیدیا اور لکھنوتی کا ارادہ کیا بروز جمعہ ۹ رجب سنہ ۶۴۲ھ میں بدایوں پہونچکر ملک تاج الدین سنجر قتلو کا مہمان رہا۔ خدائے تعالےٰ اُسپر رحمت کرے اُس نے کمال درجہ مہماں نوازی فرمائی۔

ناظم ۱۱

ملک جلال الدین مسعود شاہ

یہ برادر سلطان ناصرالدین محمود کا تھا اول حاکم قنوج رہا جب سلطان ناصرالدین محمود نے روز چہار شنبہ ۲۴ محرم سنہ ۶۴۶ھ کو بعد واپسی علمو دیبان دوآب وغیرہ کے جشن مرتب کیا تو ملک جلال الدین مسعود شاہ بھی جشن میں شریک ہوا بادشاہ نے اُس کو اقطاع سنبھل وبدایوں کا حاکم کیا اور وہ روانہ ہوا لیکن اس ملک کو کچھ ایسا خوف ان اطراف کے حالات سے پیدا ہوا کہ اُسی سال بدایوں وسنبھل سے دہلی چلا گیا بادشاہ نے پھر فوج بھجکر

منتمر ولن کو سزا دی اسی سال ۶۴۶ھ میں قاضی عماد الدین شقورقانی جو قاضی دہلی تھے اور کسی الزام میں متہم ہوئے تھے بروز جمعہ ۹۔ ذی الحجہ ۶۴۶ھ کو دربار شاہی سے معزول ہو کر بدایوں روانہ کیئے گئے اُسی ماہ میں عماد الدین ریحانی کی سازش سے قاضی موصوف شہید ہوئے۔

ناظم ۱۲

ملک اعزالدین بلبن بزرگ عرف کشلو خاں

بعد سلطان علاءالدین مسعود کے سلطان ناصرالدین محمود بن شمس الدین التمش سنہ ۶۴۴ھ میں تخت نشین ہوا۔ یہ چھوٹا بیٹا سلطان التمش کا تھا اور اُسکا بڑا بھائی ناصرالدین جب فوت ہوا تو سلطان کو بوجہ محبت کے بہت رنج ہوا پس سب سے چھوٹے لڑکے کا نام ناصرالدین ہی کے نام پر رکھدیا۔

الفنسٹن صاحب اور بعض مورخوں نے ناصرالدین محمود کو نبیرہ التمش لکھا ہے یہ غلطی عدم تحقیق کی ہے۔ تاریخ فرشتہ و منتخب التواریخ و طبقات ناصری نے اس کی وجہ تسمیہ اور امیر خسرو نے التمش کا بیٹا ہونا ظاہر کیا ہے یہ بادشاہ نہایت عادل اور خدا پرست و محتاط تھا۔ بیت المال سے اپنے صرف میں کبھی ایک پیسہ نہ لایا۔ گذر اوقات کے لیئے قرآن شریف لکھکر خفیہ ہدیہ کرتا اور اسی بسر کرتا۔ لباس شاہانہ بوقت ضرورت دربار کے زیب بر کرتا الا اسکے علاوہ اور وقت بہت موٹے کپڑے سے تن پوشی کرتا تھا بہت ہی

حکایات اسکی عدل وانصاف وزہد وتقوے کی مشہور ہیں لیکن ہم ایک حکایت پر اکتفا کرتے ہیں۔

نقل ہے کہ اس کی بی بی بحکم بادشاہ اپنے ہاتھ سے روٹی پکا کر شاہ کو کھلاتی اور خود کھاتی یہاں تک کہ اُس کے ہاتھوں میں آبلہ ہوگئے تھے ایک روز بوجہ تکلیف کے اُس نے سلطان سے عرض کیا کہ آپ کوئی کنیز یا خادمہ میری مدد کو دیجیے تاکہ یہ تکلیف رفع ہو۔ بادشاہ نے جواب دیا کہ بیت المال کو میں اپنے ذاتی اصراف میں خرچ نہیں کرسکتا ہوں تم صبر وشکر کرو انشاءاللہ عالم جاودانی میں تمکو ور خدمت کے واسطے ملیگی بی بی خاموش ہو رہی۔

الغرض اس بادشاہ کے عہد میں ملک اعزالدین بلبن بزرگ جو غیاث الدین الغخان کا بھائی تھا بہت صاحب اقتدار تھا۔ یہ بلبن خاندان سلطان التمش کے بندہ زادگان میں سے بڑا مقرب سلطان تھا۔ ملک اعزالدین بلبن بزرگ بعد انتقال سلطان علاءالدین مسعود کے ایک روز کیلئے تخت سلطنت پر بیٹھ گیا تھا لیکن اُسی روز ارکان دولت ووزرا نے سلطان ناصرالدین محمود کو تخت دہلی پر بٹھا دیا۔

سنہ ۶۴۹ھ میں سلطان ناصرالدین محمود نے اس کو حاکم اوچہ کردیا تھا پھر اس نے بغاوت اختیار کی سلطان نے اسپر فوج کشی کی چنانچہ اعزالدین بلبن بزرگ نے امان مانگی تو بادشاہ نے اُس کو حکومت اوچہ پر بدستور قایم رکھا۔

بعدہٗ جب فوج کشی ناگور پر ہوئی تو منجانب سلطان ملک اعزالدین بلبن

بزرگ نے اس لڑائی میں بہت کارنمایاں کیئے اور بعد فتح ناگور کے حکومت
اوچہ کی اپنے عم زاد بھائی شیرخاں کے سپرد کرکے خود حاضر دربار سلطان ہوا
بادشاہ نے بکمال قدردانی اسکو حکومت بدایوں سنہ ۶۴۹ھ میں تفویض فرمائی
اور خطاب کشلو خاں سنہ ۶۵۰ھ میں عطا کیا- اور اس کے بھائی غیاث الدین
بلبن کو خان اعظم الغ خاں کا خطاب دیا- اور یہی غیاث الدین بلبن اول
وزیر سلطان ناصر الدین محمود کا ہوا- چند روز بعد عماد الدین ریحانی کے اغوا
سے سلطان نے خان اعظم الغ خاں کو دہلی سے صوبہ ہانسی میں حاکم کر دیا اور
وزارت سے معطل کیا- اب عماد الدین ریحانی اس فکر میں ہوا کہ جو خان اعظم
الغ خاں کے طرفدار ہیں اُن میں تفرقہ ڈالنا چاہیئے چنانچہ اُس کے انتظام
میں سنہ ۶۵۱ھ میں ملک اعزالدین بلبن بزرگ کو جسکا خطاب کشلو خاں تھا
بدایوں سے طلب کرکے امیر حاجب مقرر کیا- اور سنہ ۶۵۲ھ میں جبکہ یہ حاکم بدایوں
تھا اور سلطان اوچہ اور لاہور کی طرف روانہ ہوا تھا تو کشلو خاں بدایوں سے
فوج کثیر لیکر دریائے بیاس پر سلطان کا شریک ہوا تھا پھر کشلو خاں
اوچہ اور ملتان کا حاکم ہوگیا- سنہ ۶۵۵ھ بمشارکت قتلغ خاں حدود منصورہ
پر فوج لیکر آیا بادشاہ بھی واسطے انسداد کے فوج لیکر پہونچا شیخ الاسلام
سید قطب الدین و قاضی شمس الدین بہڑایچی وغیرہ نے سازش کی اور
خفیہ کتابت کشلو خاں کو لکھی کہ تم چلے آؤ ہم تمکو دہلی کے دروازہ کی کنجیاں
دیدینگے اس سازش کا اظہار مخبروں نے بادشاہ سے کر دیا کہ حضرات
عمامہ و جبہ پوش ایسے ہوتے ہیں بادشاہ نے فوراً اُن سب کو چلے جانے کا

حکم دیدیا جب کشلو خاں قریب دہلی کے پہونچا تو کوئی رانڈ دار نہ پایا کیونکہ وہ
سب وہاں سے چلے گئے تھے۔
کشلو خاں مع فوج واپس چلا گیا اور بادشاہ بھی بڑی شان و شوکت سے
دہلی پہونچا۔ مغلوں سے کشلو خاں نے صلح کر کے پنجاب و سندھ کو حملہ سے
بچایا اور بڑا نام پایا الغرض یہ شخص نہایت جری و مدبر تھا۔ اس نے ۶۵۵ھ
میں بمقام دہلی وفات پائی۔

ناظم ۱۳

عماد الدین ریحانی وزیر سلطان

جب عماد الدین ریحانی وزیر اعظم ناصر الدین محمود کا ہو گیا تھا تو اس نے
اپنے محسن غیاث الدین بلبن کے خلاف کارروائی شروع کی اور اکثر
صوبہ داران اور مصاحبین شاہی کا تغیر و تبدل اور تنزل کرا دیا جس سے
تمام صوبے باغی ہو گئے سلطان کو عماد الدین نے فہمایش کر کے باغیوں
کی سرکوبی کو مع فوج کے روانہ کیا تب صوبہ داروں نے غیاث الدین
بلبن کو اپنی طرف سے سفیر کر کے سلطان سے معذرت چاہی اور کہا کہ ہم
فرمانبردار ہیں اگر عماد الدین ریحانی وزارت سے علیحدہ کر دیا جاوے۔
چنانچہ سلطان نے اس عرض کو منظور فرما کر عماد الدین کو وزارت سے معزول
کر کے حاکم بدایوں کر دیا اور فتنہ فرو ہوا۔ اور واضح رہے کہ قبل تنزل
عماد الدین کے سلطان ناصر الدین محمود واسطے بدلہ لینے قتل رضی الملک

اعزالدین ترک کے جسکو حالت مستی میں کیتھل اور کہرام کے زمیندار وں نے مار ڈالا تھا۔ اس طرف آتا تھا اور سنمردوں کو قتل کرکے نوروز بدایوں میں سلطان رونق افروز رہا۔ پھر دہلی کو واپس گیا تھا۔ اس کے بعد عماد الدین معزول ہو کر گورنر بدایوں ۶۵۲ھ میں کیا گیا۔ عماد الدین نے بغاوت بشراکت قتلغ خاں حاکم اودھ کے شروع کی چنانچہ اسکی سرکوبی کو تاج الدین بزرگ مقرر ہوا فریقین میں سخت جنگ ہوئی اور عماد الدین مقتول ہوا۔

ناظم ۱۴
تاج الدین سنجر تبر خاں

یہ شخص گرجی تھا اور نہایت مردانہ تھا سلطان نے اُس کو خرید کیا سلطان معزالدین نے اُس کو امیر آخور کر دیا اور بعہد سلطان ناصرالدین نائب امیر حاجب ہوا از اں بعد حاکم ترن ہوا ۶۵۶ھ میں بدایوں وغیرہ کا حکمراں کیا گیا۔

جب قتلغ خاں حاکم اودھ بخلاف سلطان لشکر بدایوں کی طرف لیکر چلا تو تبر خاں مع ملک بکتم کے اُس کے دفعیہ کو منجانب سلطان نامزد ہوا چنانچہ ان ہی حدود میں باہم مقابلہ ہو کر ملک بکتم مارا گیا۔ پھر سلطان خود واسطے دفع فساد ان حدود میں آیا اور قتلغ خاں فرار ہو گیا تب سلطان نے تبر خاں کو اودھ کا صوبہ عنایت کیا وہاں جاکر سنجر تبر خاں نے خوب سرکوبی باغیوں

سپہ سالار کرکے روانہ کیا بعد فتوحات

کی کی اور سیوات پر بھی سلطان نے

جب واپس آیا تو پھر خلعت دیکر اودہ بھیجدیا

ناظم ۱۵

ملک یغیق عرف ملک بک

سلطان ناصرالدین محمود ۱۱ جمادی الاول ۶۶۴ھ

اس دارفانی سے انتقال کرگیا ۲۰ برس چند ماہ ہونا درج نہیں ہے

کی۔

چونکہ اس کے کوئی فرزند نہ تھا غیاث الدین بلبن جو

التمش کے بندگان چہل گانی سے تھا تخت شاہی پر بیٹھا

وسوانح عمری تواریخ میں مفصل درج ہیں اور عدل و انصاف

مشہور ہیں۔ اگرچہ یہ بادشاہ بڑا قہار اور مغلوب الغضب تھا

اس کے رعایا کے انصاف میں بے مثل تھا اور اس نے اپنی اولاد

یہی نصیحت کی تھی۔ اس کے عہد میں ملک یغیق عرف ملک بکبک جو

چار ہزاری سوار رکھتا تھا حاکم بداوں تھا اس نے حالت نشہ میں ایک روز

ایک فراش کو مار ڈالا تھا تھوڑے عرصہ کے بعد سلطان بلبن بدایوں آیا

اور اسی فراش کی بی بی نے سلطان سے فریاد کی تو ملک یغیق کو سلطان

نے اپنے سامنے بلایا اور حکم کوڑے لگانے کا دیا اسقدر کوڑے

کے لگوائے کہ جاں بحق ہوگئے۔ اور اس کی نعش دروازہ پر

جمادی دوہمی را سیویں روز + سیوم ساعت براہ عالم افروز
پگاہ چاشت بافیروزی وفال + زہجرت شش صد ہشتاد و نہ سال
۶۸۹
اور تاریخ فرشتہ میں ۶۸۸ھ درج ہے سلطان جلال الدین خلجی کے عہد
سلطنت میں گزیٹیر ضلع بدایوں میں علاء الدین برادرزادہ و داماد
سلطان ملک چھجو برادرزادہ غیاث الدین بلبن کو سرکار بدایوں میں
بطور گورنروں کے نامزد کیا ہے وہ صریح غلطی ہے تاریخ فرشتہ
میں کہیں ملک چھجو یا علاء الدین خلجی کا گورنر بدایوں ہونا درج نہیں ہے
معلوم یہ ہوتا ہے کہ منتخب التواریخ میں ملا عبد القادر مورخ نے ملک
چھجو کی شکست کے بعد اس کو قید کرکے ملتان بھیجنے کا حال لکھکر اس طرح
لکھا ہے (علاء الدین کہ برادرزادہ و داماد سلطان بود از بدایوں
باقطاع کڑا نامزد شد) اس سے مورخ موصوف نے یہ خیال کیا کہ
علاء الدین گورنر بدایوں میں تھا وہاں سے کڑا بھیجا گیا حالانکہ خود
منتخب التواریخ میں لکھا ہے کہ ماہ شعبان سال دوم جلوس جلال الدین سے
تھا کہ ملک چھجو کشلیخاں نے جسکو حاکم کڑا اس لئے کیا تھا بغاوت اختیار
کی اور امرائے بلبنی اور راجہ ہائے گرد و نواح جمع ہو کر بدایوں آئے
اور دریائے گنگ سے گذر کر عزم دہلی رکھتے تھے کہ سلطان جلال الدین
مع فرزند ارکلیخاں فوج کثیر لیکر از راہ کول بدایوں پہونچ گیا اور ارکلیخاں
کو امروہہ کی طرف بمقابلہ ملک چھجو بھیجا - چنانچہ لڑائی ہوئی اور ملک چھجو
بھاگا آخرش اس کو مقدم سواسی نے گرفتار کرکے حوالہ ارکلیخاں کردیا سلطان

بمقام بدایوں مقیم تھا ارکلیخاں نے ملک چھجو کو بدایوں بھیجدیا سلطان نے
اسکو بہت عزت کے ساتھ ملتان بھیجدیا - اور اس مقام بدایوں میں
علاءالدین کو حاکم کر کے بجائے چھجو کے سفر کیا -

پس اسوجہ سے یوروپین مورخ کو یہ خیال پیدا ہوگیا کہ بدایوں سے علاءالدین
کی تبدیلی کڑہ کو ہوئی اور ملک چھجو کو اس خیال سے کہ بمقام بدایوں وہ آیا
تھا اور سلطان سے لڑائی ہوئی اس لیئے ان دونوں شخصوں کو گورنران
بدایوں کے زمرہ میں شامل کر دیا ہے حالانکہ یہ دونوں شخص کسیوقت
گورنر بدایوں بعہد جلالی نہ ہوئے تھے - البتہ منتخب التواریخ میں یہ درج
ہے کہ سال سوم جلوس جلالی میں سلطان تخت دہلی پر ارکلیخاں کو چھوڑ کر
منڈاور آیا اور وہاں اخبارات غدر امرائے بلبنی سنکر ملک سنغلتی کو
واسطے رفع فساد اقطاع بدایوں کی حکومت دیکر فوراً روانہ کیا جس سے
یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ ملک سنغلتی گورنر بدایوں عہد جلالی میں ہوا - باقی
اور کچھ حال اس کے بعد اسکے عہد حکومت کا ہماری نظر سے نہیں گذرا - مگر خان بہادر
ذکاءاللہ خاں نے اپنی تاریخ کی جلد دوم میں خسرو خاں کے ذکر
میں اسقدر لکھا ہے کہ ملک سنغلتی کو جو اسوقت حاکم ملتان تھا اور ملک بہرام
ایبا کو جو اوچہ میں موجود تھا سلطان غیاث الدین تغلق نے مقام
دیبالپور طلب کیا تھا مراہ میں ملک سنغلتی کو اس نے مار ڈالا -

ناظم ۱۷

امیر عمر خاں

۱۷ شعبان ۶۹۵ھ کو سلطان علاء الدین خلجی نے بمقام کڑا اپنے بوڑھے چچا
سلطان جلال الدین خلجی کو دھوکہ دیکر پاس بلایا اور جب وہ گیا تو اُس کو شہید کیا
جسکا حال مفصل تواریخ میں مندرج ہے دہلی میں سلطان جلال الدین کے
چھوٹے بیٹے قدر خاں کو اُس کی والدہ نے رکن الدین ابراھیم کا خطاب
دیکر تخت پر بٹھا دیا ارکلی خاں بڑا بیٹا اُسوقت ملتان میں تھا قدر خاں اگرچہ
جوان تھا لیکن امور سلطنت میں بچہ تھا اور ادھر بھائی سے اختلاف ہو گیا۔
تب سلطان علاء الدین کڑا سے لشکر لیکر بدایوں پہونچا اُسوقت اسکے
ہمراہ چھپن ہزار سوار اور ساٹھ ہزار پیادہ تھے چنانچہ دہلی پہونچکر تخت چھین لیا
اور بادشاہ ہوا اسکے ابتدائی زمانہ سلطنت میں اُسکا بھانجہ امیر عمر خاں حاکم
بدایوں ہوا پھر امیر عمر خاں گورنر بدایوں اور اُس کے بھائی منگو خاں گورنر
اودھ ہر دو نے سازش کر کے سلطان علاء الدین خاں سے بغاوت اختیار
کی اور سرکشی شروع کردی اور نواح کے رؤسا کو اپنے موافق کر لیا تب
سلطان علاء الدین نے کڑا کے امیروں کو لکھا انہوں نے حسب الحکم لشکر
کشی کر کے دونوں بھائیوں کو بڑی کوشش سے مغلوب کر کے قید کر لیا اور
بادشاہ کے پاس روانہ کیا۔ بادشاہ نے قلعہ کے نیچے اول ان دونوں
بھائیوں کی آنکھیں نکال ڈالیں اور پھر سخت عذاب سے ہلاک کیا۔ اُسکے
زمانہ حکمرانی میں طرغی خان و علابیگ سرداران مغل نے تبت سے براہ کوہ ہمالیہ
حملہ کیا تھا اُس کی سرکوبی کو ملک مانک پہونچا اور منتخب التواریخ میں ملا عبدالقادر
لکھتے ہیں کہ لشکر مغل نے بہت مال و مویشی جمع کر کے کنارہ آب رہب (کالی ندی)

سے گزرنا چاہا ملک مانک نے تعاقب کیا اور جنگ عظیم ہوئی ہر دو شاہزادہ مغل خوب لڑکر آخر کار قید ہوکر قتل کیے گئے۔ اور ان ہر دو سرداروں کے سر قلعہ دہلی کے بدایوں دروازہ پر لٹکا دیئے گئے چنانچہ ایک شاعر نے اُس زمانہ میں ایک کتبہ لکھکر اُن سروں کے برابر دروازہ قلعہ پر لگایا تھا وہ رباعی یہ ہے۔

اے حصن کہ تائید خدا یار تو باد ✤ فتح و ظفر شاہ علمدار تو باد
از تو ملک زمانہ معمار تو شد ✤ ظن غنی چو علی بیگ گرفتار تو باد

اسی کے عہد سلطنت میں مسمیٰ تاج الدین قاضی اودہ بحکم شاہی بدایوں کو عہدہ قضا پر تبدیل کیئے گئے۔ اس جنگ مغل خاں کا حال خزائن الفتوح میں امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ نے بھی مرقوم فرمایا ہے۔ بعد ملک عمر خاں کے تاریخوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ملک حمید الدین امیر کو بھی حکومت بدایوں سے کچھ تعلق تھا کیونکہ ۶۹۹ھ میں جبکہ سید مولا نے بغیبت سلطان علاء الدین خلجی دہلی کے کوتوال کو قتل کرکے بلوہ کیا تھا اور ایک بچہ کو برائے نام بادشاہ قرار دیا تھا اسوقت اسی حمید الدین کو ہی نے جو اتفاقاً بدایوں سے دہلی میں وارد ہوا تھا سید مذکور کو قتل کرکے بلوہ فرو کیا تھا۔

ناظم ۱۸
ملک دینار شحنہ پیل

اسکے بعد ملک دینار شحنہ پیل ۷۰۶ھ میں حاکم بدایوں بعہد سلطان علاء الدین خلجی

مقرر ہوا۔ یہ شخص تاریخ ضیاء الدین برنی میں بذیل مصاحبان بادشاہ علاء الدین
خلجی مندرج ہے عہد گورنری ملک دینار شحنہ پیل میں بدایوں کا زمانہ نہایت
اطمینان اور آرام کا تھا کیونکہ سلطان علاء الدین کی سلطنت میں جس طرح
امن وامان سارے ملک ہند میں رہا وہ لائق یادگار ہے خصوصاً علاقہ
قرب وجوار دہلی میں کہ جس میں بدایوں اور امروہہ ومیرٹھ وغیرہ شامل ہیں
بہت عمدہ انتظام اور اسباب آسایش مہیّا تھے۔ اس عہد دولت مہد میں
عمارات مساجد وقلعہ جات وحوض ومنار وغیرہ کہ جنکے کتبہ جات کو ہم مفصل
علیحدہ فصل کتبہ جات میں لکھ چکے ہیں بکثرت تعمیر ہوئی چنانچہ ستر ہزار معمار
تعمیر کے کام پر اس بادشاہ کے عہد میں کام کیا کرتے تھے۔ اور دو دن میں
بڑی بڑی تعمیرات قلعہ وغیرہ مکمل ہوتے تھے۔ سلطان علاء الدین خلجی کا انتقال
چھ شوال ۷۱۶ھ میں ہوا۔ مشہور ہے کہ ملک کافور نے زہر اسکو دیا تھا
بیس برس تخت سلطنت پر اُس نے جلوس کیا۔ اس کے بعد بعہد شہاب الدین عمر
جو چند روز تخت پر بیٹھا اور سلطان قطب الدین مبارک شاہ خلجی کے عہد میں
ٹھیک پتہ نہیں معلوم ہوتا کہ بدایوں میں کون گورنر رہا۔ لیکن تاریخ فرشتہ
سے اسقدر معلوم ہوتا ہے کہ جب سلطان قطب الدین مبارک
میں تخت سلطنت پر بیٹھا تو اُس نے ملک دینار شحنہ پیل کو
عطا کیا جس سے ہم یہ کہ سکتے ہیں کہ اُس زمانہ تک بھی شحنہ
پیل ظفر خاں حاکم بدایوں تھا بعدہٗ اسی سنہ میں سلطان
مبارک شاہ نے ظفر خاں کی دختر سے نکاح کیا تغلق کا جب ۷۵۲ھ

میں بعد وفات سلطان محمد تغلق کے تخت دہلی پر بیٹھا تو اُس کے زمانہ میں سید محمد
و سید علاء الدین ہر دو برادران بطور حاکم بدایوں کے مقرر کیئے گئے اور ایک
عرصہ تک وہ حکمراں بدایوں کے رہے۔
سنہ ۷۸۷ھ میں کھوکر مقدم کیتھل نے جسکو کھرگو کے نام سے اکثر مورخین نے لکھا ہے
ہر دو برادران موصوف کی دعوت کرکے اُن کو دغابازی سے قتل کر ڈالا
چنانچہ اس خبر کے سُننے سے سلطان فیروز شاہ تغلق نہایت برہم ہوا اُس نے
ملک کٹہر کی جانب جسمیں بدایوں بھی شامل ہے بغرض رفع بغاوت و انتقام
سادات مقتول کے اولاً سید خضر خاں جد سلطان علاء الدین بدایونی کو
روانہ کیا - کھرگو مفسد جانب کوہ کمایوں بھاگ گیا۔
تاریخ فرشتہ میں سنہ ۷۸۱ھ میں لکھا ہے کہ علاوہ سید محمد اور سید علاء الدین کے
سید محمود کو بھی جو برادر سید محمد کے تھے - اس غدر میں کھرگو نے مار ڈالا تھا
تب سلطان خود مع فوج جرار کے کوچ کرکے نواح کٹہر میں یعنی متصل بدایوں
کے آیا - اور حسب فرمان شاہی قتل عام و غارت و اسیری اس دیار میں عمل
میں آئی ہزارہا جانیں اس غارت گری میں نذر اجل ہوئیں کھرگو جب بھاگ کے
کوہ کمایوں کو چلا گیا قریب تیئس ہزار آدمی کے گرفتار کیئے گئے لیکن برسات
نزدیک آگئی تھی اس لیئے بادشاہ نے معاودت دہلی کو فرمائی - اور ملک
داؤد افغان کو سنبھل میں واسطے قتل و غارت ملک کٹہر کے معین کیا کہ وہ
ہر سال کوئی دقیقہ برائی اور خرابی ملک کٹہر کا نہ چھوڑے (منتخب التواریخ میں بجائے
ملک داؤد کے ملک خطاب افغان کو ولایت سنبھل کا سپرد کرنا اور اس کام

کو انجام دینا لکھا ہے) اور ہر سال یعنی ۷۸۲ھ تک بادشاہ دہلی سے جانب کٹھیر یعنی سنبھل تک واسطے شکار کے آتا تھا چنانچہ ان سنوات میں ایک جریب زمین بھی مزروعہ نہ رہی - اور کوئی شخص رات کو آرام سے گھر میں نہ سوتا تھا - بعوض ان تین سیدوں کے خون کے کئی ہزار ہندو قتل ہوئے اور اسی سال آخر یعنی ۷۸۲ھ میں فیروز شاہ نے ایک قلعہ نہایت مستحکم موضع بیولی میں کہ جو سات کوس بدایوں سے لکھا ہے تعمیر کیا ہے - اور فیروز پور کے نام سے موسوم کیا رعایائے ستم رسیدہ نے اسکا نام آخرین پور مشہور کیا اور یہ بھی مشہور ہوا کہ اتفاق سے یہ عمارت آخرین عمارات فیروز شاہی سی ہوئی اور اس کے بعد کوئی عمارت بنانا نصیب نہوا تھے کہ داعی اجل کو لبیک پکارا -

گزیٹیر بدایوں اس قلعہ کو قصبہ بسولی میں بیان کرتا ہے کہ جو اسوقت تک فی ایک بڑا سنگین قلعہ ویران مع بروج موجود ہے - اور اُن میں کسیقدر مزدور لوگ رہتے ہیں - اور درخت جنگلی خودرو بکثرت موجود ہیں اور ایک برج کے دیوار غربی پر ایک بزرگ کی زیارت ہے لیکن منتخب التواریخ میں ملا عبد القادر اس طرح بیان فرماتے ہیں کہ ۷۸۲ھ میں مقام موضع بیولی میں کہ جو موا سماہی کے نام سے مشہور ہے فیروز شاہ نے قلعہ بنایا تھا اور فیروز پور نام رکھا تھا اس کے بعد کوئی عمارت نہ بنائی - اور لکھا ہے کہ ان ایام میں یعنی بوقت تالیف کتاب منتخب التواریخ کچھ اثر اس بنیاد کا باقی نہیں ہے الا کچھ خشت ہائے کہنہ اور طرح اور وضع سے اس زمین کے جو بلند ہے

معلوم ہوتا ہے کہ کسیوقت یہاں کوئی عمارت بہت بڑی تھی۔ اور عمر سلطان کی اُسوقت نوّے سال کو پہونچ گئی تھی۔ اور اس مقام پر ملا عبد القادر مرحوم نے کیا خوب اشعار لکھے ہیں۔

بہشتاد و نود چوں در رسیدے ✤ بسا محنت کہ از گیتی کشیدے
در انجا چوں بصد منزل رسانی ✤ بود مرگے بصورت زندگانی

یہ موضع حکیم محمد اصغر علیخاں ہمارے شفیق کو نزکہ پدری حکیم سعادت علیخاں مرحوم رئیس آنولہ کے ملا تھا جو اتفاق زمانہ میں قرضہ میں نیلام ہو گیا۔ اب بھی وہاں آثار قلعہ کے پُرانے معلوم ہوتے ہیں۔

بعض مورخوں کی جو رائے ہے کہ قلعہ بسولی عمارت فیروز شاہی سے ہے اس قلعہ کی حالت ضرور اس بات کی شہادت دیتی ہے کہ بہت بڑا اور پُرانا قلعہ ہے کیا عجب ہے کہ لفظ بیولی اور بسولی میں تجنیس خطی ہے اور یہی عمارت فیروزی ہو اور اگر فیروز شاہ کی عمارت نہیں ہے تو بالضرور اہل ہنود وغیرہ کے زمانہ کا بنا ہے اور فیروز شاہ سے بھی بہت پہلے کا بنا ہوا ہے۔

ناظم ۲۱
ملک قبول خاں

بعد اس ہنگامہ کے سلطان فیروز شاہ نے ملک قبول خاں افغان کو کہ جو قوم سے شروانی سے تھے حاکم بدایوں مقرر کیا اس ملک کا زمانہ حکومت

ت خاں معلوم ہوتا ہے۔

خاں نے بیرون قلعہ بدایوں جانب غرب و گوشہ جنوب ایک محلہ
یاد کیا کہ جو اسوقت تک قایم اور آباد ہے اور اسی نام سے مشہور ہے
ریخ میں ہے ملک قبول خاں اور قبول پورہ کا ذکر مذکور ہے۔ اُسکی
محلہ میں اسوقت تک آباد ہے۔ میرداد خاں و میرباز خاں وغیرہ
قبول خاں میں زندہ موجود ہیں۔

ناظم ۲۲
ملک مہابت خاں

ں امیر تیمور صاحبقراں نے ہندوستان پر حملہ کرکے فتح کیا تاریخوں
معلوم ہوتا ہے کہ وہ زمانہ سلطنت محمود شاہ تغلق کا تھا اور یہ بادشاہ
لطین خاندان تغلق سے تھا محمود شاہ کے عہد سے مہابت خاں
ں تھا۔ اسکے زمانہ میں سید خضر خاں اور دیگر سرداروں نے
ب دبائے تھے اور خود سر ہوگئے تھے بالآخر جبکہ سلطان محمود ۸۱۶ھ
ں
وا تو دولت خاں لودی تخت دہلی پر جلوہ افروز ہوا۔ اور دولت خاں
سال میں جانب کٹھیر آیا۔ رائے نر سنگھ اور دیگر زمینداران ...
جب بمقام پٹیالی پہونچا تو اُسوقت مہابت خاں بدایوں جو حاکم
ایہ خبر سُنکر دولت خاں سے جا کر ملاقی ہوا۔

ں اُس سال قید ہوکر مارا گیا۔ اسکے بعد سید خضر خاں بن ملک سلیمان

بادشاہ دہلی کا ہوا۔ خضر خاں نے سال اول جلوس میں ۸۱۷ھ تاج الملک کو واسطے خرابی نرسنگ راجہ کٹھر کے بھیجا تاج الملک نے ولایت کٹھر کو برباد کیا راجہ نرسنگ کوہستان میں بھاگ گیا اور مہابت خاں حاکم بدایوں بھی اُس کی ملازمت میں حاضر ہوا تھا بعدہ ۸۱۲ھ میں پھر تاج الملک کو خضر خاں نے جانب کٹھر واسطے گرفتاری نرسنگ دیو کے روانہ کیا۔ چنانچہ اُس نے ولایت کٹھر کو دوبارہ تباہ و برباد کر دیا پھر بدایوں آیا اور مہابت خاں سے جو حاکم عہد فیروزی سے تھا ملا پھر تاج الملک اٹاوہ کو روانہ ہو گیا اور مہابت خاں کو بدستور بدایوں کی حکومت پر چھوڑ گیا۔

اسی سال میں سپہ خضر خاں نے خود واسطے تنبیہ مفسدان کٹھر کے ارادہ کیا۔ اور دہلی سے روانہ ہوا۔ اول ولایت کول کے مفسدوں کی گوشمالی کی۔ پھر دریائے رہب (کالی ندی) سے گذر کر سنبھل کو ویران کیا بدایوں کی طرف پلٹا اور پٹیالی کے پاس سے دریائے گنگ کو عبور کیا۔ اسی اثناء میں مہابت خاں حاکم بدایوں کو ہراس پیدا ہوا اور وہ بدایوں کے قلعہ میں محصور رہا۔ اور چھ ماہ تک لڑائی ہوتی رہی۔ پھر اس اثناء میں بعض امرا مثل قوام خاں و اختیار خاں لودی اور دیگر خانہ زادگان محمود شاہی نے جو خضر خاں سے ملگئے تھے بیوفائی کا ارادہ کیا۔ خضر خاں اس ارادہ سے واقف ہو کر جانب دہلی لوٹا۔ اثنائے راہ میں ۲۰۔ ماہ جمادی الاول ۸۲۱ھ کو ایک مجلس منعقد کی اور اُس میں سے اول سب اشخاص کو جنکی طرف سے واہمہ غدر و بیوفائی کا تھا جمع کیا سب کو قتل کر ڈالا بعدہ دہلی میں پہونچا ۸۲۴ھ میں ۱۷ جمادی الاولے کو خضر خاں مر گیا اور اُسکا بیٹا سلطان مبارک تخت نشین ہوا ۸۲۴ھ میں مبارک شاہ

ماشیہ پر دستی تحریر: نرسنگ کھیتالہ ... فرشتہ ... پر دیتا ہے۔

بعد از

نے منصب وزارت ملک سکندر سے لیکر سرور الملک کو عطا فرمایا اور سرور الملک کو واسطے تادیب متمردان ملک کھٹر کے روانہ کیا۔ اور خود عقب میں ولایت کھٹر پر آیا اور تمام مفسدان و زمینداران سے باج و خراج حاصل کیا اور خوب سزا دی۔ اور مہابت خاں امیر بدایوں جو خضر خاں سے محصور ہوکر خوب لڑا تھا خدمت میں مبارک شاہ کے حاضر ہوا مبارک شاہ نے اُس کو فرمان دیگر ولایت قوم تھور پر روانہ کیا۔ چنانچہ اُس نے جاکر بہت سے آدمی قید کیے۔ الانتخب التواریخ میں خود مبارک شاہ کا کھور یعنی شمس آباد پر واسطے سزا دہی پنوار ٹھاکروں کے جو بڑے سرکش تھے جانا لکھا ہے۔ اور اسی کی تائید اپنی تاریخ میں منشی ذکاء اللہ خاں شمس العلما نے کی ہے اور تاریخ فرشتہ میں بھی مہابت خاں کے متعلق اسی قدر حال لکھا ہے جو ہم بیان کر چکے۔ باقی حال مہابت خاں حاکم بدایوں کا کسی تاریخ سے نہیں معلوم ہوا کہ وہ کہاں رہا۔

ناظم ۲۳
ملک چمن

سلسلہ تاریخ سے مفہوم ہوتا ہے کہ زمانہ مبارک شاہی میں میاں ملک چمن المخاطب بغازی الملک جو پوتہ خان جہاں کا تھا حاکم بدایوں مقرر ہوا جب مبارک شاہ ۸۳۷ھ میں بروز جمعہ قریب نماز جمعہ کے بسازش سرور الملک وزیر و میران صدر قاضی عبد الصمد و سدہ پال کھتری وغیرہ کے ہاتھ سے دھوکہ سے شہید ہوا تب سرور الملک نمک حرام نے محمد شاہ کو تخت پر بٹھایا

اور یہ محمد شاہ بن فرید خاں بن خضر خاں تھا جسکو مبارک شاہ نے متبنٰی کیا تھا۔
جب یہ مسند آرائے سلطنت ہوا تو اس نے سرور الملک کو خطاب خان جہاں
کا دیا سرور الملک نے امرائے قدیم کو برطرف کرکے سزائیں دینا شروع کیں
گویا خود بادشاہی کرتا تھا اور بادشاہ مثل کٹھ پتلی کے اس کے ہاتھ میں تھا
اُسوقت چند اشخاص مبارک شاہی و خضر خانی نے جو جاگیردار تھے مثل ملک
چمن حاکم بدایوں و ملک الہ داد لودی حاکم سنبھل وغیرہ نے سرور الملک کے
علیحدہ کرنے کی سازشیں شروع کیں۔ سرور الملک نے خان اعظم سید خاں
اور سدارن اور اپنے لڑکے یوسف کو کمال الملک کے ساتھ روانہ کیا کہ وہ دفع
فساد اور سزادہی مفسدان کی کرے جب یہ ارادہ اُسکا پایا تو وہ بہ اطمینان
اپنی قیام گاہ پر آیا۔ سرور الملک کو جب یہ خبر ہوئی کہ کمال الملک بھی میری
طرف سے برگشتہ ہے۔ تب اُس نے ملک ہشیار اپنے غلام کو بہت سا
لشکر دیکر روانہ کیا کہ وہ حفاظت یوسف اور سدارن کی کرے۔ اس اثنا میں
ملک چمن نزدیک ملک الہ داد کے آیا۔ سدارن اور ملک ہشیار خوف کھاکر
جانب دہلی بھاگ گئے۔ کمال الملک نے ملک الہ داد و ملک چمن اور دوسرے
اپنے موافق سرداروں کو طلب کرلیا اور بہت سے لوگ اُن کے ساتھ جمع ہوگئے
۳۰۔ رمضان المبارک کو دہلی روانہ ہوئے سرور الملک قلعۂ دہلی میں محصور رہا
اور تین ماہ تک دوسرے سردار کمال الملک کے شریک ہوتے رہے اور
جو لوگ قلعہ میں محصور تھے اُنپر نہایت درجہ رسد وغیرہ کی تکلیف پہونچائی۔
سلطان محمد شاہ کو سرور الملک کا باغی ہونا یقین ہوچکا تھا اور وہ یہ جانتا تھا

کہ میں خود ہی کمال الملک کے پاس چلا جاؤں سرور الملک یہ ارادہ پاکر درپئے قتل ہوا اور ۸ محرم ۸۳۸ھ کو بڑی جمعیت سے ہمراہی پسران میران صدر کے مسلح ہوکر محل شاہی میں واسطے قتل بادشاہ کے گیا۔ سلطان چونکہ ہمیشہ اس سے خائف ہوکر جماعت کے ساتھ ہوشیار رہتا تھا اس نے اپنے ملازمان کو اشارہ قتل سردار الملک کا کیا۔ چنانچہ ملازمان سلطانی نے سرور الملک کو قتل کرڈالا۔ پسران میران صدر بھی مارے گئے ملک ہشیار اور ملک مبارک کو خطاب خانی و منصب وزارت عطا کیا گیا اور ملک چمن کو غازی الملک کا خطاب دیا اور ملک الہ داد نے خود خطاب قبول نہ کیا مگر اپنے بھائی کو دریا خانی کا خطاب دلوایا۔

خان اعظم سید خاں کو خطاب مجلس عالی کا دیا گیا۔ اور ملک چمن حاکم بدایوں کو امروہہ کی جاگیر اضافہ میں دی گئی ملک چمن کا زمانہ شروع عہد سید علاء الدین بادشاہ حاکم بدایوں تک رہا ایک مقبرہ ملک چمن کا بیرون فصیل قلعہ جانب غرب واقع ہے جسکو بعض مورخوں نے اس کی قبر ہونا لکھا ہے اور شان مقبرہ اور پختہ بادلی وغیرہ سے ظاہر ہے کہ ضرور وہ کسی حاکم کا مقبرہ ہے اور عام روایت کے بموجب چمنی بی بی فاروقی کا مزار مشہور ہے مگر تاریخ سے اس کی شہادت نہیں ملتی۔

ناظم ۲۴

سید علاء الدین بادشاہ دہلی و حاکم بدایوں

سوائے ملک بہلول کے سب امرا نے بیعت کی اور بعض مورخوں نے
لکھا ہے کہ بہلول نے بھی بیعت کی۔ اس بادشاہ کے مزاج میں اپنے
باپ سے بھی زیادہ سستی تھی اور نہایت خائف رہتا تھا۔ جب تخت نشین
ہوا تو ۸۵۰ھ میں بیانہ کا دورہ کیا اثنائے راہ میں غلط خبر اسکو پہونچی کہ بادشاہ
جونپور بقصد دہلی کے آتا ہے علاء الدین اس خبر کو سنکر فوراً دہلی واپس ہوا
ہر چند حسام خاں وزیر نے سمجھایا کہ اسقدر خوف ظاہر نہ کیجئے غلط خبر پر واپس ہونا
دلیل حماقت ہے الا بادشاہ نے اُس کی گفتگو پر رنجش ظاہر کی پھر سب نے
بادشاہ کو سست و خفیف العقل جانا۔ ۸۵۱ھ میں بادشاہ بداؤں گیا۔ اور
وہاں کی آب وہوا اُس کو ایسی مرغوب ہوئی کہ مدت تک وہیں قیام کیا اور
جب دہلی آیا تو وہیں کا دم بھرتا تھا اسکی سستی اور غفلت شعاری سے تمام
ہندوستان میں طوائف الملوکی ہو گئی۔ اسکے وزیر حسام خاں اور حمید خاں
تھے حسام خاں نے بداؤں جانے سے ممانعت کی لیکن بادشاہ نے ۸۵۲ھ
میں قصد بداؤں کیا اور اپنے ایک خسر پورہ کو شحنہ دہلی اور دوسرے کو امیر
کوہی مقرر کرکے خود بداؤں پہونچا۔ اسکا مشیر رائے پرتاب تھا جسکے مشورہ سے
بادشاہ نے حمید خاں وزیر کو قید کر دیا کیونکہ رائے پرتاب سنگھ کے باپ کو
فتح خاں پدر حمید خاں نے مار کر اُس کی بی بی کو اپنے قبضہ میں کیا تھا لہذا
اُس کو بدلہ لینے کا موقعہ اس مسلوب الحواس بادشاہ کے زمانہ میں ہاتھ لگا
اب اُس رائے پرتاب نے بادشاہ کو مشورہ دیا کہ اگر حمید خاں قتل کر دیا جاوے
تو بادشاہ کے ماتحت بہت صوبے ہو جاویں گے۔ بادشاہ نے قتل کا حکم دیدیا

مگر حمید خاں کے بھائیوں نے کسی تدبیر سے اُس کو رہا کرکے دہلی پہونچا دیا اگرچہ شیخ جمال نے تعاقب کیا مگر مارا گیا۔ حمید خاں دہلی میں جاکر نہایت غضب سے حرم شاہی میں گھس گیا اور سب مال و اسباب لیکر عورتوں اور لڑکیوں کو سر برہنہ بے آبرو کرکے اخراج کر دیا۔ الا بادشاہ نے باوجود اس خبر متوحش کے حس و حرکت نہ فرمائی اور برسات کا بہانہ کرکے روانگی دہلی کو ملتوی رکھا۔ اور دونوں خسر پورہ بادشاہ کے دہلی میں قتل ہوئے۔ پھر اس نے حسام خاں عمدۃ الملک کو بھی جو اسکا نہایت ہوا خواہ تھا اور ہمیشہ حق بات کہتا تھا۔ وزارت سے برخاست کر دیا۔ تب حسام خاں اور حمید خاں وزیران ممالک نے اتفاق کرکے ملک بہلول کو طلب کیا اور تخت دہلی پر اُس کو بٹھایا۔ اُس نے خطبہ اپنے نام کا پڑھایا۔ پھر ملک بہلول نے ایک عرضداشت سلطان علاء الدین کو لکھی کہ میں فرمانبردار ہوں اور یہ تردد واسطے ہوا خواہی حضور کے کیا ہے۔ سلطان علاء الدین نے اس کے جواب میں لکھا کہ میرے والد مرحوم سلطان محمد شاہ نے تجھکو فرزندی میں لیا تھا۔ مجھکو کچھ سروکار بادشاہی سے نہیں ہے صرف بدایوں پر قانع ہو کر سلطنت دہلی تجھکو دیتا ہوں سلطان بہلول اُسوقت دیپال پور میں تھا پس اس فرمان کے پہونچنے سے بلا جنگ و نزاع کے دہلی کا مالک ہو گیا سلطان علاء الدین بدایوں پر مع پرگنہ جات متعلقہ کے قابض رہا دریائے گنگ کے کنارہ اور خیرآباد سے اس طرف دامن کوہ تک حکمرانی کرتا تھا باقی اطراف میں سکہ و خطبہ بہلول کے نام کا جاری تھا ۸۸۳ھ میں سلطان علاء الدین اس دار فانی سے عالم جاودانی کو رحلت کر گیا۔ مدت سلطنت

سات سال چند ماہ تھے اور مدت حکومت بدایوں اٹھائیس سال تک رہی اور اس کی قبر اسکی والدہ مخدومہ جہاں کے مقبرہ میں جو متصل سرائے میراں اثنا رراہ شیخو پور میں واقع ہے معلوم ہوتی ہے عوام میں مشہور ہے کہ جو قبر حضرت شاہ ولایت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بن میں ہے وہ اسکی ہے مگر یہ صحیح نہیں ہے قصبہ اعلیٰ پور اسکا آباد کیا ہوا ضلع بدایوں میں موجود ہے اور مشہور یہ ہے کہ سرائے میراں سید حیدر اسکے پسر نے آباد کی ہے اسکی والدہ مخدومہ جہاں کے مقبرہ کے حالات مع اُسکے کتبہ جات کے علیحدہ درج کر چکے ہیں جس سے ناظرین کو مفصل حال معلوم ہوگا اس بادشاہ پر خاندان سادات کی سلطنت ختم ہوئی جسکا آغاز سید خضر خاں سے ہوا تھا۔ بعد وفات سلطان علاء الدین کے اُسکا داماد سلطان حسین شاہ جونپور اور اٹاوہ میں حکومت کرتا تھا اور دہلی کے فتح کی تدبیر کر رہا تھا اُس کی رسم تعزیت کے حیلہ سے اپنی خواہش پورا کرنیکا موقعہ پاکر فوراً بدایوں کو روانہ ہوا بظاہر اس سفر کی غرض تعزیت بادشاہ تھی مگر باطن میں اُس کی وراثت پر قابض ہونا مقصود تھا۔

یہ ایک آسان کام تھا مگر اُس نے سخت بیمروتی کرکے سلطان علاء الدین کی اولاد سے بدایوں کو لے لیا اور مبارک خاں پسر تاتارخاں حاکم سنبھل کو مقید کرکے بحالت ... اور ہاتھی وغیرہ ساتھ لیئے اور روانہ دہلی ہوا چنانچہ بہلول سے ایک مدت تک مقابلہ رہا اور سلطان حسین کو بوجہ کثرت فوج غلبہ رہا بعدہ صلح کرکے واپس جاتا تھا اسی اثنا میں بوجہ غفلت وبے پروائی سلطان حسین

سے اسکی فوج پر بہلول نے شبخون مارکر تباہ کر دیا اور بہلول بعد فتح بدایوں بھی آیا اور کچھ روز مقیم رہکر دہلی روانہ ہوا الغرض شاہ جونپور سے اور بہلول سے ۲۶ سال تک محاربات اور مشاجرات ہوتے رہے - انجام کار ۸۸۳ھ میں مستقل طور پر جونپور صوبہ دہلی اور ماتحت شاہ دہلی ہوگیا بہلول نے مانک پور شاہ عالم خاں کو بہرائچ اپنے بھانجے شیخ محمد فرملی عرف کالا پہاڑ کو اور صوبہ لکھنؤ اعظم ہمایوں اپنے پوتے کو اور بدایوں خان جہاں کو جو ایک معتبر امیر اور بادشاہ کا خویش تھا عنایت فرمایا -

ناظم ۲۵

بایزید خاں بن بہلول لودی

بعد وفات سید علاء الدین بادشاہ کے ۸۵۵ھ میں حکومت بدایوں بھی سلطان بہلول کے قبضہ میں آگئی ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جب شاہ حسین شرقی داماد سید علاء الدین موصوف نے بحیلہ تعزیت اپنے خسر کے بدایوں آکر خسر پورہ سے حکومت چھین لی اور پھر بہلول لودی نے شاہ حسین شرقی کو نکال دیا تو بادشاہ نے خواجہ بایزید خلف اکبر کو جسکو ۸۵۵ھ میں اپنا جانشین دہلی میں کرکے خود اطراف و جوانب کو بغرض دفع شر مفسدان روانہ ہوا تھا شروع ۸۸۴ھ میں حاکم بدایوں کر دیا چنانچہ تاریخ فرشتہ اور منتخب التواریخ سے واضح ہے کہ جب تقسیم ملک بہلول نے اپنے آخری عمر میں کی تو جونپور خواجہ بایزید

پدر اعظم ہمایوں اس سے پیشتر اپنے ایک خدمتگار کے ہاتھ سے مارا گیا تھا اس لیئے بدایوں
خانجہاں کو جو امرائے معتبر سے تھا عطا کیا جس سے صاف ظاہر ہے کہ بدایوں میں
خواجہ بایزید پدر اعظم ہمایوں اُسوقت حاکم بدایوں تھا اور اُسکے مارے جانیکے بعد
خانجہاں کو بدایوں کا حاکم کیا۔

اس بایزید کے عہد میں بجز جنگ ہائے سلطان حسین شرقی کوئی خاص واقعہ نہیں ہوا۔

ناظم ۳۶

خانجہاں خاں

۸۹۳ھ میں سلطان بہلول نے خانجہاں لودی کو جو امرائے معتبرین اور رشتہ داران
سلطان سے تھا امیر بدایوں کیا۔ اور یہ شخص نہایت درجہ فیاض اور محسنی تھا چنانچہ
اسکی سخاوت اور فیاضی کی حکایتوں میں ایک یہ حکایت بھی شیخ رزق اللہ مشتاقی
نے اپنی کتاب واقعات مشتاقی میں لکھی ہے اور اُسکو اپنی تاریخ میں البسط صاحب
نے جلد چہارم صفحہ ۳۸۵ و ۴۹۵ میں نقل کیا ہے ہم بھی اس موقع پر اُسکا اعادہ کرتے
ہیں۔ ایک شخص میاں لاڈن دانشمند ساکن بدایوں اُسکے عہد میں تھے ایک روز
صبحکو میاں بندگی میاں لاڈن دانشمند خانجہاں کے پاس گئے خان نے
دریافت کیا اسقدر صبح آپ کیوں تشریف لائے ہیں تو اُنھوں نے جواب دیا کہ
میں نے آج صبح کھچڑی کھانا چاہا چونکہ گھر میں کھچڑی جلد طیار نہیں ہو سکتی تھی اس لیئے
میں نے خیال کیا کہ کسی امیر کے یہاں طیار ملیگی اُسوقت آپ کا خیال آیا اور فوراً
آپکی خدمت میں حاضر آیا خان نے کہا کہ میں کھچڑی کبھی نہیں کھاتا ہوں اور

قسم کے طعام موجود ہیں اگر آپ کھچڑی پسند فرماتے ہیں تو وہ پکوا دی جائیگی میاں
نے جواب دیا کہ وہی وقت یہاں بھی پیش آئی جب کھچڑی طیار ہوگی وقت
کھانے کا جاتا رہیگا خان نے کہا کہ جبتک کھچڑی تیار ہو میں کچھ شیرینی بازار سے ابھی منگوائے
دیتا ہوں آپ تناول فرمایئں شیخ نے کہا بہت خوب۔ مگر ملازم سے کہدیجئے کہ وہ روپیہ
لیکر میرے پاس آئے اور میں اُسکو ہدایت کر دوں کہ کیا چیز لائے۔ الغرض آدمی
روپیہ لیکر میاں پاس آیا تو میاں نے کہا کہ یہ روپیہ مجھے دیدو اور جاؤ تم کھچڑی
طیار کرو۔ القصہ جب کھچڑی پک گئی اور میاں اُسکو ختم کر چکے یعنی تناول
فرما چکے تو فرمایا کہ خاں ہمنے کھچڑی بہت کثرت سے کھائی اب مجھکو پالکی میں سوار
ہونا اور اُس کی حرکت برداشت کرنا بہت دشوار ہے خانصاحب نے دریافت
کیا کہ آپ کے پاس کوئی گھوڑا نہیں ہے جواب دیا کہ جو گھوڑا بُری طرح چلتا ہے
وہ پالکی سے بدتر ہے اور میرا گھوڑا سخت بدقدم ہے خان نے کہا کہ میں آپکو
گھوڑا شایستہ قدم دونگا جو نہایت عمدہ چلتا ہے میاں نے خوش ہو کر کہا
کہ میں ایسے گھوڑے پر کیوں نہ سوار ہوں اگر دستیاب ہو۔ خان نے اپنے
ملازم کو حکم دیا کہ اصطبل سے جاکر نہایت عمدہ رہوار خوش رفتار ابھی لے آ
ملازم فوراً ایک عمدہ گھوڑا اصطبل سے لایا صرف گردی اُسپر پڑی تھی بحکم خان میاں
کے حوالہ کیا گیا میاں نے کہا کہ کھانا زیادہ کھانے کی وجہ سے میں نے
شکایت پالکی میں سوار ہونے کی کی اب اور زیادہ مصیبت پیش آئی
کیونکہ میں گھوڑے کی برہنہ پشت پر نہیں چڑھ سکتا ہوں۔ خان مُسکرایا
اور زین کے واسطے حکم دیا فوراً گھوڑے پر زین رکھا گیا۔ میاں نے دریافت

کیا کہ یہ گھوڑا کیا کھاتا ہے تو معلوم ہوا کہ مٹر اور شکر خام اور روغن زرد۔ میاں نے کہا کہ غریب آدمی کو یہ چیزیں کہاں مہیا ہو سکتی ہیں پس ان چیزوں کے بھی دیئے جانے کا حکم فرمایا جاوے چنانچہ حکم ہو گیا۔ پھر کہا کہ جب یہ زین پرانا ہو جائیگا تو ایک نئے زین کی ضرورت ہوگی اور عرق گیر و گردنی وغیرہ کی بھی حاجت ہوگی۔ چنانچہ ان چیزوں کے بھی ملنے کا حکم ہو گیا تب کہا کہ یہ مجھے بڑی دشواری ہوگی کہ سائیس کو ہر روز گھوڑے کی خوراک آپکے ہاں مانگنے کو بھیجوں یہ آپکی بڑی مہربانی ہوگی کہ ایک موضع عنایت فرمایا جاوے کہ جسکی آمدنی سے یہ سب اخراجات مہیا ہو جاویں۔ یعنی تنخواہ سائیس۔ گھوڑے کی خوراک زین و گردنی اور گھانس۔ چنانچہ یہ درخواست بھی منظور ہوئی۔ اور ایک موضع ضلع ہرایوں میں عطا ہوا اور بعد ازاں اجازت جانے کی حاصل کی اور یہ کہا کہ میں نے کھانا کھایا گھوڑا اور گانوں بھی ملا۔ مگر پالکی اُٹھانیوالوں کی جو مجھے یہاں تک لائے کچھ نہ ملا اس پر کچھ رقم نقد اُن کو عطا ہوئی بالآخر میاں رخصت ہوئے۔ خان جہاں لودی کی فیاضی کی یہ ایک مثال ہے۔ اس حکایت کی نقل کے بعد انگریزی مورخ لکھتا ہے کہ "مشرقی حکومت کی حالت سابق سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ مالگذاری جو بہت سے اشخاص سے لیجاتی تھی کس طرح پر لوگوں کو بغیر مشقت لٹادی جاتی تھی جو شخص اس سے مستفید ہوتا تھا وہ بھول اور ناعاقبت اندیشی زاہد کی طرح آئندہ کی امیدوں میں زندگی بسر کرتا تھا۔ مگر ہمارے نزدیک یہ اعتراض اُس زمانہ کی حالت پر اعتبار کرکے صحیح نہیں ہے اس زمانہ میں بھی بہت سے حکمران ایسے ہیں کہ یہی خیالات رکھتے

پابند اور مولویوں اور پادریوں اور برہمنوں کو بڑی سیرچشمی سے مالامال اور جائداد و زر نقد و خلعت و اسپ و فیل وغیرہ عطا کرتے ہیں اور اسکو وسیلہ نجات اخروی جانتے ہیں۔

پیشتر جبکہ بہلول لودی فتنہ بغاوت ملتان فرو کرنے کو جاتا تھا تو خان جہاں خاں اور اسکے باپ کو اپنا نائب کرکے دہلی میں چھوڑ گیا تھا۔

جب سلطان حسین شرقی سے موضع چنوارہ پر بہلول سے جنگ ہوئی تو خان جہاں خاں موصوف نے درمیان ہو کر صلح کرا دی تھی۔

جب سلطان بہلول اطراف دہلی میں انتظام شاہ حسین شرقی کر رہا تھا اسوقت خبر انتقال خان جہاں خاں کی پہونچی سلطان نے اس کی جگہ اسکے پسر حسین خاں کو خطاب خان جہاں خاں کا مکرر دیکر اسکے باپ کی جگہ قائم رکھا۔ جب حسین شرقی کو شکست ہوئی تو بمقام قنوج سلطان بہلول نے حسین شرقی کی بی بی خونزہ دختر شاہ علاء الدین خضر خانی کو بھی گرفتار کیا اور بکمال عزت اور عصمت سے رکھا اور جونپور روانہ ہو کر اسکو فتح کیا اور باربک شاہ اپنے بیٹے کو حاکم جونپور مقرر کیا اور کالپی میں اپنے پوتے خواجہ اعظم ہمایوں کو اپنا قائم مقام کیا اور ملک کی اسطرح تقسیم کر دی۔ باربک شاہ کو جونپور۔ عالم خاں کو کڑا۔ شیخ محمد فرملی عرف کالا پہاڑ کو بہرائچ۔ اعظم ہمایوں کو لکھنؤ۔ خان جہاں خاں کو بدایوں۔ دریا خاں لودی کو سنبھل۔ عیسے خاں کو کول۔ مبارک خاں لوہانی کو سکیٹ رائے پرتاب کو بھوگاؤں۔ نظام خاں کو دہلی۔ اور بعد اس انتظام کے بہلول ۸۹۴ھ میں رحلت کر گیا۔

سلطان بہلول کے نو لڑکے تھے - بایزید[1] خاں المخاطب سکندر شاہ - بار بک شاہ[2] مبارک[3] خاں - عالم خاں[4] معروف بہاؤ شاہ علاء الدین - جمال[5] خاں - میاں یعقوب[6] - فتح خاں[7] - میاں[8] موسیٰ - جلال[9] خاں -

اور امرائے بہلول حسب ذیل ہیں

قطب خاں پسر سلام خان - خان جہاں خاں لودی - مبارک خاں لوہانی - احمد خاں میواتی - احمد خاں سیستانی - شیخ محمد قرملی عرف کالا پہاڑ - جانجاناں لوہانی - جونہ خاں پسر غازی خاں - ملک چمن بنیہ جانجہاں - عماد[10] الملک اقبال خاں -

ناظم ۲۷

میاں ضیاء الدین

جب سلطان بہلول کا انتقال ہوگیا تو اُسکا خلف اکبر سکندر لودی بحمایت خان جہاں خاں لودی کے بادشاہ دہلی ہوا - اسکے زمانہ میں انگریزی مورخ گزیٹیر بدایوں میاں ضیاء الدین کو حاکم بدایوں تحریر کرتا ہے اور یہ بھی لکھتا ہے کہ مالگذاری سرکار بدایوں کی میاں ضیاء الدین اور اُسکے بھائی میاں زبیدالدین کے باہم جو دہلی میں رہتے تھے تقسیم ہوتی تھی -

---

[10] اسکی قبر بدایوں میں معہ کتبہ موجود ہے

اس گورنر کے عہد میں سلطان سکندر لودی سے اور اُسکے بھائی باربک شاہ سے
لڑائیاں ہوئیں شیخ قرملی کالا پہاڑ وقت مقابلے کے قلب لشکر سکندر پر جانب
باربک شاہ حملہ آور ہوا اور بہت سخت جنگ کر کے گرفتار ہوا جب سلطان سکندر کے
سامنے پیش ہوا تو سلطان نے نہایت اعزاز فرمایا اور کہا کہ تو بجائے میرے باپ
کے ہے ایسا مجھ سے برتاؤ نہ کرنا چاہیئے۔ شیخ قرملی کالا پہاڑ نے کہا کہ ایک
گھوڑا مجھکو دے کہ حق پدری ادا کروں۔ چنانچہ اُسکو گھوڑا دیا گیا اور وہ
سوار ہو کر فوج باربک شاہ پر حملہ آور ہوا اور اُسکو شکست دی۔ باربک شاہ
بھاگ کر بدایوں کے قلعہ میں گھس گیا اور کچھ مدت جنگ کرتا رہا آخر
تنگ ہوا اور صلح کر کے سلطان سکندر نے اُسکو بدستور حاکم جونپور کر دیا
لیکن اپنے معتمد مصاحب اُسکے ہمراہ کر دیئے تاکہ بغاوت نہ کرے۔

۱۷- ذی قعدہ سنہ ۹۲۳ھ کو سکندر لودی نے آگرہ میں انتقال کیا۔ اُسکے بعد
اُسکا بیٹا سلطان ابراہیم جانشین ہوا۔ اسکے زمانہ میں بغاوت ہوگئی اور
بدایوں جزو سلطنت شرقی کا جو دریا خان لوہانی نے قائم کی تھی ہوگیا۔
کوئی خاص حال ہمکو کسی معتبر تاریخ میں نہ ملا کہ اس زمانہ میں حاکم بدایوں
کون رہا۔ پھر جب سلطنت دہلی خاندان تیموریہ میں آئی اور اُسکا آغاز
عہد بابریہ سنہ ۹۳۲ھ سے ہوا اور اُسوقت خاندان لودی کا بالکل خاتمہ ہوگیا۔
اب یہاں سے ایک جدید زمانہ شروع ہوتا ہے کہ جسمیں گورنران بدایوں
کا کچھ ذکر کسی تاریخ سے نہیں ملتا۔ ہمایوں سنہ ۹۳۷ھ میں اپنے باپ بابر کا
جانشین ہوا۔ دس سال تک اُسپر سخت مصیبت رہی۔ بالآخر شیر خاں سور نے اُسکو

نکال دیا اور ہندوستان میں خاندان سور کی حکومت قایم ہوئی جو ۹۶۱ھ تک رہی - اس زمانہ میں بھی بدایوں کے حاکموں کا کچھ ذکر کسی کتاب میں نہیں ملتا البتہ ابراہیم سور نے محمد عادل شاہ کے وقت میں جو بغاوت اختیار کی تھی اور اسکی مدد بیبے خاں گورنر سنبھل نے کی تو بدایوں میں شاہی فوج بغاوت فرو کرنے کے واسطے گئی تھی اور انکو سپا کر دیا تھا۔

ابراہیم سور نے دہلی پر قبضہ کر لیا جب ہمایوں ۹۶۲ھ میں واپس آیا اسوقت تک ان صوبجات میں امن نہیں تھا -

ناظم ۲۸

قنبر دیوانہ

ہمایوں بادشاہ نے ۹۶۲ھ میں قنبر دیوانہ کو جو ایک عجیب الخلقت آدمی تھا حاکم بدایوں مقرر کیا - اس نے نواح سنبھل میں پہونچکر ایک جمعیت کثیر قایم کی اس اثنا میں بادشاہ نے علی قلی خاں کو گورنر سنبھل مقرر کیا تو یہ دیوانہ کہتا تھا کہ سنبھل بروزن سنبل است - علی قلی خاں کی مثال ایسی ہے کہ گاؤں کے بیکا اور وحشتناک بکا -

قبل اسکے کہ علی قلی خاں سنبھل میں پہنچے قنبر بدایوں آیا اور وہاں سے لوٹ کر نواح کانٹ اور گولہ میں جو اب پرگنہ شاہجہاں پور میں ہیں گیا - اور رکن خاں افغان سے [illegible] پائی اور قصبہ ملانواں تک قابض ہو گیا - بعدہ پھر افغانوں سے لڑائی ہوئی اور قنبر شکست کھا کر بدایوں واپس آیا اور اس

لڑائی میں بہت سے آدمی اسکے مارے گئے۔ یہاں آکر اس نے ظلم کرنا شروع
کیئے کسیکا مال کسیکی دختر جبراً لے لیتا تھا علی قلی خاں نے ہر چند اسکو اپنے پاس
بلایا لیکن یہ نہ گیا اور یہ کہتا تھا کہ میں مصاحبت خاص بادشاہ سے رکھتا ہوں نہ کہ تو۔
میرا سر تاج شاہی سے توام ہے۔ آخر علی قلی خاں فوج لیکر بدایوں گیا اور قلعہ بدایوں
کا محاصرہ کیا۔

قبنیز دیوانہ اُسوقت بھی نے اعتدالیوں سے باز نہ آیا اور اہل شہر پر اور بھی زیادہ
ظلم کرنے لگا تمام اہل شہر اُس سے ناراض تھے۔ اس محاصرہ میں یہ مورچوں
پر بوجہ بے اعتمادی شہر کے خود پھرتا تھا۔ اور اہتمام قلعہ داری خود کرتا تھا۔
باوجود اس دیوانگی کے ایسی سمجھ تیز رکھتا تھا کہ ایک مرتبہ آدھی رات کو ایک
خالی مکان بقال میں گیا اور اپنے کان زمین پر لگائے اور وہاں سے کچھ قدم
آگے چلکر پھر لوٹا اور بیلداروں کو بلایا اور کہا کہ میرے کان میں آواز آتی ہے
اس زمین کو کھودو جب بیلداروں نے زمین کو کھودا تو وہاں ایک سرنگ پائی
جو علی قلی خاں نے باہر قلعہ سے لگالی تھی۔ الغرض اس نے اپنی خرم و ہوشیاری
سے اُسوقت نجات پائی بقول شخصے

دلِ وحشی کو خواہش ہی تمہارے گھر کے جانیکی ؎ دیوانہ ہی ولیکن بات کہتا ہی ٹھکانے کی

ملا عبدالقادر منتخب التواریخ میں تحریر فرماتے ہیں کہ جن لوگوں نے اس سرنگ کو
دیکھا تھا وہ کہتے تھے کہ قلعہ کے ہر طرف سے دیوار قلعہ کی بنیاد پانی تک پہونچی
ہوئی تھی اور لوہے کی سلاخیں اور لٹھے ساکھو کے بنیاد میں پڑے تھے لیکن
صرف اس مقام پہ جہاں سرنگ لگائی گئی تھی خالی پایا تھا۔ پھر سکنا شہر نے

علی قلی خاں کو یہ پیغام بھیجا کہ فلاں رات کو فلاں برج کی طرف سے حملہ کیا جاوے اور ہم سیڑھی اور کمند سے مدد کرینگے تاکہ فوج قلعہ میں آ جاوے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ شیخ حبیب اللہ بدایونی جو مشاہیر اکابر شہر سے تھے اور دیگر شیخ زادگان فاروقی نے جو رشتہ دار شیخ سلیم چشتی فتحپوری رحمۃ اللہ علیہ کے تھے جمع ہوکر اس دروازہ سے کہ جہاں شیخ فتح اللہ چشتی کا مزار ہے۔ علی قلی خاں کی فوج کو داخل قلعہ کردیا۔ انہوں نے شہر میں آکر آگ لگادی۔ اسیوقت قنبر دیوانہ شہر سے بھاگ کر باہر آیا اور مثل گیدڑ کے پکڑ لیا گیا۔ جب روبرو علی قلیخاں کے پیش ہوا اسوقت بھی علی قلی خاں نے فرمانبرداری کرنے کا اشارہ کیا تاکہ جان بخشی کیجاوے مگر یہ دیوانہ جسکے سر میں بوئے نخوت سمائی ہوئی تھی اسوقت بھی لاف وگزاف کے ساتھ پیش آیا تب علی قلی خاں نے اسکو قتل کرکے سر اسکا مع عرضداشت خدمت ہمایوں میں بھیجدیا۔ بادشاہ دلمیں اس خانہ جنگی سے ناراض ہوا مگر بظاہر کچھ نہ کہا۔ یہ دیوانہ اپنی حالت گورنری میں یہ کہا کرتا تھا کہ "مال خدا کا اور جان خدا کی اور قنبر دیوانہ ہے باورچی خدا کا" اور جس سال اسکا کام تمام ہوا ملک میں سخت کال پڑا ہوا تھا اتفاق سے اسی سال یعنی ۷ ربیع الاول ۹۶۳ھ کو بادشاہ ہمایوں زینہ سے گرکر رحلت کرگیا جسکی تاریخ وفات (۹۶۳ھ) مولانا قاسم کاہی نے اس طرح لکھی ہے۔

ہمایوں بادشاہ ملک معنی ÷ ندارد کس چو او شاہ دگر یاد

ز بام قصر خود افتاد ناگہ ÷ دراں عمر عزیزش رفت برباد

پئے تاریخ او کا ہی رقم زد ✤ ہمایوں بادشہ از بام اُفتاد

قنبر دیوانہ کی لاش بدایوں میں دفن ہوئی - ملا صاحب لکھتے ہیں کہ اس کی قبر بدایوں میں مشہور و موجود ہے - اور گزیٹیر بدایوں میں لکھا ہے کہ ادنے درجہ کے لوگ اسکی قبر پر بہت دنوں تک نذر و نیاز چڑہایا کرتے تھے - اب مؤلف کے زمانہ میں اسکی قبر کا ٹھیک پتہ نہیں معلوم ہوتا -

ناظم ۲۹

میر مرتضی المتخلص بہ عملی

بعد قتل قنبر دیوانہ کے میر مرتضی جو سادات دوعنباد سے تھے اور امرائے معتبر خان زماں یعنی علی قلی خاں حاکم سنبھل سے تھے کچھ مدت تک حاکم بدایوں رہے - ملا عبد القادر نے اپنی منتخب التواریخ کی جلد ۳ میں شعرا کے ذیل میں انکا تذکرہ کرکے حکومت بدایوں کا کچھ مدت انکے تصرف میں رہنا لکھا ہے چنانچہ انکے حال میں مذکور ہے کہ یہ شخص نہایت خوش اخلاق و خوش طبع تھا اور کبھی کبھی شعر بھی لکھتا تھا چنانچہ منتخب التواریخ میں ملا صاحب نے اُن کا ایک شعر لکھا ہے جو یہ ہے - ؎

ایدل ہمہ شب آں سگ بخواب ندارد ✤ از نالہ و فریاد و فغان کہ تو داری

ناظم ۳۰

قاسم علیخاں بقال

اس شخص کا نام قاسم علی ولد حیدر بقال تھا - خدا کی قدرت سے اسکو منصب اور خطاب خانی عطا ہوا اور ۹۹۸ھ میں حکومت بدایوں اُسکو تفویض کی گئی - یہ شخص شاعر بھی تھا اور عطاری تخلص کرتا تھا - باشندہ آگرہ تھا - ملا بدایونی نے منتخب التواریخ کی جلد سوم میں بذیل شعرا اسکا تذکرہ اس طرح لکھا ہے جسکو ہم بجنسہ نقل کرتے ہیں -

قاسم علی ولد حیدر علی بقال بد اصلی و غرور و مکر میں مشہور تھا اور اپنا قریشی ہونا کہتا تھا - یہ بات مقرر ہے کہ جب کسیکا نسب نہ ہو تو وہ قریشی نسب بنجاتا ہے - اپنی مجلس میں وہ باپ کے آنے سے عار کرتا تھا - لہذا اُسکا باپ کہتا تھا کہ تجھکو ذلیل کرنے کو میں اپنی دکان پر جو آگرہ میں ہے بیٹھوں گا اور میوہ اور معجون بیچوں گا ہر ایک سے بلا دریافت کہونگا کہ تم جانتے ہو کہ قاسم علیخاں میرا پسر صلبی ہے پھر دیکھونگا کہ تو اُسکو مار ڈالیگا -

اور لکھا ہے کہ کسی نے قاسم علی کے باپ سے پوچھا کہ تمہارے کتنے بیٹے ہیں اُس نے کہا کہ آٹھ اس تفصیل سے ؎

دو از من است دو از بی بی و دو از ہر دو ٭ دو ئی دگر کہ نہ از بی بی است نے از من

قاسم علی لڑکپن میں صاحب جمال تھا اور مجلس میں پڑا کرتا تھا آخر خلیفہ خلیفۃ الزمانی کا ہو اور اسپر اعتبار کامل ہو گیا پھر رتبہ خانی پر پہونچا اور یہ مثل سچ ہوئی کہ کسی شخص نے ایک شخص سے کہا کہ تمنے سنا ہے کہ فلاں کو خان کر دیا اُس نے کہا کہ خوب ہوا وہ مردک اسی قابل تھا اُسکا شعر بھی ملا نے نقل کیا ہے وہ یہ ہے **بیت**

اور اپچو طفلگان خطکی وسواد سکے ؎ باآں خط وسواد کہ خود اعتقا وسکے

(مؤلف) ہمکو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ملا صاحب کو اس شخص سے نہایت درجہ ملال تھا کیونکہ جو شعر انتخاب کیا ہے وہ لایعنی وبیمعنی ہے جس سے استعداد علمی کا حال قاسم علی بقال کا بخوبی معلوم ہوجاوے وگرنہ خلیفہ ہوکر ایسا شعر قرین قیاس نہیں۔ پھر ملا صاحب لکھتے ہیں کہ اس مدت اکیس سال ہیں کہ فقیر نے اُس کو چندمرتبہ دیکھا ہے کبھی شیخی اور لاف سے خالی نہ رہتا تھا اور اُستادوں سے زبردستی اپنی لیاقت کو تسلیم کراتا تھا اور اگر وہ قبول میں انکار کرتے تو نکال دیتا تھا۔ اور شیخی سے بجز سخن پروری اور اَلْکَلِمَۃُ لَفْظٌ وُضِعَ لِمَعْنیً مُفْرَدٍ کے زیادہ نہ پڑھا تھا۔ اور سلیقہ شعرگوئی اشعار سے واضح ہے۔ بیت[1] ماسوئے آب مال وحمام جائے ما است ؎ حمام خانہ ایست کہ خاص از برائے ما است۔

اسکی ایام حکومت کا ایک بڑا مشہور واقعہ آتشزدگی کا کہا جاتا ہے کہ جس سے تمام شہر جل گیا تھا۔ اور مشہور ہے کہ جامع مسجد کا گنبد بھی اُسی آتش کے صدمہ سے سربسجدہ ہوگیا تھا جسے دوبارہ قطب الدین خاں کوکہ کے عہد میں

---

[1] ہمارے زمانہ میں ایک لالہ منتقل پرشاد الملقب اُستاد متخلص بغرت ساکن مرادآباد بدایوں میں اہلمد کلکٹری تھے مشاعرہ میں اُن کے اشعار اسی قسم کے ہوتے تھے اور وہ اپنے آپ کو شاگرد رشید امام بخش ناسخ کا فرماتے تھے چنانچہ ارد و کا شعر انکا بطور توارد مضمون شعر مذکورہ بالا ہی ہے جسکو ہم یہاں نقل کرنا مناسب سمجھتے ہیں۔ شعر

غسل خانہ کی ہیں دیوار بلاشک بنتا ؎ گر سمجھتا کہ یہاں آکے وہ عریاں ہونگے

اُسکے بیٹے نے تعمیر کرایا۔

ملا صاحب منتخب کی جلد دوم میں اس آتشزدگی کا حال اس طرح لکھتے ہیں کہ اس سال یعنی سنہ ۹۸۴ھ میں بدایوں میں بہت بڑی آگ لگی اسقدر ہندو و مسلمان جلے کہ شمار ان کا نہیں ہوسکتا ہے اور چھکڑے بھر بھر کر لاشیں ندی میں ڈالتے تھے اور معلوم نہیں ہوتا تھا کہ یہ شخص مسلمان ہے یا ہندو اور جو بعض آدمی جلنے سے بچے تو وہ فصیل قلعہ پر چڑھ گئے مگر مشتعل آگ سے جو اُن کے قریب تک پہونچی تھی تمام عورات اور مردوں نے اپنے آپ کو دیوار سے نیچے گرایا کہ جسکی وجہ سے وہ لنگڑے اور زخمی ہوگئے۔ اور پانی اُس آگ پر ڈالا جاتا تھا تو مثل روغن کے کام دیتا تھا۔

ملا عبد القادر یہ بھی لکھتے ہیں کہ میں نے یہ واقعہ اپنی آنکھ سے دیکھا۔ اور لکھتے ہیں کہ قبل اس واقعہ کے ایک مجذوب میاں دوآب سے بدایوں میں آیا تھا اور میں اُسکو اپنے مکان پر لایا جس سے ہر روز مجالست رہتی تھی ایک روز خلوت میں مجھسے کہا کہ اس شہر سے باہر چلے جاؤ میں نے کہا کہ کیوں اُس نے کہا تماشا خدا کا یہاں ظہور پائیگا۔ چونکہ وہ خراباتی تھا اس وجہ سے مجھے اسکی بات پر یقین نہ ہوا۔

اسی مقام پر ملا نے یہ شعر لکھا ہے۔

چہ پرسی از بدایون وز احوال پریشانش ÷ کہ آیات عذاب النار نازل گشت در شانش

بعدہٗ قاسم علیخاں نقال کالپی کا حاکم ہوگیا اسکے بعد یہ نہیں معلوم ہوتا کہ بدایوں کا حاکم کون تھا البتہ اکبر کے عہد میں کانٹ و گولہ شامل سرکار بدایوں کیئے گئے ہیں

ان دونوں جگہ کا ایک ہی حاکم سمجھا جاتا تھا۔ قاسم علی خاں بقال کی نسبت سوائے گزیٹیر بدایوں کے اور کسی نے اسکا حاکم بدایوں ہونا نہیں لکھا مگر منتخب میں لفظ قرب جاگیر بدایوں لکھا ہے جس سے وہاں کا جاگیردار ہونا خیال کیا گیا۔

ناظم ۳۱

نواب فریدخاں فاروقی

اکبر شاہ ۱۰۱۴ھ میں فوت ہوا اُسکے بعد چند برسوں کا حال نسبت حاکمان بدایوں معلوم نہیں ہوتا جب جہانگیر تخت نشین ہوا تو یہ بات مشہور عوام ہے کہ اُس نے نواب فریدخاں فاروقی کو حاکم بدایوں کیا۔ جو حضرت بابا فرید شکر گنج رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کی اولاد سے تھے اور شیخ خوبن کوکہ نواب قطب الدین خاں کے بیٹے تھے۔ جو جہانگیر بادشاہ کے رضاعی بھائی تھے اور آپ کو خطاب نواب محتشم خان بہادر کا عطا ہوا تھا۔ اور ایک محلہ شیخ پورہ قلعہ سے جانب غرب متصل سوتھہ دروازہ آباد تھا۔ اُس محلہ میں اور نیز اندرون قلعہ شیخ فاروقی بکثرت آباد تھے۔ اب شیخ فرید کی اولاد موضع شیخوپور میں جو بدایوں سے جانب جنوب دو میل کے فاصلہ پر دریائے سوت کے دوسرے کنارہ پر ہے اور جہاں ایک قلعہ بنا ہوا ہے آباد ہے۔ ان کے زمانہ میں کوئی خاص تاریخی واقعات نہیں ہوتے جو تحریر کیئے جایئں۔ ان کا مقبرہ عالیشان شیخوپور میں متصل دریائے سوت بنا ہوا ہے۔ اور اٹھایئسویں جلوس اکبری میں بادشاہ نے جب لاہور کو روانہ ہوا تو ایک حکم راجہ جسونت سنگھ کو لکھا کہ شیخ فرید ولد

قطب الدین خاں کوکہ کو انتظام دار الخلافت سپرد ہوا ہے اُنکے آنے تک مہاراجہ منتظم رہے۔

حالات درباب شکستگی سرکار بدایوں

۱۰۳۶ھ میں جب شاہجہاں تخت نشین ہوا تو اُس نے اپنے عہد سلطنت میں صدر مقام بریلی کر دیا اور لفظ سرکار کا بدایوں سے علیحدہ ہو گیا۔ اس کے زمانہ میں تین حاکم بدایوں میں ہوئے۔ عبد اللہ خاں۔ نا تاک چند۔ نذر محمد خاں اور عہد عالمگیر میں احمد اللہ شاہ کو حاکم کیا تھا جس نے بغاوت اختیار کی اور اُس کی گوشمالی نواب مالیر کوٹلہ کے اجداد نے کی اور پھر نیاز احمد خاں حاکم رہا۔ اسکا کچھ حال مفصل نہیں معلوم ہوا لہذا ہمنے بھی بالاختصار لکھدیا۔ نذر محمد خاں نے البتہ دریائے سوت کا پُل متصل زیارت حضرت شاہ ولایت رحمۃ اللہ علیہ کے ۱۰۳۹ھ میں مستحکم پختہ بنایا تھا جب وہ شکست ہو گیا تو اُسکی جگہ پر فتح خاں خانساماں نے زمانہ عملداری رہیلہ میں پُل بنایا اور وہ بھی شکست ہو گیا اب اُس کی جگہ پر کارمیکل صاحب بہادر کلکٹر نے ۱۸۶۱ء میں پُل جدید بنایا جو اب تک موجود ہے۔

عہد سلطنت اورنگ زیب عالمگیر میں جو ۱۰۶۹ھ سے شروع ہوتا ہے اضلاع کی جا بجا تبدیلی ہوئی بدایوں اور سنبھل روہیلکھنڈ قدیم کٹھیر میں شامل ہو گئیا۔ راجہ مکرند رائے جدید گورنر روہیلکھنڈ مقرر ہوا اور اُسکا صدر مقام بریلی ہوا۔ پھر جب عالمگیر نے انتقال عزل و نصب کیا تو ۱۰۸۸ھ میں راجہ مکرند رائے کو

بنگالہ کا حاکم کیا۔ اسکے بعد عنایت خاں دفتر دار خالصہ کو خلعت دیکر فوجداری چکلہ بریلی مقرر کیا۔ پھر ۱۱۱۵ھ میں صالح خاں ولد اعظم خاں کوکہ کو خدمت فوجداری و دیوانی بریلی مقرر فرمایا اور سعدالدین اُسکے لڑکے کو بھی اُسی وقت خلعت دیا۔

اورنگ زیب کا انتقال۔ چغتائیہ کا زوال اور رُہیلوں کا اقبال

افغان جنہوں نے بدایوں میں حکومت کی وہ دو قسم کے تھے۔ ایک رُہیلہ پٹھان کٹھیر کے۔ اور دوسرے بنگش پٹھان ماتحت حاکم فرخ آباد۔ اولاً بنگش افغانوں کا عروج ہوا۔ ۱۱۲۵ھ میں فرخ سیر بادشاہ نے محمد خاں بنگش کو ریاست بھوجپور شمس آباد مرحمت فرمائی اور بوجہ اُن خرابیوں کے جو فرخ سیر کو اپنے آخر زمانہ میں پیش آئیں اُس نے محمد خاں کو خود مختار کرکے خطاب نوابی عطا فرمایا۔

محمد خاں نے فرخ آباد کو اپنے آقا کے نام سے مشہور کیا اور اپنے آقا کے انتقال کے بعد جو ۱۱۳۲ھ میں ہوا اُس نے پرگنہ جات بدایوں اور اوسہنت پر قبضہ کرلیا۔ محمد شاہ کے عہد میں ۱۱۳۳ھ میں بوجہ اُس خدمت کے جو محمد خاں نے انجام دی تھی اُس کو بادشاہ نے منصب ہفت ہزاری مع سات ہزار سوار و خلعت و شمشیر لکھ روپیہ نقد عنایت کیا اور خطاب غضنفر جنگ کا عطا فرمایا۔ اور پرگنہ جات بھوجپور اور شمس آباد جو اب

ضلع فرخ آباد میں شامل ہیں بطور جاگیر عنایت ہوئے۔ پھر اُسی سال میں صوبہ دار الہ آباد مقرر کیا اُس وقت اُسکے ماتحت عامل اس طرح پر تھے الہ آباد کا حاکم بھورے خاں چیلہ بھنڈہر۔ اور کالپی کا حاکم دلیر خاں چیلہ۔ اور جالون میں کمال خاں۔ اور بھوج پور میں نیک نام خاں چیلہ شمس آباد کا داؤد خاں چیلہ۔ اور بدایوں اور سہسوان[1] اور مہر آباد کا شمشیر خاں چیلہ۔

شمشیر خاں چیلہ نواب محمد خاں بنگش عامل بدایوں

سنہ ۱۱۴۳ھ مطابق ۱۷۳۰ء سے لغایت ۱۱۴۴ھ یعنی ایک سال تک منجانب نواب محمد خاں بنگش شمشیر خاں چیلہ حاکم پرگنات بدایوں وسہسوان[1] ومہر آباد کا مقرر ہوا۔

اور واقعہ یہ ہے کہ نواب محمد خاں کو محمد شاہ بادشاہ نے اپنے جلوس کے پہلی سال صرف پرگنہ بھوج پور اور شمس آباد بطور جاگیر کے دیا تھا اور وہی اصلی ریاست محمد خاں کی تھی مگر اُس نے بوجہ طوائف الملوکی اپنے زور بازو سے بہت سے علاقے قبضہ میں کر لیئے تھے۔ چنانچہ کسی شاعر نے یہ قطعہ اُسکی حدود حکومت کی بابت مرقوم کیا ہے۔

---

[1] اب سہسوان بدایوں میں اور مہر آباد ضلع شاہجہاں پور میں شامل ہیں۔

قطعہ میانِ دوآب و میانِ دوکاف * شدہ حاصل ملک جملہ معاف
شود قبضہ کول و کولہ حدود * بدریائے گنگ و جمن انصراف

اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ قریب نصف ضلع بدایوں اور ایک پرگنہ ضلع شاہجہاں پور یعنی مہرآباد اسکے قبضہ میں تھا۔ اور تاریخ فرخ آباد میں سر ولیم آروین صاحب کلکٹر نے لکھا ہے کہ آنولہ جو جاگیر عمدۃ الملک امیر خاں میں تھا وہ بھی قبضہ حکومت محمد خاں میں آگیا تھا۔ شمشیر خاں چیلہ کے قبضہ میں کچھ دنوں قبل موسی نگر و بلور اکبر پور شاہ پور و قنوج بھی رہے تھے۔ ایک مرتبہ ابو المنصور خاں صفدر جنگ فیض آباد سے دہلی کو جاتے ہوئے پاپا ستو گھاٹ واقع پرگنہ بلور سے گنگا اُترے۔ شمشیر خاں نے کہا کہ جبتک اُس نقصان کی بابت جو فصلوں کو پہونچا ہے معاوضہ نہ دیا جاوے تب تک میری حدود ریاست میں صفدر جنگ کے خیمے کھڑے نہوں یہ حکم شمشیر خاں کا صفدر جنگ کو بہت ناگوار گذرا اُس نے فوراً اس مضمون کا خط لکھکر فرخ آباد کو نواب محمد خاں کے پاس بھیجا

"نواب نامدار سلامت۔ شمشیر خود را درمیان بکن وگرنہ آب بخواہد ماند"

محمد خاں نے جواب ترکی بہ ترکی لکھا کہ "نواب نامدار سلامت۔ این شمشیر مرداں در معرکہ میدان بے خون چشیدہ بمیان نمی آید" صفدر جنگ نے یہ جواب پاکر شمشیر خاں سے مقابلہ کرنا چاہا لیکن اُس کے مشیروں نے رائے نہ دی اور کہا کہ بادشاہ کی ناخوشی کا سبب ہوگا۔ اور نیز آپ فتحیاب ہوئے تو مشہور ہوگا کہ ایک چیلہ سے لڑے تھے اور اگر شکست ہوئی تو ہمیشہ کے

بدنامی کلداغ رہیگا - چنانچہ وہ وہاں سے دہلی کو روانہ ہوگیا - شمشیر خاں کے اشارہ سے راہ میں اُسکی فوج کا اسباب لوٹ لیا گیا - اسی وجہ سے لکھنؤ کے حکام محمد خاں کے خاندان سے ملال رکھتے تھے اور شمشیر خاں کی مُہر پر یہ الفاظ کندہ تھے بگذار ای محمد آب شمشیر - بعد وفات قایم خاں کے جو جھگڑے ہوئے اُن میں شمشیر خاں بھی شریک تھا - اور وہ منجملہ اُن پانچ چیلوں کے تھا جو گرفتار ہوکر دہلی بھیجے گئے تھے ۱۱۸۵ء میں شمشیر خاں دھلی میں مارا گیا - اُس کے پانچ بیٹے تھے -

حسن علیخاں - رحم علیخاں - عمر علیخاں - کاظم علیخاں - رسول علیخاں -
اُس نے ایک قصبہ شمشیر گنج اپنے نام سے بیور ضلع مین پوری میں آباد کیا -

حالات حکومت افاغنہ روہیلہ

بعد شاہجہان بادشاہ کے بعہد عالمگیر حکومت سرکار سنبھل و بریلی و بدایوں کی نواب عظمت اللہ خاں کو سپرد ہوئی تھی - اور یہ نواب خلف الصدق مولوی عصمت اللہ خاں بنیرہ عبید اللہ فاروقی لکھنوی کے تھے -

اس خاندان میں حکومت عہد عالمگیر سے تا زمان محمد شاہ بادشاہ رہی - افاغنہ روہیلہ جو کوہستان شمالی کابل و بنیاپور کے رہنے والے تھے وہ مدت سے ان اطراف و جوانب یعنی سرکار سنبھل و بدایوں میں آکر ملازمت زمینداران میں رہا کرتے تھے اور زر کثیر اور جم غفیر رکھتے تھے - القصہ بزمانہ حکومت نواب عظمت اللہ خاں میں افاغنہ

ملازمت نواب میں تھے - روہیلہ افغانان کا شجرہ اس طرح ہے -

شجرہ

سورث اعلےٰ شہاب الدین خاں

ابن
شاہ عالم خاں
حافظ الملک رحمت خاں

متبنے
داؤد خاں
متبنے
نواب علی محمد خاں

ابن
حسن خاں
نواب دوندے خاں
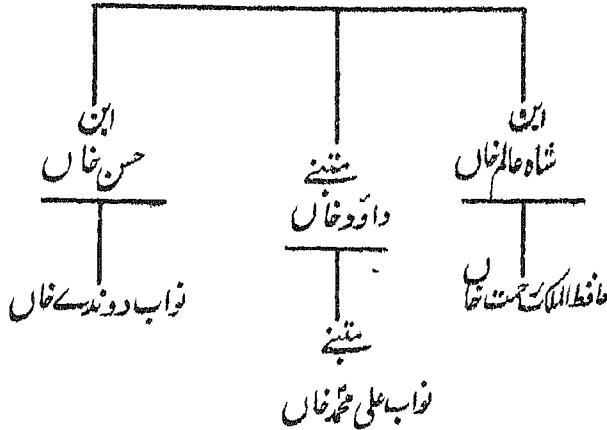
پس ناظرین پر واضح رہے کہ داؤد خاں متبنے شہاب الدین خاں کا تھا مگر اکثر اہل تواریخ نے اسکو متبنے شاہ عالم خاں پسر شہاب الدین خاں کا لکھا ہے - ہمارے نزدیک یہ کوئی اختلاف نہیں کیونکہ زمانہ ہر دو کا واحد ہے - اس لئے ملک کٹھیر میں آکر ملازمت راجہ کماؤں کی اختیار کی اسکی پاس واسطے پناہ و امن و راحت غول افاغنہ نے جنکو الوش کہتے ہیں بوجہ دباؤ نادری آنا شروع کیا اور ملک کو حسب عادت غارت گری سے تباہ کرکے روپیہ جمع کیا چنانچہ داؤد خاں ایک جماعت کثیر کا سردار ہو گیا۔ اسکا متبنے نواب علی محمد خاں تھا اکثر تاریخوں میں یہ لکھا ہے کہ مولد اسکا موضع پانکولی واقع قصبہ کا بہر توابع سرکار سنبھل تھا اور وطن سکنی اسکا موضع

بیولی تابع سرکار بدایوں تھا جو متصل بسولی پرگنہ ستاسی ہے
خدا کی قدرت ہے کہ اس لڑکے کو جو بہت کم سن تھا مگر اُس کے چہرہ سے
آثار کیاست و جلادت نمایاں تھے اور مصداق اس شعر کے تھا۔ شعر
بالائے سرش ز ہوشمندی ٭ می تافت ستارۂ بلندی
داؤدخاں نے جسکی جاگیر میں چند دیہات پرگنہ ستاسی کے تھے اور اُسنے
ترقی حاصل کی تھی۔ اپنی تبنیت میں لیکر پرورش کیا اور علی محمد خاں نام
رکھا۔ اکثر مورخوں نے علی محمد خاں کو نومسلم لکھا ہے۔ مگر نواب کلب علیخاں
بہادر مرحوم و مغفور جنت آشیاں والیئے ریاست رامپور نے جو اُسکی
اولاد میں تھے۔ اپنی کتاب میں سادات سے اُسکا نسب ملایا ہے۔ واللہ
اعلم بالصواب وعندہٗ ام الکتاب۔
داؤدخاں برخلاف نواب عظمت اللہ خاں کے راجہ کمایوں کا ملازم ہوا
جب نواب موصوف نے مرادآباد سے واسطے گوشمالی راجہ کمایوں کے
عزم کرکے کاشی پور رودرپور میں جو دامن کوہ میں علداری راجہ مذکور میں
واقع تھے لشکر پہونچایا اور لڑائی شروع ہوئی اُسوقت داؤدخاں وغیرہ
جمعداران قوم افاغنہ تاب مقاومت نہ لائے اور بھاگے راجہ نے یہ یقین
کیا کہ یہ لوگ نواب موصوف سے سازش کر گئے ہیں پس اُس نے مکروحیلہ
سے داؤدخاں کو مع ہمراہیوں کے بلائے کو طلب کیا اور دھوکے سے داؤدخاں
کو مع ہمراہیان کے مار ڈالا۔ علی محمد خاں اس عرصہ میں جو فوج و جمعیت داؤدخاں
اور دیگر پٹھانوں کی دامن کوہ میں باقی رہی تھی اُسکو اپنے ہمراہ لیکر نواب

عظمت اللہ خاں کی خدمت میں حاضر ہوا اور ملازمت نواب موصوف کی
اختیار کی۔ نواب نے بطور فرزند کے اُسکے ساتھ شفقت فرمائی اور ہر روز
اُسکا درجہ بڑھایا۔ کچھ عرصہ تک نواب موصوف کے ہمراہ رہا اور ہر روز اُسکی
ترقی ہوتی جاتی تھی اور افاغنہ کثرت سے اُس کے مطیع ہوتے جاتے تھے چنانچہ
اُس کے پاس اسباب امارت مہیا ہوگیا تو بعد ایک مدت حکومت پرگنہ
آنولہ وغیرہ منجانب عظمت اللہ خاں نواب علی محمد خاں کے سپرد ہوئی۔
جب نواب موصوف کا انتقال ہوگیا تو احمد خاں بہردی کو سرکار مراد آباد کی
حکومت تفویض ہوئی۔ اُسوقت بھی عامل موصوف کی طرف سے حکومت
پرگنہ جات آنولہ وغیرہ علی محمد خاں کی بحال رہی۔ رفتہ رفتہ چھوٹے چھوٹے
جاگیردار جو پرگنہ آنولہ وغیرہ میں تھے اُنکی املاک پر علی محمد خاں متصرف ہوا۔
اور آنولہ کو اپنا مسکن کیا۔ قدرے قلیل روپیہ جاگیرداروں کو دیتا تھا۔ تھوڑے
عرصہ میں بوجہ بدانتظامی سلطنت دہلی کی بہت سی سپاہ افاغنہ وغیرہ علی محمد خاں
کے پاس جمع ہوئی۔ اس عرصہ میں جب نادرشاہ بادشاہ ہندوستان پر
حملہ آور ہوا اور بعد فتوحات واپس گیا اُسوقت حکومت فوجداری مراد آباد منجانب
بادشاہ ہرنند نامی کے تعلق تھی۔ اُس نے چاہا کہ علی محمد خاں کی جمعیت کو پریشان
کرکے اُس کے اقتدار حکومت کو گھٹائے تو اولاً علی محمد خاں نے پیغام صلح
دیکر بہت کچھ عاجزی کی۔ چونکہ ہرنند کا پیغام اجل قریب تھا اُس نے غرور
ونخوت سے سخن صلح کو نہ سنا۔ آخرالامر علی محمد خاں علی الصباح جنگ کے
لیئے ہرنند کے لشکر پر بمقام پرگنہ بلاری کنارہ دریائے ارل جا گرا چونکہ ہرنند

خواب غفلت میں تھا۔ علی محمد خاں نے ہرنند کو مع اُسکے ایسر کے درو خیمہ پر
قتل کیا۔ اور تمام لشکر اُس کا تباہ و غارت ہوگیا۔ دلیر خاں اور عبد النبی خاں
جو فوجدار بریلی کے تھے اور ہرنند کی کمک کو آئے تھے اُنھوں نے بڑی
مردانگی سے مقابلہ کیا اور علی محمد خاں کے لشکر سے بہت لوگوں کو مارا۔ آخر میں
یہ ہر دو بھائی اس معرکہ میں جاں بحق ہوئے۔ اب علی محمد خاں کو یہ فتح بغیر منتظر
حاصل ہوئی۔ اُس کی شوکت و عظمت المضاعف ہوگئی اور تھوڑے دنوں میں
اس نے تمام اطراف و جوانب کو از سنگ تا بہ گنگ یعنی کوہ ہمالیہ سے لیکر
تا دریائے گنگ اپنے قبضہ قدرت میں کر لیا۔ اور تمام زمینداروں کو جو
دامن کوہ میں تھے برباد کر کے اور بت خانوں کو شکست کر کے اسلام کو شایع
کیا اور بہت سی مساجد و مدارس و خانقاہیں تعمیر کرائیں۔ اور ہر چہار طرف
سے گروہ علما و فقرا و صلحا وغیرہ اس کے پاس حاضر آتے اور پرورش و جاگیر پاتے
تھے۔ چنانچہ سب ملک کٹھیر اسکے قبضہ میں آگیا تب منجانب محمد شاہ بادشاہ کے
علی محمد خاں کو منصب شش ہزاری اور خطاب نوابی و نقارہ عطا ہوا۔ اُسوقت
تمام سرداران شاہی اور دیگر زمینداران اطراف و جوانب کو رشک و حسد
اُسکے جاہ و مرتبہ پر ہوا اور سب امرا اُسکے زوال امارت کی فکر میں رہتے
تھے لیکن کوئی تدبیر کارگر نہوتی تھی۔ آخر سال بست و ہفتم جلوس محمد شاہ
بادشاہ میں بہ تحریک نواب ابو المنصور خاں صفدر جنگ کے محمد شاہ بادشاہ
خود روہیلوں کو اخراج کرنے کی غرض سے روانہ ہوا اور دریائے گنگ
کو رام گھاٹ سے عبور کر کے قصبہ تندہ میں پہونچا اور علی محمد خاں اپنے مقام

آنولہ کو چھوڑ کر قلعہ بن گڈھ میں جو بدایوں سے چار یا پانچ کوس ہے مقیم ہوئے اس مہم میں وزیر اعظم قمر الدین خاں چین بہادر بھی بادشاہ کے ہمراہ تھا وہ صفدر جنگ کی کارروائی سے ناخوش تھا اور علی محمد خاں کا طرفدار تھا اور اس لڑائی میں امرا نامدار وزیر الملک نواب قمر الدین خان اور نواب صفدر جنگ و نواب امیر خاں و نواب قایم خاں بنگش والی فرخ آباد لشکر شاہی کے ہمراہ تھے اور نواب فصیح الدین خاں عرف فصیح اللہ خاں مرحوم پردادا مؤلف رسالہ ہذا بھی جو منصب دوہزاری اور پانصد سواری کے تھے اس موقعہ پر بادشاہ کے ہمراہ دہلی سے اپنے وطن بدایوں کو تشریف لائے تھے۔ بدایوں پہونچکر امرائے موصوف معہ لشکر شاہی سوت ندی کے کنارہ پر خیمہ زن ہوئے اور علی محمد خاں سے مقابلہ ہوا نواب علی محمد خاں چندروز تک مقام بن گڈھ میں قلعہ بند رہے لیکن برابر توپ گولہ سے لڑتے رہے۔

آخر ش پیام صلح کا نواب موصوف نے بھیجا اور وزیر الملک قمر الدین خاں چین بہادر نے اس کی سفارش کی اگرچہ نواب ابو المنصور خاں صفدر جنگ نہیں چاہتا تھا کہ علی محمد خاں کی خطا معاف ہو لیکن بادشاہ کو خاطر وزیر اعظم کی منظور تھی وزیر اعظم قمر الدین خاں چین بہادر نے علی محمد خاں کو اپنے ساتھ بادشاہ کے روبرو رومال سے ہاتھ باندھکر پیش کیا اور عفو تقصیر چاہی۔

بادشاہ نے قصور معاف کرکے بہت مہربانی فرمائی اور اپنے ہمراہ علی محمد خاں کو دہلی لے گیا اور اس ملک کی صوبہ داری پر نواب معین الدین خاں و فرید الدین خاں پسران نواب عظمت اللہ خاں مراد آبادی کو مقرر کیا

اس عرصہ میں کھیم کرن راجپوت جو کہ سرگروہ باغیان ملک کٹھیر کا تھا بدر الاسلام خاں
پسر نور الدین خاں گوپاموی کے ہاتھ سے جو بعہد معین الدین خاں ناظم
بریلی کا ہوا تھا مارا گیا۔ القصہ جب بادشاہ دہلی پہونچا تو اُس نے بوجہ سفارش
وزیر قمر الدین خاں کے نواب علی محمد خاں کو حاکم سرہند کرکے روانہ کیا۔ نواب
ممدوح نے سرہند پہونچکر بہت سے مفسدوں کو تہ تیغ کیا اور بہت سی
جمعیت فراہم کی اس زمانہ میں احمد شاہ دُرّانی ولایت افغانستان سے
جانب سرہند پہونچا اور اُس نے اس نواح کو ویران کرکے قتل عام سرہند تک
کیا۔ بادشاہ نے مصلحت وقت سے یہ خیال کرکے کہ افاغنہ باہم متفق نہوں
علی محمد خاں کو سرہند سے دوسرے صوبہ کو بھیجدیا تھا۔ علی محمد خاں نے
موقعہ پاکر اپنی پرانی ریاست آنولہ کی طرف رُخ کر دیا اور سرہند پر احمد خاں
دُرّانی سے اور فوج شاہی سے جو دہلی سے گئی تھی جسکے افسر قمر الدین خاں
چین بہادر مع اپنے پسر میر منّو معین الملک اور نواب نظام الملک آصف جاہ
صفدر جنگ کے تھے اور خود شاہزادہ احمد شاہ پسر محمد شاہ انکی ہمراہی
میں موجود تھا متواتر لڑائیاں ہوئیں۔ چنانچہ بہت بڑی جنگ کے بعد
اتفاقاً ایک روز جبکہ قمر الدین خاں بہادر بعد نماز مصلّے پر بوجہ صدمہ گولہ
مارا گیا۔ مگر اُس کے پسر معین الملک اور نواب آصف جاہ نظام الملک نے
اُسیوقت بماہ ربیع الاول ۱۱۶۱ھ ایک سخت حملہ دُرّانی پر کیا جس میں احمد شاہ
کو شکست ہوئی۔ مگر شاہ اپنے ساتھ وقت واپسی علی محمد خاں کے دو پسران
مسمی عبداللہ خاں و فیض اللہ خاں کو قندہار لیتے چلا گیا

اب یہاں علی محمد خاں نے سمجھا کہ لڑکے جو ضمانت میں قید تھے وہ بھی نکل گئے پس اس نے ہر چہار طرف اپنا سکّہ جمانا اور ملک دبانا شروع کیا -

اس اثنا میں محمد شاہ بادشاہ کا انتقال ربیع الثانی ۱۱۶۱ھ میں ہوگیا - تب نواب علی محمد خاں بفراغت تمام ملک کٹھر کا حاکم بنگیا - اور کچھ عرصہ حکمرانی کر کے آخر عازم عالم جاودانی ہوا - اس نے اپنے مرنے سے پیشتر حافظ الملک حافظ رحمت خاں کو بلاکر اپنے پسران نابالغ سعد اللہ خاں و عبد اللہ خاں کو اُن کے سپرد کیا اور چاہا کہ حافظ الملک کام کرے اور لڑکوں کی پرورش کرتا رہے لیکن حافظ الملک نے علی محمد خاں کی پگڑی سعد اللہ خاں اُسکے پسر کے سر پر جو ہشت سالہ تھا اپنے ہاتھ سے رکھی اور اُس کو سردار بنایا - اس ایام میں روہیلوں کی حکومت ملک کٹھر میں بدستور قایم رہی - جب محمد شاہ کا انتقال ہوگیا تو ۱۱۶۱ھ میں علی محمد خاں کے مرنے سے کچھ قبل وزارت نے بھی پلٹا کھایا احمد شاہ بجائے محمد شاہ تخت نشین دہلی ہوا اور نواب منصور جنگ بہادر اُسکا وزیر مقرر ہوا - نواب موصوف کو افاغنہ سے قلبی نفرت اور قدیم عداوت تھی اُس نے واسطے استیصال اس قوم کے یہ تدبیر سوچی کہ بنگش کو روہیلہ سے لڑانا چاہیئے ایک فرمان منجانب بادشاہ بنام نواب قایم خاں پسر نواب محمد خاں بنگش متوفی کے بمقام فرخ آباد بھیجا کہ تمکو حکومت ملک کٹھر عطا کیجاتی ہے تم روہیلہ افغانوں کو اس ملک کی حکومت سے علیحدہ کردو اگرچہ قایم خاں دلسے اپنے ہم قوم پٹھانوں سے لڑنا نہیں چاہتا تھا - مگر محمود خاں آفریدی نے جو مدار المہام ریاست نواب بنگش کا تھا قایم خاں کو رائے دی کہ حکومت کٹھر ہاتھ میں لیجیئے اور روہیلوں کو نکالدیجئے

اُس کے مشورہ سے نواب موصوف نے معظم خاں برادر محمود خاں موصوف کو
بطور نیابت روانہ آنولہ کو کیا۔

معظم خاں نے حافظ الملک حافظ رحمت خاں سے یہ پیغام نواب بنگش کا
پہونچایا کہ تم حکومت ملک کٹھیر سے دستبردار ہوجاؤ اور ہم اپنی طرف سے
شحنہ وغیرہ مقرر کرینگے اُسوقت حافظ رحمت خاں نے بمشورہ بخشی سردار خاں
و فتح خاں خانساماں و نواب دوندے خاں یہ مناسب سمجھا کہ منجانب بیوہ
علی محمد خاں ایک ملتمسہ نواب قایم خاں کو بھیجا جاوے اور سید احمد خاں المشہور
شاہ جیو میاں جو اولاد سید علی ترمذی رحمۃ اللہ علیہ مشہور بہ پیر بابا سے تھے
مع تین چار علماء وقت کے بطور سفارش اُس ملتمسہ کے ہمراہ جائیں اور معذرت
و التجا کے واسطے چھوڑ دینے ملک کٹھیر کے کریں تاریخ فرخ آباد میں لکھا ہے کہ
سید صاحب موصوف نے قایم خاں کے روبرو یہ امر ظاہر کیا کہ ہم سید آل نبی
ہیں آپ ہماری وجہ سے بیوہ علی محمد خاں اور نابالغ لڑکوں پر حملہ نہ کیجیے اور ملک
اُن کا نہ لیجیے اور چادر اُس بیوہ کے پاؤں پر رکھی نواب قایم خاں نے یہ جواب
دیا کہ بخشی محمود خاں سے جاکر کہیے اُس کی جو رائے ہوگی عمل کیا جائیگا۔ جب
سید ممدوح مع علما کے بخشی محمود خاں کے پاس گئے اور اُس سے بھی پیغام
کہا تو اُس نے جواب سخت متکبرانہ دیا کہ تم فقیر اور عالم لوگ ہو معاملات ریاست
سے تمکو کچھ واسطہ نہیں

الغرض سید موصوف کمال عذر سے بے نیل مرام واپس آئے اور انھوں نے
آنولہ پہونچکر حافظ الملک وغیرہ سے کہا کہ اب تم سامان جنگ کرو اللہ چاہیگا تو فتح پاؤ

ہوگئے کیونکہ اتمام حجت ہوچکی۔ اُسوقت روہیلے خدا کا نام لیکر مع اپنی جمعیت قلیل کے آنولہ سے بدایوں کو چلے قایم خاں کے ہمراہ ساٹھ ہزار سوار اور پیدل بشمار اور چار سو ہاتھی لایق کارزار تھے۔ اور موضع دونری[۱۵] نزد تم اوپر میں جو ملحق موضع رسول پور کے ہے اور شہر بدایوں سے تین میل جانب شرق وجنوب واقع ہی دونوں لشکر مقابل ہوئے۔ افغانان روہیلہ نے ایک خندق دریائے سوت کے کنارہ سے جنوباً وشمالاً کھودی جو متصل موضع سمپا[۱۶] کے واقع تھی اس مقام پر دو جانب سے فوجوں نے مورچے جمائے۔ روہیلوں کا مورچہ اول دوندی خاں ولد حسن خاں کا تھا اور میمنہ ومیسرہ میں بخشی سردار خاں و فتح خاں خانساماں کے مورچے تھے اور قلب میں حافظ الملک حافظ رحمت خاں مع اپنے سپاہ کے صف آرا ہوئے آخر میں نواب سعد اللہ خاں پسر علی محمد خاں جو ہنوز طفل ناتجربہ کار تھا مع کسیقدر فوج جرار کے مستعد کارزار ہوا۔ اور اس فوج روہیلہ میں عبد الستار ولد صید خاں و سید احمد و سید معصوم خلف شاہ جیو میاں بطور رسالداران کے شامل جنگ تھے۔ دوسری جانب سے خود نواب قایم خاں اور بخشی محمود خاں اور اُسکا بھائی معظم خاں اور شجاعت خاں غلزئی وغیرہ قریب دو سو سرداران نامی گرامی اقوام بنگش وآفریدی وٹھاکران وقوم مرہٹہ سے جنگ کا اشتعال دے رہے تھے۔ روہیلوں نے

[۱۵] یہ موضع پہلے ٹھاکروں کی زمینداری میں تھا اب کاتب الحروف کی زمینداری میں ہی صرف چوتھا حصہ منجملہ بست بسوہ کے ٹھاکروں کے پاس ہی [۱۶] یہ موضع نصف القبضہ برادر کاتب الحروف محمد رشید الدین کے قبضہ میں ہی۔

کمینگاہ میں یعنی خندق میں اپنے آپ کو مخفی کر رکھا تھا۔ اور بعض باغ کلاں میں
جو دونری نزد تم پور مذکور الصدر میں تھا درختوں پر بندوقیں لیکر گھات میں
بیٹھے تھے۔

بتاریخ ۲۳ر نومبر ۱۷۴۸ء قریب چار گھڑی دن چڑھے فوج بنگش نے بسرداری
محمود خاں حملہ کیا اور اولاً ہر دو جانب سے توپ چلنا شروع ہوئی اور گولے
برابر فوج پر گرنے لگے۔ ہر دو جانب کی افواج پنجۂ اجل میں گرفتار ہونا شروع
ہوئیں۔ اسی اثنا میں محمود خاں نے حملہ کر دیا دوندے خاں دلیرانہ طور سے
باوجود جمعیت قلیل کے ثابت قدمی ظاہر کرکے رزمگاہ میں فوج مخالف سے
جنگ کرتا رہا اور آخرکار اپنے گھوڑے سے اُتر کر پیدل مقابلہ کیا اور اب
نوبت شمشیر و خنجر کی دست بدست پہونچی اُسوقت بعض ہمراہیان دوندے خاں
نے بزدلی و بےہمتی ظاہر کرکے بھاگنا شروع کیا۔ اور بعض نے جنگ میں
نام آوری حاصل کی قریب تھا کہ دوندے خاں کو شکست ہو اور بنگش مورچہ پر
قابض ہو فوراً قلب سے حافظ الملک دوندے خاں کی کمک پر پہونچے اور
اُس طرف سے شجاعت خاں غلزی اور معظم خاں برادر محمود خاں مقابل ہوئے
اور محمود خاں کی مدد کو پہونچے۔

ہزارہا آدمی تھوڑے سے عرصہ میں جانبین کے تہ تیغ بیدریغ ہوئے۔ بخشی سردار خاں
نے فوراً اپنی جمعیت سے حملہ فوج بنگش پر کیا۔ تب قایم خاں نے بنفس نفیس
جمعیت کثیر کے ساتھ مع ڈھائی سو فیل سوار کے جنپر جزایل و قرابین تھیں دفعتاً
روہیلوں پر حملہ کیا اُسوقت کشتوں کے پشتے لگ گئے۔

اسی چپقلش میں معظم خاں برادر محمود خاں قایم خاں سے علیحدہ ہوکر سعد اللہ خاں کی گرفتاری کے لیے بڑھا - اسوقت سعد اللہ خاں کے پاس بہت تھوڑی جمعیت تھی جو اُس کے محافظ تھے اُن میں سے بعض مفرور تھے اور بعض مصروف جنگ تھے معظم خاں نے اپنا ہاتھی بڑھا کر سعد اللہ خاں کے ہاتھی کے برابر کیا اور چند مرتبہ پٹکا بطور کمند کے سعد اللہ خاں کی طرف پھینکا سید حسن شاہ نے بدفعات ضرب شمشیر سے اُس کو روکا - لیکن معظم خاں کے جسم پر بوجہ زرہ بکتر کے کچھ اثر نہوا آخرش سید حسن شاہ کے دو زخم معظم خاں کے ہاتھ سے لگے جب سید موصوف زخمی ہوتے اور انہوں نے دیکھا کہ تلوار کام نہیں دیتی تو ایک ہندو پیادہ سے جو ہاتھی کے قریب سعد اللہ خاں کے تفنگ لیئے تماشا دیکھ رہا تھا سید موصوف نے با آواز بلند کہا کہ "بزن" اُس پیادہ نے بندوق سر کی اتفاقاً گولی سینہ معظم خاں پر لگی فوراً جاں بحق ہوا -

سعد اللہ خاں اُس کی گرفتاری سے رہا ہوا - ادہر حافظ الملک اور فتح خاں خانساماں سے بخشی محمود خاں و شجاعت خاں نمازی وغیرہ سرداران بنگش سے مقابلہ سخت و کشت وخون کلہ بکلہ ہو رہا تھا -

بخشی سردار خاں جو عقب حافظ الملک کے تھے ایک باجرہ کے کھیت میں قریب تین ہزار آدمی کے لیکر کمینگاہ میں بیٹھے قایم خاں جسوقت بہ نفس نفیس مع فوج کثیر و فیلان بیشمار کے بطور یلغار حافظ الملک پر پہونچا اُسوقت حافظ رحمت خاں نے جنگ گریز از روئے حکمت عملی شروع کی حتےکہ قایم خاں فرط نخوت سے بڑھتا ہوا اُس کھیت باجرہ میں گھس گیا کہ دفعتاً بخشی سردار خاں

سے بندوقوں کی سخت باڑھ ماری اور باغ کے درختوں پر سے روہیلوں نے
گولیاں برسانا شروع کیں۔ عجب ہنگامہ رستخیز تھا کہ آسمان سے گولیاں برس
رہی تھیں اور زمین سے آتش فشانی ہو رہی تھی لوگ بیان کرتے ہیں کہ
ایسا معرکہ کارزار شاید ہی کبھی وقت میں ہوا ہو کہ ہزار ہا کشتوں کے پشتے لگے
ہوئے تھے۔ اور ہاتھیوں پر سے فیل سوار زمین پر صدہا گرتے تھے۔ ناگاہ
ایک گولی سردار فوج بنگش نواب قایم خاں کے لگی اور فوراً سردار موصوف
راہی ملک بقا ہوا۔ اب بنگش کی فوج میں بوجہ انتقال نواب کے درہمی
برہمی ہو گئی محمود خاں بھی زخمی ہوا۔ آخر اسی زخم کی وجہ سے وہ بھی عرصہ قلیل میں
فوت ہو گیا۔ حتیٰ کہ بنگش کی فوج پر شکست ظاہر ہوئی اور تمام اسباب
مع فیلان کوہ تمثال و اسباب پری مثال قبضہ میں نواب دوندے خاں
و حافظ الملک کے آیا۔ اور فوج بنگش بھاگی اور روہیلوں نے اُن کا
تعاقب کیا چنانچہ وہ دریائے سوت سے اُتر کر فرخ آباد بھاگ گئے۔ جس ہاتھی کی
عماری میں قایم خاں کی نعش تھی اُس فیلبان نے بہت جرأت سے ہاتھی کو
بھگا کر اپنے سردار کی نعش کو نکال لیجانا چاہا مگر بوجہ زخمی ہونے ہاتھی کے آگے
نہ لیجا سکا۔ اس طرف کی روہیلہ فوج نے فیلبان کو مارنا چاہا فیلبان جان کے
خوف سے نیچے اُتر پڑا اور بھاگا دو جوان اُس فیلبان کے پیچھے دوڑے اور
ایک سپاہی نے ہاتھی کی مستک پر نیزہ لگا کر کھڑا کیا فیلبان گرفتار ہوا اُسنے
کہا کہ میرے مارنے اور پکڑنے سے کیا فائدہ۔ جس ہاتھی پر سے میں اُترا ہوں
اُس کی عماری میں نواب قایم خان کی نعش ہے۔ چنانچہ فیلبان کو قتل نہ کیا

اور یہ خبر سردار فوج حافظ الملک کو پہونچائی - فوراً حافظ الملک و دوندے خاں
وغیرہ اُس ہاتھی کے قریب آئے اور دیکھا کہ ایک خواصی میں اُس ہاتھی پر
قایم خاں کی نعش لیئے بیٹھا ہے مگر زخمی ہے - اُس کو وہاں سے نکلا اُسوقت
تک قایم خاں کے سانس بھی ایک سپاہی نے اُس خواص کو بھی زخم شمشیر لگا کر
اور قایم خاں کا سر کاٹ کر سکرات موت سے نجات دی سر علیحدہ کرکے نعش کو
نیچے ڈالدیا مالائے مروارید اور خنجر و شمشیر مرصع جو نہایت بیش قیمت تھے وہ سپاہی
ہاتھی پر سے اُتر آا اور اپنے دوسرے رفیق کو جو نیچے کھڑا تھا دیا ہر دو نے مساوی
حصہ کرنے کا وعدہ کیا اور یہ کہا کہ کسی سے قایم خاں کا مرنا ظاہر نہ کرو ورنہ ہم سے
یہ اشیاء نواب لے لیگا - اسی اثنا میں شجاعت خاں غلزئی نے جب قایم خاں کا
مارا جانا دیکھا تو اُس نے بجز اسکے کوئی چارہ نہ دیکھا کہ حافظ الملک کو سلام کیا و
دینے آیا - دوندے خاں کے لشکر کے ایک سپاہی نے ایک بندوق اُس کے
سینہ پر لگائی وہ ہاتھی سے نیچے گر پڑا - اور سرمست خاں ورک زئی بھی پناہ
کے واسطے آرہا تھا کہ ایک سپاہی نے اُس کو مارنا چاہا حافظ الملک کی نگاہ
جب اُسپر پڑی فوراً آپ سپاہیوں کو ڈانٹ کر کہا کہ خبردار اسکو نہ مارنا صحیح سالم
ہمارے پاس لاؤ چنانچہ وہ جان سے بچ گیا باقی عمر اُس نے حافظ رحمت خاں
کی ملازمت میں بسر کی -

معظم خاں و اعظم خاں و صلابت خاں و جلال خاں مع دیگر سرداران آفریدی
اور محمود خاں بخشی عبدالنبی خاں برادر نواب قایم خاں اور ہادی داد خاں
و بہادر خاں و فرید خاں اور پسران نواب محمد خاں یکے بعد دیگرے اور شیخ رحمت اللہ

اور افغانان دیگر مثل منگل خاں بسے نگری و معظم خاں دریابادی و خضر خاں بہنی
و خان بہادر خاں خواجہ سرا و رستم خاں چیلہ و کمال خاں چیلہ و روشن امام
و لالہ فضل امام و شجاعت خاں غلزئی یہ سب کے سب میدان جنگ میں بحالت
چپقلش و کشمکش مارے گئے اور زخمیوں اور مفروریں کا شمار نہیں مشاہیر
مفروریں و مجروحین میں نواب احمد خاں اور اُسکا پسر محمود خاں اور حسین خاں
و فخر الدین خاں و اسمعیل خاں و امام خاں و کریم داد خاں تھے جو قایم خاں کے
بھائی تھے اور شمشیر خاں و مقیم خاں و اسلام خاں جو چیلے تھے بحالت خستگی
و مجروحی فرار ہوئے۔ راجہ ہند و سنگھ و گنگا سنگھ و کسل سنگھ اور سردار ان
بیرٹھ کالپی کو عین جنگ میں منہ پھیر کر گریزاں ہوئے۔ اس لڑائی میں علاوہ
اشخاص مذکورہ بالا جو قتل ہوئے سرداران مفصلہ ذیل بزدلی سے اپنی اپنی
جان لیکر بھاگے منجملہ اُن کے راجہ ہند و سنگھ سجدئی کا۔ اور گنگا سنگھ شوراج پور
کا جو ضلع کانپور میں ہیں اور کشن سنگھ راجہ ارُدو کا جو ضلع اٹاوہ میں ہے تھے
یہ لڑائی ۲۲ر نومبر ۱۷۴۸ء کی صبح سے شروع ہوئی تھی اور شام کو ختم ہوئی۔
حافظ الملک حافظ رحمت خاں نے قایم خاں کی نعش بہت عزت کے ساتھ
فرخ آباد بھیجدی۔ چنانچہ مقام حیات باغ میں نواب محمد خاں کی قبر کے قریب
مدفون ہوئے باقی حالات ان کے تاریخ فرخ آباد اور گزیٹیر فرخ آباد میں
مفصل مرقوم ہیں۔

قایم خاں مذہب سنّی رکھتا تھا اور پنج وقتہ نماز باجماعت ادا کرتا اور ایک
سورۂ قرآن شریف کی روز اپنے ہاتھ سے لکھتا اور فن سپہگری کا بہت شایق

تھا۔ نیزہ بازی میں مہارت کامل تھی اور توپ بھی اپنے ہاتھ سے عمدہ بنا لیتا تھا
ایک قسم کا چوبہ قایم خانی ضلع فرخ آباد و مقام قاسم گنج میں بناکرتا تھا وہ اسیکا
اختراعی تھا۔
الغرض بعد اس فتح کے تمام پرگنہ جات ضلع بدایوں کے جو گنگا کے اس طرف
تھے جنہیں بنگش کی عملداری تھی حافظ الملک کے قبضہ میں آگئے۔ اب تمام ملک
کٹھیر یعنی روہیلکھنڈ پر قبضہ روہیلوں کا ہوگیا۔

بیان تقسیم ملک درمیان روہیلہ

اولاً فتح خاں خانساماں گورنر بدایوں میں مقرر ہوا اس عرصہ میں فرخ آباد کو
صفدر جنگ نے بھی علاقہ اودھ میں شامل کرلیا تھا۔ مگر احمد خاں برادر قایم خاں
نے بعد بڑی جنگ وجدال کے پھر اپنا علاقہ واپس لیا اور صفدر جنگ کے افسروں
کو شکست دی پھر صفدر جنگ ناچار نہایت درجہ مجبور ہوا اور پٹھانوں کی اطاعت
قبول کرنے پر عاجز ہوا اور مرہٹوں سے مدد طلب کی۔ اب ایک نیا جھگڑا شروع
ہوا جسکا ضلع بدایوں سے تعلق تھا یعنی سیندھیا اور ہلکر کی مدد اور جاٹوں کی
اعانت سے بہمراہی سورج مل جاٹ صفدر جنگ فرخ آباد تک جا پہونچا
تب احمد خاں بنگش اس خوفناک فوج کی آمد سنکر سعد اللہ خاں اور فتح خاں
کی مدد حاصل کرنے کو روہیلکھنڈ میں آیا۔ لیکن حافظ الملک اور دیگر سرداران
روہیلہ نے کچھ اُس کی مدد نہ کی اور فرخ آباد خالی پاکر صفدر جنگ نے ایک
رسالہ مرہٹوں کا دریائے گنگا تک بغرض قبضہ پل رام گھاٹ متصل اسلام پور

ضلع بدایوں روانہ کیا اور خود بھی اُس طرف چلا اور کئی روز تک اسد پور میں قیام کرکے اُس نے ایک تحریر سرداران روہیلہ کے نام اس مضمون سے روانہ کی کہ تین سال کا خراج شاہی بغیر کسی جواب دہی کے ادا کریں۔ روہیلہ مع احمد خاں کے شمال کی جانب۔ چلے گئے صفدر جنگ نے متصل اسلام نگر کے حملہ کیا جو تحصیل بسولی میں ہے۔

اُس وقت فوج روہیلہ اور بنگش بارہ ہزار سے زاید تھے۔ انہوں نے ایک سخت شکست ۱۷۵۱ء میں کھائی۔ حافظ رحمت خاں خوف زدہ ہمالیہ پہاڑ کی جانب روانہ ہوا۔ اُسی سال میں صفدر جنگ اور روہیلوں سے صلح ہو گئی یعنی سرداران روہیلہ نے دستاویزات ضمانت مشعر ادا کرنے خراج کے تحریر کر دیں صفدر جنگ نے وہ دستاویزات مرہٹوں کے حوالے کر دیں۔

دوسری مرتبہ احمد شاہ ابدالی نے جب پنجاب پر حملہ کیا۔ تو اُس نے بغرض اتحاد روہیلوں کے عبداللہ خاں اور فیض اللہ خاں پسران علی محمد خاں کو رہا کرکے جانب کٹھیر روانہ کیا اور لکھا کہ ان کو ان کے باپ کے ترکہ کی وراثت دیجاوے۔ حافظ الملک حافظ رحمت خاں اگرچہ اپنی اقتدار سے دست بردار ہونا خوشی سے نہیں چاہتے تھے مگر بنظر مصلحت وقت ۱۷۵۴ء میں اس طور سے ملک کٹھیر تقسیم کر دیا کہ جسکو ہم ذیل میں لکھتے ہیں:-

بجپورہ - اسد پور - اسلام نگر - بسولی - ستاسی حافظ الملک کے بھائی ودندے خاں کے حصہ میں اور بدایوں واوسہت فتح خاں خانساماں کے حصہ میں اور اوجھیانی و سہسوان عبداللہ خاں پسر

علی محمد خاں کے حصہ میں اور پرگنہ کوٹ بخشی سردار خاں کو بصلہ اخراجات جنگ حال ملا اور سلیم پور۔ پیلی بھیت۔ بریلی حافظ رحمت خاں کے قبضہ میں رہے علاوہ اسکے خاص حکومت آنولہ کی بھی بسرپرستی بخشی سردار خاں کے فیض اللہ خاں نابالغ پسر علی محمد خاں کے قبضہ میں رہی۔

عبداللہ خاں دوندے خاں و فتح خاں نے جنکا تعلق ضلع بدایوں سے تھا اپنی عمارات یادگار اپنے اپنے مقامات پر چھوڑیں۔

اب احمد شاہ بادشاہ اور نواب وزیر صفدر جنگ ۱۷۵۴ء میں فوت ہوگئے احمد شاہ کا جانشین دہلی میں عالمگیر ثانی اور نواب وزیر صفدر جنگ کا قایم مقام اسکا بیٹا شجاع الدولہ ہوا۔ ۱۷۵۵ء میں احمد شاہ ابدالی نے ہندوستان پر مکرر حملہ کیا۔ اسکی واپسی پر روہیلکھنڈ مرہٹوں کے حملہ سے پامال ہوا لیکن خاص ضلع بدایوں پر ان حملوں کا کچھ اثر نہ پہونچا ۱۷۵۹ء میں تخت دہلی عالمگیر ثانی کے قتل سے خالی ہوگیا۔

پھر اسی سال میں حملہ چہارم احمد شاہ ابدالی کا ہوا۔ احمد شاہ ابدالی کی روہیلوں نے مدد کی حافظ الملک رحمت خاں اور دوندے خاں ایک مہم میں شریک رہے تھے اس لیئے انکو بہت بڑی مدد فوج کی لیکر شامل ہونا پڑا اور روہیلوں نے ۱۷۶۱ء میں کوئی نام آوری خاص حاصل نہیں کی اس کے چھ ماہ کے بعد عبداللہ خاں جو تارک الدنیا ہوگیا اوجھیانی میں بوجہ کاٹنے سانپ کے فوت ہوگیا اُس کی جگہ اُسکا بیٹا نصراللہ خاں جانشین اوجھیانی میں ہوا پھر کئی سال تک کچھ حال بدایوں کا معلوم نہیں ہوتا الااس عرصہ میں قحط شدید

نمودار ہوا پھر روہیلوں کی فوج نے بماتحتی حافظ الملک اور ہاں کے انگریزوں سے لڑکر میان دواب میں شکست کھائی احمد خاں بنگش اور حافظ رحمت خاں بدایوں اور اوسہت ہوکر دریائے گنگ کے کنارہ تا ورچوک تک پہونچے لیکن کچھ خبر پاکر اپنا ارادہ پیش قدمی کا فسخ کیا اور کچھ روز تک سہسوان میں قیام کیا۔ بعدہٗ دریا کے بائیں جانب کنارہ کنارہ روانہ ہوکر فتح گڑھ تک پہونچ گئے۔ چونکہ دوندے خاں بمقام بسولی ۱۱۸۳ھ میں فوت ہو گیا اب روہیلوں کی قوت گھٹ گئی اور زوال کا وقت آیا۔

دوندے خاں کا مقبرہ بمقام بسولی بنا ہوا ہے دوندے خاں کے جانشین اُس کے بیٹے محب اللہ خاں اور فتح اللہ خاں بدایوں پر قابض ہوئے اور مرہٹوں نے سارے ملک میں غارت گری شروع کی۔ حافظ رحمت خاں و بخشی سردار خاں و فتح خاں خانساماں و فتح اللہ خاں و محب اللہ خاں جانب شمال چلے گئے مگر ۱۱۸۶ھ میں حافظ الملک نے ایک صلحنامہ نواب شجاع الدولہ سے کیا جسکے ذریعہ سے یہ اقرار کیا کہ چار لاکھ روپیہ سالانہ خراج ادا کرینگے بشرطیکہ شجاع الدولہ اُن کی مدد کرے۔ اس صلحنامہ پر سر رابرٹ بارکر کمانڈر انچیف فوج انگریزی کے دستخط تھے۔ بعد اس تحریر کے مرہٹوں نے انحراف کیا۔ اب بخشی سردار خاں کا بھی انتقال ہو گیا اُس کے جانشین احمد خاں اور میر محمد خاں اُس کے پسر ہوئے۔ بڑے بیٹے احمد خاں نے جو بجائے اپنے باپ کے بخشی ہوا اپنے چھوٹے بھائی میر محمد خاں سے تنازع شروع کیا۔ اور خیال کیا کہ حافظ رحمت خاں سے نجات ممکن نہیں میر محمد خاں لیے

سامان جنگ کیا اور ادہر ویکڑ دیہات پر قبضہ کرلیا یعنی پرگنہ اسد پور اور رجپورہ لے لیا۔ تب حافظ رحمت خاں نے فتح خاں کو باغیوں کے مقابلہ کو بہیجا۔ سید محمد خاں نے شکست کھائی اور دریائے سوت کے کنارہ پر قید کرلیا گیا۔ عنایت خاں حافظ الملک کے ایک بیٹے نے باپ سے بغاوت اختیار کی تھی دھوکہ سے باپ نے وعدہ معافی کا کرکے پرگنہ سلیم پور عطا کرنے کی امید دلائی اور پھر اُسکو قید کرلیا ۱۷۶۲ء میں اُسکو جلاوطن کیا اب شجاع الدولہ سے اور انگریزوں سے جو خلاف تھا وہ بذریعہ عہدنامہ جون ۱۷۶۲ء کے جاتا رہا اور عہدنامہ مکمل ہوکر دستخط فریقین ہوگئے۔ اس کے بعد ایّام بارش میں کسیقدر کمی تھی اور مرہٹے دریائے گنگ کی جانب سے روہیلکہنڈ پر حملہ کرنے کی غرض سے بڑہے رام گھاٹ پہونچکر انہوں نے ایک پیغام حافظ الملک کے پاس بغرض ادا کرنے کچھ روپیہ کے بہیجا جسکی بابت بیس برس پیشتر روہیلوں نے دستاویزات نواب صفدر جنگ کے نام لکھی تھیں۔ یہ طلب فی الحقیقت لڑائی کا مقدمہ تھا۔ اور پٹھانوں نے بھی ایسا ہی تصور کیا حافظ رحمت خاں بسولی کو واسطے تہیہ سامان جنگ گئے اور بخشی احمد خاں کو بغرض روکنے مرہٹوں کے رام گھاٹ پر روانہ کیا احمد خاں اسد پور کے پل کے پاس روکا گیا اور مرہٹوں کے ایک رسالہ نے وقت عبور دریا کے اُسپر حملہ کیا تب احمد خاں نے بسولی سے مدد طلب کی۔ قبل اسکے کہ احمد خاں کو کچھ مدد پہونچے مرہٹوں کی فوج کثیر نے احمد خاں کی فوج کو پسپا کیا اور احمد خاں نے مجبوراً اطاعت قبول کی اب مرہٹے مرادآباد کی جانب بڑہے اور تمام ملک کو حسب دلخواہ

لوٹنا۔ تھوڑے عرصہ کے بعد ایک بہت بڑا زبردست حریف اُن کے مقابل ہوا (یعنی انگریز) شجاع الدولہ نے اپنے دوست انگریزوں سے مدد چاہی ایک فوج بماتحتی سر رابرٹ بارکر اودھ میں پہونچے اور جب یہ خبر معلوم ہوئی کہ مرہٹے رام گھاٹ پہ آگئے ہیں تو اودھ کی اور انگریزی افواج روہیلکھنڈ کی جانب روانہ ہوئیں۔ حدود پہ پہونچکر اُنکو معلوم ہوا کہ احمد خاں نے ہلکر کی فوج کی اطاعت قبول کر لی ہے۔ مرہٹوں کی فوج ایک وقت مناسب کے بماتحتی ویساجی پنڈت کے منتظر تھی۔ حافظ رحمت خاں ابتک بسولی میں مرہٹوں کے دفعیہ کی کوشش کر رہے تھے اور خراج کو ادا کرنے سے آپ کو بچا رہے تھے۔ انگریزی فوج مرہٹوں کی طاقت روکنے کو بڑھ رہی چار ہزار مرہٹہ سوار نے دریا کو سوم گھاٹ کے قریب عبور کرکے پانچ میل تک کنارہ کنارہ چلے آئے مگر انگریزی فوج کی آمد سُنکر وہ جنوب کی جانب ہٹے اور انگریزوں نے اسدپور تک اُن کا پیچھا کیا دریائے گنگ کے کنارہ متصل اسدپور کے انگریزوں پر مرہٹوں کی ایک فوج نے حملہ کیا۔ مگر انگریزوں کی توپوں نے بڑی مضبوطی سے جواب دیا اور مرہٹوں کو اپنا کیمپ ہٹانا پڑا۔ حافظ رحمت خاں نے حالت موجودہ دیکھکر شجاع الدولہ سے میل کر لیا اور اب یہ تجویز ہوئی کہ انگریز مرہٹوں کی فوج سے جو بماتحتی ویساجی تھے مقابلہ کریں اور شجاع الدولہ اور روہیلوں کی فوج ملکر ہلکر کا پیچھا کریں۔ سر رابرٹ بارکر کی فوج دریائے گنگ کو رام گھاٹ سے عبور کرکے آگے بڑھی مگر ویساجی نے لڑائی سے گریز کی اور بہت تیزی سے انگریزی فوج اُسی روز ضلع بدایوں میں پہونچی انہوں نے

دیکھا کہ جانبین میں تنازع خراج کے قصہ سے ہے دیعنی حافظ رحمت خاں اور شجاع الدولہ میں) شجاع الدولہ اور حافظ رحمت خاں کی جنگ کا انتظار کیا اور خود جنرل پارکر نے ہلکر کو روہیلکھنڈ سے نکال دیا اور سنبھل کیجانب پہونچکر جنرل پارکر نے اس امر کی تکمیل کر دی کہ ہلکر کا لگاؤ تمام روہیلکھنڈ سے ۱۷۷۳ء میں جاتا رہا۔

روہیلون کا زوال

کچھ عرصہ کے بعد فتح خاں خانساماں فوت ہوگیا۔ اُسکا بیٹا عظیم خاں پرگنہ جات بدایوں و اوسہت پر قابض ہوا فتح خاں مرحوم کے ہاتھی اور توپوں اور دیگر سامان پہ باہم اولاد میں نزاع ہوا۔

ارشاد خاں آنولہ میں پہونچکر حافظ رحمت خاں کی مدد سے عظیم خاں سے نصف حصہ لیکر قابض ہوا بعد اسکے اپنے بھائی عظیم خاں کے ساتھ کچھ دنوں تک اچھا برتاؤ کرتا رہا بعدہٗ عظیم خاں کو علیحدہ کر کے اوسہت کی جانب کوچ کیا۔ اور تمام اسباب پر قبضہ کر لیا اور عظیم خاں فرار ہوگیا ارشاد خاں حاکم بدایوں و اوسہت ہوگیا۔ اور اپنے باپ کے لقب خانساماں سے اپنے آپکو ملقب کیا۔ حافظ رحمت خاں سب روہیلوں میں معزز و دانشمند تھا روہیلوں کا سارا ملک نواب وزیر کے ملک سے متصل تھا اور مختلف حصوں میں منقسم تھا۔ ہر شخص علیحدہ علیحدہ حکمراں تھا ان سب کے پاس قریباً اسّی ہزار سوار و پیادہ کے ہونگے جبتک ان میں اتفاق تھا سب رؤسا روہیلہ ہلکر

دشمن کو روکتے تھے۔ سب سے پہلے روہیلوں میں ضابطہ خاں جاگیردار سہارنپور شکست کھاکر مرہٹوں کے ہاتھ سے مارا گیا اُسوقت سے روہیلے سمجھے کہ یہ آغاز ادبار کا ہے پھر سب نے متفق ہوکر یہ ارادہ کیا کہ شجاع الدولہ کو اپنا طرفدار بنا دیں۔ شجاع الدولہ بھی مرہٹوں سے خایف رہتا تھا شجاع الدولہ نے جنوری ۱۷۷۲ء میں جنرل رابرٹ بارکر سے جو الہ آباد کی راہ میں تھا ملنا چاہا۔ چنانچہ ۲۰ر جنوری سنہ مذکور کو فیض آباد میں نواب شجاع الدولہ جنرل مذکور سے ملا۔ اور یہ مشورہ کیا کہ میں سخت مشکل میں ہوں اگر روہیلوں کو مرہٹوں نے روہیلکھنڈ سے نکال دیا تو ایک زبردست قوم سے سرحد ملجائے گی جس سے ہر وقت خوف رہیگا۔ اور اگر روہیلے مرہٹوں سے مل گئے تو میرا ملک ہاتھ سے جاتا رہیگا۔ لہذا میں نے یہ سوچا ہے کہ سپاہ لیکر روہیلوں کی سرحد پر جاؤں اور وہاں کچھ اپنی سپاہ کا رعب داب دکھاکر حکمت عملی سے کچھ ملک روہیلوں سے واسطے نذر بادشاہ کے لوں اور کچھ ملک اپنی سرحد کی محافظت کے واسطے حاصل کروں اور کچھ زر نقد حاصل کرونگا۔ جسمیں سے کچھ مرہٹوں کو دونگا تاکہ روہیلکھنڈ چھوڑکر چلے جاویں۔

اس کارروائی سے بادشاہ اور مرہٹے دونوں مجھسے خوش رہیں گے۔ مگر جبتک انگریز میرے ہمراہ نہوں گے روہیلے میرے قول کا اعتبار نہ کرینگے اور نہ میرا کہنا مانیں گے۔ جنرل موصوف نے گورنر جنرل کو شجاع الدولہ کے ارادہ سے اطلاع دی۔ ۱۳ ارفروری کو گورنر نے جواب دیا کہ درخواست شجاع الدولہ

کی منظور ہے۔ پھر شجاع الدولہ نے اپنے خطوط روہیلوں کے پاس بھیجے۔ روہیلوں کو اپنا ملک دینا توپسند نہ آیا۔ مگر اس عرصہ میں جو عہد و پیماں کی گفتگو ہو رہی تھی مرہٹوں نے مراد آباد سے سنبھل و گنور ضلع بدایوں تک تاخت و تاراج کر دیا۔ اور ضابطہ خاں کے ملک پر تو پہلے ہی اُنکا قبضہ ہو چکا تھا۔ جنرل پارکر نے شجاع الدولہ سے کہا کہ روہیلوں کا ضعیف کرنا مرہٹوں کا قوی ہونا ہے۔ مگر شجاع الدولہ نے اسکا کچھ خیال نہ کیا۔ اور مرہٹوں سے عہد پیمان کی گفتگو شروع کر دی۔ جو شرائط نواب وزیر اور مرہٹوں کے درمیان ہوئیں وہ ایسی سخت نہیں کہ جنرل پارکر شکر گھر آیا اور شجاع الدولہ کو لکھا کہ ان شرائط پر ہرگز صلح نہ کرنا چاہیئے۔ مرہٹے اُن میں کچھ اضافہ کرنا چاہتے تھے کہ اس عرصہ میں ایک چٹھی جنرل کے پاس آئی کہ کمیٹی کو معلوم ہوا ہے کہ برسات میں مرہٹے خود اپنے ملک کو واپس چلے جائیں گے اُن کو روپیہ دینا عبث ہے۔ غرض شجاع الدولہ کو جب یہ خبر معلوم ہوئی اور مرہٹوں نے اُس کے پیغام صلح کو قبول نہ کیا تو شجاع الدولہ نے روہیلوں سے مصالحت شروع کر دی۔

آخر شن ایک عہد نامہ روبرو جنرل پارکر کے لکھا گیا جسمیں شجاع الدولہ اور روہیلوں میں یہ قرار پایا کہ وزیر تمام روہیلوں کے سرداروں کو اپنی اپنی ریاست پر بحال رکھیگا اور مرہٹوں کو صلح یا جنگ سے مجبور کریگا جو بالکل روہیلوں کے ملک سے نکل جاویں اسکے عوض میں روہیلوں کے سردار چالیس لاکھ روپیہ نواب وزیر کو اس طرح ادا کریں کہ جب نواب وزیر

شاہ آباد سے کوچ کرکے تمام اُن خاندانوں کو جو مرہٹوں کے ہاتھ سے
جنگلوں میں پھر رہے ہیں اُن کے گھروں میں آباد کردے تو دس لاکھ
اُس کو دیا جاوے باقی بتیس لاکھ روپیہ تین برس میں ادا کیا جائیگا۔
پہلا سال سنہ ۱۱۸۱ فصلی سے شروع ہوگا۔ سر رابرٹ بارکر نے سلیکٹ کمیٹی کو
۲۴ مارچ ۱۷۷۳ء کو چٹھی لکھی کہ میں حافظ رحمت خاں اور وزیر سے ملا میرے
روبرو تمام عہد و پیمان ہوکر حافظ رحمت خاں نے چالیس لاکھ روپیہ نواب وزیر
کو دینے کا وعدہ کیا کہ وہ مرہٹوں کو اُس کے ملک سے خارج کردے اور
اُن کے تمام آوارہ گرد خاندان کو اُن کے گھروں میں آباد کریں۔ اور اسی رقم
چالیس لاکھ سے بیس لاکھ سرکار کمپنی کے ہاتھ آئیں گے اور شجاع الدولہ سے
ہمنے یہ بھی ٹھہرایا ہے کہ اگر روہیلے اپنا ایفاء عہد نہ کریں تو وہ پچاس لاکھ
سرکار کمپنی کو اس بات کا دیگا کہ استعانت کرکے کٹھیر کے ملک پر نواب وزیر کو
قبضہ کرادیں جو حافظ رحمت خاں کے ملک کے نام سے مشہور ہے اسپر سلیکٹ
کمیٹی نے ۲۱ اپریل ۱۷۷۳ء کو لکھا کہ بشرط ادا ہونے معاوضہ زر نقد کے اس بات
کو منظور کرلو کہ مرہٹوں کا اخراج روہیلوں کے ملک سے کردیا جائے۔ اور دوسری
شرط شجاع الدولہ کی منظور نہ کرنا۔ یہ قصہ گلستان رحمت مؤلفہ پسر حافظ
رحمت خاں مرحوم میں یوں درج ہے کہ مرہٹوں نے حافظ الملک سے
صلح اس شرط پر منظور کرلی کہ یہ لاکھ روپیہ اُن کو دیا جاوے اور اسکا ضامن
شجاع الدولہ ہوجاوے اور شجاع الدولہ نے اس شرط کو منظور کرکے تمسک
چالیس لاکھ روپیہ کا حافظ صاحب اور تمام سرداران روہیلہ سے لکھا لیا۔ تو مرہٹے

ملک کٹھیر کو چھوڑ کر چلے گئے۔ حافظ رحمت خاں بریلی میں آئے اور اپنے خزانہ سے پانچ لاکھ روپیہ شجاع الدولہ کے پاس بھیجا۔ اور جب اور سرداران روہیلہ یعنی آنولہ واوجھیانی بدایوں بسولی وغیرہ سے روپیہ طلب کیا تو سب نے عذر ناداری کرکے کچھ نہ دیا۔

مہاجی سندھیا اور تکوجی ہلکر کا سفیر آیا اور اُس نے حافظ رحمت خاں سے کہا کہ ہمارا ارادہ شجاع الدولہ کے ملک پر حملہ کا ہے اگر آپ ہمارے ساتھ ہوجاویں تو جو ملک ہاتھ آئیگا وہ نصف نصف تقسیم ہوجائیگا اور اگر ہمارا ساتھ آپ نہ دیں اور کسی کے طرفدار نہوں اور گنگا پار جانے کا راستہ دیدیں تو چالیس لاکھ کا تمسک جسکا ضامن شجاع الدولہ ہے ہم واپس دیدینگے اور اگر دونوں میں سے کوئی شرط منظور نہ ہو تو ہم آپکے ملک کو غارت کرینگے اور آبادی کو ویران کرینگے۔ اُسپر حافظ موصوف نے جواب دیا کہ میں نے یہ عہد کیا ہے کہ کبھی ہمراہی کفار مسلمانوں سے مقابلہ نہ کرونگا اور اس عہد کو نہ توڑونگا اگرچہ مجھکو نقصان ہو حافظ الملک نے شجاع الدولہ کو یہ سب ماجرا لکھا اور یہ بھی مرقوم کیا کہ میں سپاہ لیکر بہت جلد میدان جنگ میں جاتا ہوں اور یہ درخواست کی وہ چالیس لاکھ کا تمسک جسکا روپیہ ابھی تک مرہٹوں کو نہیں دیا گیا ہے واپس کریں۔ اور آیندہ بھی ایسی حالت میں روپیہ نہ بھیجا جائیگا۔

اسپر شجاع الدولہ نے سید شاہ مدن کو اپنا وکیل کرکے حافظ الملک کے پاس بھیجا اور شکریہ ادا کیا کہ اپنے سب حال سے مجھکو اطلاع فرمائی اور لشکر سے میری امداد کو تشریف لائیے اور وعدہ کیا کہ مرہٹوں کی شکست دینے کے بعد تمسک

واپس کر دیا جائیگا۔ حافظ رحمت خاں مع اپنی سپاہ اور دیگر افواج سرداران کے
میدان میں مرہٹوں کے مقابلہ کو پہونچے۔ اُسوقت بارہ ہزار پیدل و سوار اُن کے
پاس تھے۔ باقی سرداران کو شجاع الدولہ نے تاکید لکھی کہ حافظ رحمت خاں صاحب
کی امداد کو جاویں۔ غرضکہ بہت بھاری لڑائی مرہٹوں سے ہوئی اور مرہٹے شکست
کھاکر فرار ہوئے۔ تب حافظ الملک نے اپنا سفیر واسطے واپسی تمسک اودہ بھیجا۔ تو
نواب وزیر نے کانوں پہ ہاتھ دہرا کہ میں نے واپسی تمسک کا وعدہ نہیں کیا
یہ محض تہمت ہے سید شاہ مدن شہادت کو طلب ہوتے اُنہوں نے گواہی
حافظ کے موافق دی لیکن نواب وزیر نے کچھ خیال نہ کیا۔ اور اب ایک دوسرا
جھگڑا روہیلوں اور نواب وزیر کے درمیان شروع ہوگیا کہ جو پرگنہ جات
اٹاوہ اور شکوہ آباد مرہٹوں کے ہاتھ سے نکالے گئے تھے۔ حافظ صاحب نے
شجاع الدولہ سے اُسکی بابت دعوے کیا کہ یہ پرگنہ جات میری جاگیر میں تھے اور
مرہٹوں نے غاصبانہ اُنپر دخل کر لیا تھا۔ شجاع الدولہ نے کہا کہ اُنپر تمہارا کوئی
دعوے نہیں میں اُنکو اپنے قبضہ میں رکھونگا۔ اس معاملہ میں تحریرات درمیان
حافظ الملک و شجاع الدولہ کے ہوتی رہیں۔ شجاع الدولہ نے حافظ موصوف کو
لکھا کہ بالفعل ۱۵ لاکھ روپیہ اپنے تمسک کے ادا کیجئے یہ تقاضا صرف حیلہ جنگ
اور ملک کٹھیر پر قبضہ کرنے کی نیت سے تھا۔ حافظ صاحب نے لکھا کہ جسقدر روپیہ
آپ نے مرہٹوں کو دیا ہے وہ مجھ سے لے لیجئے نواب وزیر نے اُن کی درخواست
نامنظور کی۔ حافظ الملک کی حالت اُسوقت نازک تھی کیونکہ وہ لڑائیوں میں
بہت زیر بار ہو چکے تھے اُن کی مالی حالت قابل اعتبار نہ تھی۔

اب شجاع الدولہ اپنے ہمراہ انگریزی فوج اور اپنی فوج لیکر گنگا پار اُترا۔ کرنیل
چیمپن انگریزی فوج کا کمانیر تھا۔ بوہر سنگھ حافظ الملک کا دیوان تھا اُس نے
کہا کہ آپ روپیہ نذر بھیجئے اور بذریعہ کرنیل چیمپن کے صلح کیجئے۔ مگر حافظ نے اُسکے
کہنے پر عمل نہ کیا۔ وہ اپنی سپاہ لیکر لڑنے کو تیار ہوئے۔ شجاع الدولہ نے
کچھ سرداران روہیلہ سے مدد چاہی جنمیں محب اللہ خاں و احمد خاں و فتح اللہ خاں
بھی شامل تھے اور اُن کے قبضہ میں قریب نصف ضلع بدایوں کے تھا
شجاع الدولہ نے شروع سال ۱۷۷۴ء میں لطافت علی خاں اپنے جنرل کو
مع سامان جنگ کے حکم دیا کہ دریائے گنگ کی جانب فرخ آباد سے کوچ کرے
اور رام گھاٹ پر پل بنائے پھر اُس نے یہ ارادہ تبدیل کردیا اور روہیلکھنڈ پر
جانا ملتوی رہا۔ حافظ رحمت خاں نے جب یہ خبر پائی کہ رام گھاٹ پر سامان
جنگ جمع ہو رہا ہے مقابلہ کی تیاری کی اور بخشی احمد خاں اور ارشاد خاں کو
حکم بھیجا کہ بدایوں اور اوسہت میں تیاری کریں مگر ان سرداروں نے پیش قدمی
سے انکار کیا۔ الا احمد خاں جو بدایوں کے علاقہ کو حسد کی نظر سے دیکھتا تھا کسیقدر
حافظ الملک کی مدد پر مستعد تھا۔ محب اللہ خاں اور فتح اللہ خاں نے بوجہ لینے
کچھ رشوت کے مدد سے انکار کیا۔ تب حافظ رحمت خاں نے اُن کو ایک بڑی
رقم جو ارشاد خاں نے اُن سے قرض لی تھی بسولی میں بھیجی یہاں روہیلوں
میں یہ پھوٹ ہو رہی تھی کہ شجاع الدولہ نے بمدد جنرل انگریزی کے روہیلکھنڈ
کی طرف رُخ کیا۔ اور راہ کوریا گنج سے دریائے گنگ کو عبور کیا۔ اور حافظ الملک
کو کہا کہ آپ نے روپیہ بھیجنے میں تساہل کیا میں عنقریب پہونچتا ہوں۔

حافظ الملک بھی اپنی جمعیت سے تیار ہوئے اور حکم دیا کہ آنولہ سے باہر خیمے استادہ
ہوں اور سفر کی تیاری کیجاوے۔ جب سرحد پر حافظ الملک پہونچے تو معلوم ہوا
کہ شجاع الدولہ کوڑہ باگنج کو چھوڑکر فرخ آباد کی راہ سے دریائے گنگ عبور کرکے
مہدی گھاٹ سے شہر شاہ جہاں پور اور شاہ آباد پہونچکر اس طرف کا قصد
رکھتا ہے حافظ رحمت خاں نے آنولہ سے کوچ کرکے موضع ٹانڈہ میں جو محمد یار خاں
ولد علی محمد خاں مرحوم کا مسکن تھا پہونچے۔ اور وہاں سے موضع فرید پور ضلع بریلی
میں جو بریلی سے سات کوس ہے پہونچکر خیمہ زن ہوئے۔

اس طرف شجاع الدولہ کو یہ اندیشہ تھا کہ شاہجہاں پور میں حکومت عبد اللہ خاں
کی ہے اور وہ بھی روہیلہ ہے اور حافظ الملک اُسکا محسن ہے اور شاہجہاں پور
میں قریب پندرہ ہزار افغان خونخوار کے ہیں شاید اپنے ملک سے راہ نہ دینگے
اور یہ اُسکا خیال بوجہ ہم قومی حافظ الملک عبد اللہ خاں کی طرف ہوا یہاں
عبد اللہ خاں نے مہمان ناخواندہ کی ایسی قدردانی کی کہ شاہ آباد تک خود
واسطے استقبال شجاع الدولہ کے گئے اور اُن کو شاہجہاں پور لاکر مقیم کیا۔

شجاع الدولہ کی ہمراہی میں فوج بیشمار وسامان جنگ از قسم توپ وفیلان کوہ آثار
بکثرت تھے۔ اسکے علاوہ جنرل چمپین صاحب بہادر کمانیر معہ سات ہزار فوج
اور چار پلٹن تلنگہ و توپ خانہ بہ سرداری سید علیخاں و محبوب علی خاں خواجہ سرا
و دیگر سرداران نامی بھی اُسکے ہمرکاب تھے جبکہ وہ قصبہ تلہر میں وارد ہوا اور
حافظ الملک کے پاس جمعیت دس ہزار سے بھی کم تھی جسکو آصف الدولہ کی
فوج کا آٹھواں حصہ سمجھنا چاہیئے۔ حافظ رحمت خاں دریائے بھگل کو عبور کرکے

میراں پور کٹرہ میں خیمہ زن ہوئے - ۱۱ صفر المظفر ۱۱۸۸ھ مطابق ۲۳ اپریل ۱۷۷۴ء
کو دونوں لشکر مقابل ہوئے - میدان میراں پور کٹرہ اور موضع کسرک میں
فریقین میں سخت جنگ ہوئی - فیض اللہ خاں و محمد یار ولد علی محمد خاں اور
محب اللہ خاں ولد دوندے خاں بڑی جرأت سے لڑے احمد خاں ولد بخشی
سردار خاں نے خواہ بسازش شجاع الدولہ یا اپنی فطری نامردی سے گریز
اختیار کی - مؤلف گلستان رحمت فرزند حافظ الملک نے اپنی تاریخ میں
اُن پر الزام سازش کا قایم کیا ہے - آخرش چار گھڑی دن چڑھے سے جنگ گولہ
و تفنگ شروع ہوئی دونوں فریق کی جانب سے بہت آدمی مارے گئے
قریب دوپہر حافظ رحمت خاں کے بائیں جانب بازو پر سینہ کے قریب گولہ لگا
اور وہ جاں بحق ہوئے - اُن کا سر[1] سلطان خاں کاٹ کر شجاع الدولہ کے سامنے
لے گیا نواب شجاع الدولہ کی فوج نے تمام سامان روہیلوں کا لوٹا فیض اللہ خاں
و محمد یار خاں وغیرہ سرداران حافظ الملک بمصلحت وقت بعد قتل اپنے افسر کے
واپس آئے اور اپنے اپنے مقامات کی طرف متوجہ ہوئے - بعد ازاں

---

[1] نواب شجاع الدولہ نے سلطان خاں کو اسپ و خلعت عطا کیا اور حافظ الملک کا سر سید شاہ ملن
کو دکھایا تاکہ وہ پہچانیں کہ یہ سر حافظ مرحوم کا ہے یا نہیں - چنانچہ اُنہوں نے پہچانا اور یہ شعر زبان پر
لائے شعر کشتۂ برنیزہ میزد نفس + کہ معراج مرداں ہمیں است و بس - اور سید صاحب
موصوف کو بھی بسولی پہونچکر قید کر دیا اور تمام اثاث البیت ضبط کیا اُسی قید میں اُنہوں نے
رحلت فرمائی -

شجاع الدولہ نے نعش حافظ رحمت خاں کی تلاش کرا کر مع سر کے اسی تاریخ روانہ بریلی کر دی - بریلی میں قاضی شہر علما اور حفاظ نے ۱۲ ربیع صفر کو نماز جنازہ حافظ الملک بجمعیت کثیر پڑھی اور اُن کو بریلی سے جانب غرب جو مشہور ہے مدفون کیا - انا للہ وانا الیہ راجعون -

کسی شاعر نے سلطان خاں افغان کی نسبت جس نے حافظ الملک کا سر کاٹا تھا ایک قطعہ لکھا ہے جو حسب ذیل ہے - قطعہ

ہر کس کہ در جہاں کند از قوم خود بدی + او با یزید در ہمہ اوقات ہمسر است
واری اگر بدل ہوس امتحاں بہ بیں + سلطان خاں بشمر حرامی برابر است

جب حافظ الملک کا خاتمہ ہوا تو نواب وزیر روہیلکھنڈ کا مالک ہوا - احمد خاں پہاڑوں میں جا کر پناہ گزین ہوئے - اور محب اللہ خاں و فتح اللہ خاں جو آخری وقت جنگ کے پیچھے تھے بسولی میں آئے فتح اللہ خاں بمقام بریلی کیمپ شجاع الدولہ میں داخل ہوا - اور اُسکو یہ امید تھی کہ مجھکو کچھ علاقہ نواب موصوف دیگا - الا وہ گرفتار کیا گیا اور اُسیوقت نجف خاں مع ایک رسالہ کے بسولی پر قبضہ کرنے کو بھیجا گیا - نجف خاں نے محب اللہ خاں کو اُس کے مکان میں بسولی پہونچکر قید کر لیا - جب کچھ عرصہ کے بعد شجاع الدولہ خود بسولی پہونچا تو ان دونوں بھائیوں کو قید کر کے الہ آباد بھیجدیا اور پرگنات اُن کے ضبط کر لیے -

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ صلح ہو گیا تھا نواب وزیر اور انگریزی فوج متصل بسولی چھاؤنی میں قائم ہوئی - فیض اللہ خاں کی پیشقدمی کی وجہ سے انکو مجبوراً ماہ

اگست میں پھر ایک مرتبہ میدان جنگ میں جانا پڑا بعدہ شمال کی جانب
کوچ کیا۔ تین ماہ تک کچھ پتہ ان کی فوجوں کا نہیں ملا۔ بعد ازاں شجاع الدولہ
وقت واپسی بسولی میں ٹھہرا اور انگریزی فوج کچھ عرصہ تک رام گھاٹ پر
مقیم رہی۔ اس مہم کے دوران میں شجاع الدولہ علیل ہوگیا اور تھوڑے
عرصہ کے بعد اودھ پہونچکر اسی ۱۷۷۵ء میں انتقال کیا۔ اسکا بیٹا آصف الدولہ
جانشین ہوا۔ یہ بیان ہمنے گلستان رحمت اور گزیٹیر سے لکھا ہے لیکن
خان بہادر منشی ذکاء اللہ خاں نے اپنی تاریخ میں انگریزی تحریرات کی بنا پر اسکے
خلاف رائے ظاہر کی ہے وہ لکھتے ہیں کہ "سید شاہ مدن کا شجاع الدولہ کے
منہ پر یہ کہنا کہ واپسی تمسک کا وعدہ کیا گیا ہے صحیح نہیں معلوم ہوتا ہے۔ دوسرے
یہ بھی صحیح نہیں ہے کہ حافظ صاحب نے مصمم لڑنے اور مرنے پر عزم بالجزم کرلیا
ہو کیونکہ کرنیل چمپین خود لکھتے ہیں کہ میرے پاس حافظ کا خط آیا کہ آپ صلح
کرا دیجئے مگر جب شجاع الدولہ سے اسکا ذکر کیا گیا تو اسکے چالیس لاکھ روپیوں
نے نیچے دبا دیئے اور اس نے دو کروڑ روپیہ طلب کیئے"

سیر المتاخرین نے اور ہی کچھ لکھا ہے جسکا ترجمہ یہ ہے کہ "شجاع الدولہ نے حافظ
رحمت خاں وغیرہ کو بغرض اتمام حجت اول پیغام دیا کہ میں نے ہنگام اضطرار
میں تمہاری اور مرہٹوں کی مصالحت مابین کی غرض سے زر کثیر اپنے پاس سے
مرہٹوں کو دیا اور تمکو لوٹ مار سے بچایا۔ جو میعاد ادائے قسط کی مقرر تھی وہ
منقضی ہوگئی اب تک وہ روپیہ نہیں بھیجا اب چاہیئے کہ وہ روپیہ بلا تامل ادا
کردو ورنہ لڑائی کو مستعد رہو۔ حافظ رحمت خاں نے روساء افاغنہ کو

جمع کرکے یہ حال بیان کیا کہ شجاع الدولہ مستعد کارزار ہے اُسکا مقابلہ اسوقت مناسب نہیں ہے بہتر ہے کہ روپیہ دیکر اس بلا کو ٹالا جائے اور شجاع الدولہ نے ادلا دونڈے خاں سے خفیہ سازش کر لی تھی - اور اُن کو یہ فریب دیا کہ میں تمکو ملک تمہارا گنگا کے قریب کا دیدونگا اور اپنا قبضہ نہ کرونگا اور اگر تمنے حافظ الملک کی اعانت کی تو تمکو بھی اُسی آگ میں جلاؤنگا - مگر وہ کم عقل طمع زر سے اُسکے دام میں آگئے " یہاں تک ہمنے دیگر مورخوں کے بیانات درج کیئے ہیں - اب ہم شجاع الدولہ اور حافظ رحمت خاں کا حال لکھتے ہیں - شجاع الدولہ حافظ صاحب سے قول قرار کرکے جب واپس گیا تو اُس نے کچھ مرہٹوں کے نکالنے کی پرواہ نہ کی مرہٹے ازخود برسات کے موسم میں گنگا پار چلے گئے بعد برسات کے پھر مرہٹوں نے روہیلوں پر لوٹ مار بدستور شروع کر دی حافظ رحمت خاں نے کچھ روپیہ اُن کو دیا مرہٹوں نے ضابطہ خاں کو قابو میں کرکے روہیلوں کو ملانا چاہا اور اودہ پر حملہ کا ارادہ کیا - اب روہیلوں کو مشکل ہوئی کہ کسکے ساتھ رہیں اور حافظ رحمت خاں شجاع الدولہ کو اپنا غدار نہیں جانتا تھا اور نہ اُسکے قول پر اعتبار تھا اور مرہٹوں کو بھی بے ایمان سمجھتا تھا آخرش شجاع الدولہ سے میل کیا - سلیکٹ کمیٹی نے ۷ جنوری ۱۷۷۳ء کو کلکتہ میں یہ رائے ظاہر کی کہ شجاع الدولہ کو یہ خوف ہے کہ روہیلے مرہٹوں سے مل گئے ہیں اور وہ نواب وزیر کا ملک چھین لیں گے - یہ رائے شجاع الدولہ کی صحیح نہیں ہے - ظن غالب ہے کہ روہیلوں کے سردار کبھی مرہٹوں سے ملکر اپنی قوت کو نہ گھٹائیں گے اسوقت مصلحت جانکر مرہٹوں سے صلح کر لی ہوگی -

بموجب عہدنامہ مقام بنارس یہ شرط قرار پائی کہ بوقت حملہ کسی غیر کے ایسٹ انڈیا
کمپنی شجاع الدولہ کی مدد کرے اور اپنی سپاہ سے اعانت دے۔ اس لیئے
مرہٹوں کے حملہ سرکاری فوج کے ذریعہ سے روکے گئے تھے۔ باتحتی سر رابرٹ
بارکر کچھ سپاہ انگریزی مرہٹوں کی سرکوبی کے لیئے روانہ ہوئی کیونکہ مرہٹوں نے
گنگا کے اس پار بہت سے شہر مثل مراد آباد سنبھل وغیرہ کے لوٹ مار کر کے
تباہ کر دیئے تھے۔

جب مرہٹے حافظ رحمت خاں سے صلح کر کے لوٹ گئے تب نواب وزیر کے حواس
درست ہوئے۔ پھر شجاع الدولہ نے گورنر سے بمقام بنارس ۱۷۷۳ء میں ملاقات
کی۔ گورنر ہسٹنگز نے ۴ اکتوبر ۱۷۷۳ء کو کونسل کلکتہ کو یہ رپورٹ بھیجی کہ نواب
وزیر کو جو عناد دلی روہیلوں سے ہے وہی اس نے مجھسے وقت ملاقات
بیان کیا۔ اور روہیلوں کا ملک لینے کے لیئے ہم سے مدد طلب کی ہے اور
ہمنے اس سے اقرار کیا ہے کہ وہ ہمکو روپیہ دے تو ہم اسکی مدد کریں گے
اسکی بنسبت شمس العلما ذکاء اللہ خاں صاحب لکھتے ہیں کہ بیچارے روہیلوں نے
کمپنی کو کبھی نہیں ستایا اور کوئی بات ان سے بگاڑ کی نہیں کی مگر ضرورت ملکی
کے لیئے سب کچھ جائز ہے۔

آخر وزیر اور سرکار کمپنی میں یہ معاہدہ ہوگیا کہ ۴۰ لاکھ روپیہ نواب وزیر نقد
دیوے تو سپاہ انگریزی اسکے کام میں رہیگی اور خرچ اسکا اسی کے ذمہ ہوگا گو
سرکار کو روپیہ کا اور وزیر کو ملک کا فایدہ تھا مگر بنی نوع انسان کے ایک شریف
گروہ کا برباد کرنا اپنے آرام اور فایدہ کے لیئے عدالت کا مقتضا نہ تھا۔ بڑے

حیف کی بات ہے ایسے ہی کام کے کرنے والے بڑے ظالم اور بے رحم کہلاتے ہیں۔ یہ الزام کہ حافظ رحمت خاں یعنی روہیلوں کو سردار نے روپیہ کے دینے میں حیلہ یا انکار کیا۔ محض ناانصافی ہے کیونکہ یہ زر موعود بشرط اخراج قوم مرہٹہ از روہیلکھنڈ مشروط تھا۔ جب وزیر نے اونکو کوشش اس معاملہ میں نہ کی تو وہ زر موعود کس منہ سے مانگتا تھا۔ مرہٹے برابر ملک تاراج کرتے رہے جنس نہ دینا اور قیمت مانگنا کہیں بھی انصاف ہے۔

دوسرا یہ الزام کہ روہیلوں نے مرہٹوں کی امداد کی محض غلط ہے وہ ساری سپاہ مرہٹوں سے لڑنے کو آمادہ رہتے تھے۔ مگر کہیں جب ایسی ضرورت آپڑی کہ وہ سمجھے کہ ہم بالکل مرہٹوں کے ہاتھ سے تباہ ہوئے جاتے ہیں تو انکی آتش غضب کو دھیما کر دیا۔ انگریزوں کو روپیہ کی ضرورت سے یہ فرض نہ تھا کہ وہ استیصال روہیلوں کا جنگ سے کرتے ہیٹنگز صاحب گورنر یہ لکھتے ہیں کہ وزیر ایسا ضعیف و کمزور ہے کہ اپنے قدیمی ملک کی حفاظت بغیر استعانت سپاہ انگریزی نہیں کر سکتا۔ الغرض شمس العلماء موصوف نے نہایت صداقت و تحقیق و عدالت سے اس معاملہ کو لکھا ہے اور اُن کی یہ رائے نہایت شرح و بسط سے اس معاملہ میں بطور محاکمہ اُن کی تاریخ میں مذکور ہے اب ہم اصل مطلب پر آتے ہیں۔ ۱۸ نومبر ۱۷۷۳ء کو شجاع الدولہ نے گورنر کو لکھا کہ روہیلوں کے استیصال کے واسطے جو وعدہ امداد کیا ہے اُسکا ایفا ہونا چاہئے۔ چنانچہ حکم ہوا کہ سرکار کمپنی کی سپاہ بنگال کے ۳ برگیڈ سے جو دوسرا برگیڈ الہ آباد میں رہتا تھا وہ شجاع الدولہ کے لشکر سے جا کر ملے۔ کرنیل چمپین کمانڈر تھے وہ فوج لیکر وسط فروری میں روانہ

ہوئے اور ۲۴ر فروری ۱۷۷۴ء کو ملک اودھ میں پہونچے۔ ۱۷ر اپریل ۱۷۷۴ء کو فوج
انگریزی نے مع فوج نواب وزیر روہیلکھنڈ پر چڑھائی کی۔

۱۹ر اپریل کو کرنیل صاحب نے پریذیڈنسی کو چٹھی لکھی کہ روہیلوں نے نہایت عجز
سے یہ پیغام بھیجا ہے کہ ہم اطاعت کو حاضر ہیں مگر شجاع الدولہ اُن سے دو کروڑ
روپیہ طلب کرتا ہے اس لیئے وہ مجبور ہو کر (کپوتالہ) پہ جسکو وہ بابئے جنگل کہتے
ہیں (اور جو درمیان میراں پور کٹرہ اور فیض گنج کی سرحد ضلع شاہجہان پور
اور بریلی کے واقع ہے) اس ارادہ سے آتے ہیں کہ جبتک دم میں دم ہے لڑیں
اور میدان جنگ سے مر کر ٹلیں۔

اب دونوں لشکر بمقام کسرک اور میراںپور کٹرہ کے درمیان جو ضلع شاہجہان پور
میں ہیں مقابل ہوئے۔ میراںپور کٹرہ شاہجہان پور سے ۱۸ میل کے فاصلہ
پر ہے (اللہ یہ قصبہ چند سال سے قریب نصف کے زمینداری میں مؤلف رسالہ
ہذا کے ہے) صبح کے وقت انگریزی فوج نے اُنپر حملہ شروع کیا کرنیل چمپین حافظ
رحمت خاں کی بہادری کی بڑی تعریف کرتا ہے اور لکھتا ہے کہ ۴۰ ہزار اُسکی سپاہ
ہوگی اور نہایت مردانہ اور دلیرانہ ہم سے لڑا اور بہت دفعہ روہیلے ہمارے
لشکر میں گھس آئے اور اپنے علم گاڑ دیئے اور بڑی جرأت سے آگے حملہ کرتے
اور ہماری توپیں چھین لینے کا قصد کرتے تھے مگر ہماری توپوں نے اُن کو بڑھنے
نہ دیا جب وہ پاس آتے تھے اُنکو اُڑا دیتے تھے اُن کی بہادری کا بیان ہم سے ناممکن
ہے انہوں نے سب طرح سے فن حرب و سپہ گری دکھایا دو گھنٹہ ۲۰ منٹ تک
توپوں کی آگ آدمیوں پر برسنی رہی اور کئی منٹ تک گولیوں کی بوچھار رہی

دو ہزار روہیلے اور بہت سے سردار میدان جنگ میں مارے گئے - اب چونکہ روہیلو نکا
ادبار شروع ہو گیا تھا انگریزوں کی فتح کا باعث یہ ہوا کہ حافظ الملک حافظ رحمت خاں
کی جان حزیں نے میدان جنگ میں عزم سفر کیا اور وہ سردار فوج بڑی شجاعت
سے مارا گیا - اور ایک بیٹا بھی اُن کے ساتھ مقتول ہوا - اور دوسرا بیٹا مجبوس
کر لیا گیا اور تیسرا مفرور تھا تب انگریزوں نے میدان جنگ جیت لیا - اب
کرنیل صاحب نے جوان دشمنوں کی بہادری اور دلیری بیان کی ہے اور یہ مرقوم
کردی - اب وہ اپنے دوست شجاع الدولہ کا حال جو لکھتا ہے وہ بھی قابل ذکر
ہے کہ میں حیران ہوں کہ کیا کروں شجاع الدولہ کو اس فتح کی تہنیت دوں
یا اُس کی نامردی پر لعنت و ملامت کروں - مجھے اُسکا حال بیان کرنا ضرور ہی
تاکہ گورنمنٹ انگریزی جان لے کہ ہمارا دوست ایسا ہے کہ ذرا بھی اعتبار کے
لایق نہیں - لڑائی سے ایک رات پہلے میں نے بار بار توپیں اُس کی مانگیں مجھے
اُن کی بڑی ضرورت جنگ میں تھی مگر اُس نے صاف انکار کر کے میرے کام میں
نہ آنے دیا وعدہ کیا کہ کل آپ کے ہمراہ سارا لشکر لیکر موجود ہونگا اور سواروں
کو لیکر موجود پاس کھڑا ہونگا اور جو ہدایت ہوگی اُسپر عمل کرونگا - مگر وہ لڑائی
کے پاس کیا آتا وہ کبھی آ کر نہ کھڑا ہوا میں نے جہاں اُسکو صبح لشکر کے
سامنے دیکھا تھا وہ اُسی جگہ رہا - جب فتح کی خبر پہنچی تو اُسوقت فوج لیکر میدان
میں آ کودا - اور لشکر کو حافظ الملک کے دل کھول کر لوٹا - اسپر سپاہ کمپنی نے
جو قواعد کے پابند تھے ایک اپنے افسر سے کہا کہ " فتح کی عزت ہمکو حاصل ہوئی
مگر اس کی منفعت ان لٹیروں کو ملی یہاں اس فتح سے لڑائی کا خاتمہ ہو گیا -

فیض اللہ خاں کچھ سپاہ لیکر پہاڑوں میں چلا گیا باقی سارا ملک نواب وزیر کی لوٹ مار کرنے کے لیئے پڑا تھا نواب وزیر نے سب ملک میں آگ لگادی اور سب شہروں پر جھاڑو پھیر دی ایک لاکھ سے زیادہ آدمی اپنا مسکن چھوڑ کر جنگل میں چلے گئے - اور یہ سمجھے کہ بھوک اور درندوں کی تکلیف سے مرنا اس ظالم کے ہاتھ میں پڑنے سے بدرجہا بہتر ہے -

کرنیل چمپین نے جب یہ حال دیکھا تو گورنر کو لکھا مگر وہ اُسوقت مجبور تھا کہ نواب سے کوئی عہد اس بابت نہ ٹھہرا تھا کہ بعد فتح کیا کیا جاوے - کرنیل نواب کو سمجھاتا تھا کہ یہ ظلم نہ کر کیا افسوس کی بات ہے کہ وہ لشکر وافسر جو اپنی بہادری اور شجاعت کا دعوے کرتے ہوں اور وہ بے گناہوں کے گانوں کے گانوں اور اسباب آگ میں جلنا اور بچوں کو ماؤں کی چھاتیوں پر قتل ہوتے ہوئے اور صاحب عصمت عورتوں کے بے عصمت ہوتے ہوئے دیکھا کریں اور پھر حمایت کر کے ظالموں کے ظلم کو نہ روکیں - غرضکہ ان بہادروں نے آدمیوں کو شیروں کے ہمسایہ میں بھیجا اور شیروں کی جگہ بھیڑیوں کو بٹھایا - نتیجہ لڑائی کا یہ تھا کہ یہ ظالم بزدل روہیلوں کے ذبح کرنے میں قصاب ہوگیا - اُس نے اُن کے ننگ وناموس وجان ومال کو خاک میں ملایا - اُسکے سینہ میں اس قوم کی طرف سے ایسا کینہ تھا کہ گورنمنٹ انگریزی سے پہلے ہی کہدیا تھا کہ اس قوم کا استیصال چاہتا ہوں چنانچہ وہی اُس نے کر دکھایا - کوئی قطعہ زرخیز اس ملک کا نہ تھا کہ اُس نے اُس کو ویرانہ نہ بنایا ہو - مگر اسپر بھی انکا استیصال نہ ہوا - ابتک اُن کا ایک گروہ باقی ہے جو ہندوستان

ہیں شرافت وشجاعت میں ضرب المثل ہے -
فیض اللہ خاں ایک سردار روہیلہ باقی رہگیا تھا جس سے لڑنے کو افواج
متفقہ چلی مگر فیصلہ بغیر جنگ کے اس طرح ہو گیا کہ ۱۴ لاکھ پچھتر ہزار روپیہ کی جاگیر
اُس کو روہیلکھنڈ میں شجاع الدولہ نے دیدی (یعنی مصطفیٰ آباد - ام پور)
اور باقی ملک روہیلکھنڈ اپنے قبضہ میں رکھا - اس جنگ روہیلہ پر مورخین
محققین نے بحث عظیم کی ہے - گلیچ صاحب لکھتے ہیں کہ ملک کی ضرورت کی
لحاظ سے دیکھا جاوے خواہ اخلاق انسانی کے اعتبار پر نظر کیجاوے تو
میرے نزدیک ہسٹنگز گورنر جنرل نے ایسا نہیں کیا کہ اُس کی پیشانی پر
بدنامی کا طغرا بنایا جاوے - لیکن ہمکو اگر کچھ سمجھ ہو تو ہم امر تسلیم کرینگے
کہ بُرا کام اُجرت پر بھی کرنا بُرا ہے - لڑائی ناحق کرنا جبتک دوسرا نہ چھیڑے
خراب کام ہے - اس لیئے روہیلوں سے لڑنا عبث تھا روہیلوں کیساتھ
لڑنے کا کوئی مطلب نہ تھا سوائے اسکے کہ ایک عمدہ انتظام ملکی کو شجاعت
شعار و عدالت آثار قوم سے لیکر ایک ظالم نامرد موذی کو دیدیں - گورنر
اس بات کو خوب جانتے تھے کہ میں یہ کیا کرتا ہوں - میجر سکوٹ جو اس
بدکرداری کا عذر کرتے ہیں وہ بدتر از گناہ ہے کہ روہیلے کچھ اصلی متوطن
اس مقام کے نہ تھے - اُن کا ملک سے نکال دینا عین عدالت تھی صاحب
اسوقت شاید خود کو بھول گئے اُن کے نزدیک اگر کلکتہ یا مدراس سے
انگریزوں کو کوئی نکالتا تو بھی انصاف ہوتا - اسوقت تو ایسے غاصب
ہندوستان میں بہتیرے تھے اور کس کی سلطنت کبھی غصب سے نہ پیدا

ہوئی تو کیسے ملی تھی۔ غرضکہ جو اس فعل کی زشت روئی کو

یہاں تک ہمنے حالات بے کم و کاست

کتاب شمس العلما منشی ذکاء اللہ خاں جلد سوم سے نقل کیئے ہیں۔

ہمارے نزدیک یہ مسئلہ ایسا پیچیدہ ہے کہ جب کوئی فریق الزام کسی فریق
پر لگاتے اسمیں رائے زنی کرنا عبث ہے۔ ہر ایک شخص اپنے نفع پر خیال
کرکے کارروائی کرتا ہے۔ لہذا ہم اپنی رائے اس شعر پر ختم کرتے ہیں شعر
رموز مصلحت ملک خسرواں دانند ۔ گدائے گوشہ نشینی تو حافظا مخروش

یہ تمام واقعات بعہد سلطنت شاہ عالم بادشاہ دہلی کے واقع ہوئے ہیں چنانچہ
واسطے استیصال روہیلوں کے شاہ عالم نے نجف خاں کو مع سپاہ کے
روہیلکھنڈ روانہ کیا تھا مگر یہاں انگریزی سپاہ روہیلوں کا پہلے ہی کام
تمام کرچکی تھی۔ نجف خاں نے نواب وزیر سے ملک اور غنیمت میں بادشاہی
حصہ مانگا تو شجاع الدولہ نے کہا کہ میری بادشاہ سے یہ شرط تھی کہ بادشاہ
بذات خاص لشکر لیکر اُس کی کمک کو آئے چونکہ بادشاہ نے اس عہد کے
تمام شرائط پوری نہیں کیں لہذا ملک سے کوئی حصہ نہ دونگا مگر کرنیل صاحب
فوج انگریزی کے پاس ایک نقل اس عہدنامہ کا جو وزیر و بادشاہ سے
ہوا تھا موجود تھا۔ اُس کو دیکھا تو اُس میں کہیں اسکا ذکر نہ تھا کہ واسطے استیصال
روہیلوں کے بادشاہ بذات خود آئے۔ جب اسکی خبر گورنمنٹ انگریزی کو ہوئی
تو اُس نے اپنے سپہ سالار کو لکھا۔ ہدایت کی کہ فقط ہمارا کام روہیلوں کا
ملک فتح کرنے کا ہے۔ اگر شجاع الدولہ نے اپنے عہد کو بادشاہ سے توڑ دیا

اور اُس کے سبب سے نجف خاں اور بادشاہ شجاع الدولہ سے لڑے تو تم کیسکی طرف نہ بولنا - الغرض نجف خاں نے اُس وقت لڑنا مصلحت نہ سمجھا اور جلد بسولی ضلع بدایوں سے واپس گیا - اب ہم یہاں سے کچھ تھوڑا سا حال شاہ عالم بادشاہ کا بھی لکھنا چاہتے ہیں ۔

۲۵ دسمبر ۱۷۵۹ء کو شاہ عالم جلوہ افروز تخت سلطنت ہوئے - اور اپنے ملک کا انتظام کرتے رہتے - اور بہت سے وزیران کے عہد میں بدلتے رہے - جےپور بھی باغی ہوگیا تھا جہاں خود شاہ عالم فوج لیکر گیا اور وہاں کا فتنہ فرو کیا -

۱۷۸۴ء میں شاہ عالم نے اپنا وزیر اور مددگار مادہوجی سیندھیا ملقب بہ مہاراجہ پٹل بہادر والیئے دکن کو مقرر کیا اور مہاراجہ پٹل نے اپنی طرف سے ایک شخص کو دربار میں حاضر رکھا - ۱۷۸۸ء میں غلام قادر خاں روہیلہ پسر ضابطہ خاں بن نجیب الدولہ جسکا دادا یعنی نجیب الدولہ بادشاہ کے ہاں بہت اختیار رکھتا تھا اور وزیر بادشاہی ہوگیا تھا مع چند دیگر امرا اور دو ہزار سپاہ کے اپنے شہر نجیب آباد سے بغرض لوٹنے قلعہ معلّٰی کے دہلی چلا گیا - جمنا پار آکر اس نے بادشاہ کے حضور میں کہلا بھیجا کہ یہ فدوی واسطے رفع کرنے شکوک اور نمامی کے جو میرے دشمنوں نے حضور سے کی ہیں آیا ہے اگر حکم ہو تو دربار میں حاضر ہوں - واضح ہو کہ یہ غلام قادر خاں نمک حرام اس بہانہ سے اہلکاران قلعہ ناظر وغیرہ کی سازش سے اندرون قلعہ آنا چاہتا تھا -

جبکہ بادشاہ نے حکم اندر آنے کا دیدیا تو پھر نمک حرام ناظر قلعہ اور بادشاہ کے ... سلیمان

اہلکاران قلعہ نے بادشاہ کو سمجھایا کہ اسکے دل میں دغا نہیں ہے یہ صرف
حضور کی ملاقات کو آیا ہے تب بادشاہ نے اُن کے قول پر اعتماد کر کے غلام قادر
کو حکم حاضری دربار دیا۔ غلام قادر خاں مع اپنے مشیروں اور سپاہ کے قلعہ
معلے میں داخل ہوا بادشاہ نے اُس کی بڑی تواضع کی اور اُس مکار کو اپنے
سینہ سے لگایا۔ اُس نے باہر آکر اپنی فوج کو جا بجا متعین کر دیا اور بادشاہی
سپاہیوں کو نکال دیا جب بادشاہ نے یہ بات سُنی تو پھر غلام قادر کو اپنے پاس
بلایا اور کہا کہ یہ تو نے کیا بلوہ مچا رکھا ہے اُس نے کچھ جواب نہ دیا اور تخت کے
پاس جا کر بادشاہ سے یہ عرض کی کہ آپ لائق بادشاہی کے نہیں ہیں تخت
سے اُتر جایئے۔ پھر بادشاہ نے یہ جواب دیا کہ برائے رسول ہمیں تخت سے
نہ اُتار اسمیں ہماری بے عزتی ہے بلکہ تو ہمیں مار ڈال تو بہتر ہے۔ غلام قادر نے
یہ بات سُنکر تلوار میان سے نکالی اُسیوقت ناظر قلعہ نے بیچ بچاؤ کرا دیا اور
بادشاہ کو سمجھایا کہ آپ تخت سے اُتر جایئے ورنہ یہ بڑی بے عزتی کریگا۔ بادشاہ
کا چونکہ اُسوقت کوئی مددگار نہ تھا ناظر وغیرہ سب نمک حرام غلام قادر سے
ملے ہوئے تھے تخت سے اُتر کر محل میں چلے گئے۔ تب غلام قادر نے ایک
شخص کو جسکا نام جہان شاہ تھا تخت پر بٹھایا اور اشتہار دیا کہ جہان شاہ
بادشاہ ہے اور حضرت شاہ عالم اور شہزادگان کو سلیم گڈھ کی طرف ایک مکان میں
قید کر دیا اور قلعہ کے لوٹنے پر کمر باندھی۔ سات روز تک خوب قلعہ لوٹا۔ پھر
ایک روز خود دربار کیا اور حکم دیا کہ آج شاہ عالم مع شہزادگان ہمارے
حضور میں لائے جاویں۔ فی الفور شاہ عالم مع سب شہزادوں کے غلام قادر

کے دربار میں حاضر کیئے گئے۔ تب غلام قادر نے شاہ عالم کی طرف مخاطب
ہوکر کہا کہ آپ زر و مال وجواہرات بتادیجیئے ورنہ ہم آپکی دونوں آنکھیں نکال
ڈالیں گے۔ بادشاہ نہایت مضطرب ہوکر محل میں گئے اور بہت سے جواہرات
لاکر پیش کیئے غلام قادر نے کہا کہ اور لاؤ تمہارے پاس اور بھی ہے بادشاہ
نے جواب دیا کہ اب میرے پاس اور کچھ نہیں ہے تب غلام قادر نے غصہ سے
بادشاہ کو فرش پر گراکر چھاتی پر سوار ہوکر اور اپنی کٹاری سے بادشاہ کی
آنکھیں نکال ڈالیں۔ یہ وقت ایسا مصیبت کا تھا کہ خدا کسی پر نہ لاتے
بعد نکالنے آنکھوں کے غلام قادر نے اُن کو علیحدہ گوشہ میں قید کردیا۔ اسوقت
سے شاہ عالم ایک گوشہ میں رہتے تھے اُن کو مذاق شعر کا تھا اور خود شعر
کہتے تھے اور آفتاب تخلص کرتے تھے۔ اُسی حالت بیکسی اور تنہائی میں چند
اشعار لکھے ہیں جنکو اکثر پڑھا کرتے تھے ہم اُن کو اسی موقع پر درج کرتے ہیں

اشعار

صرصر حادثہ برخاست پے خواری ما + داد برباد سر و برگ جہانداری ما
آفتاب فلک رفعت شاہی بودم + بود در شام زوال آہ سیہ کاری ما
چشم ما کندہ شد از جور فلک بہتر شد + کہ نہ بینیم کہ کند غیر جہانداری ما
داد افغان بچہ شوکت شاہی برباد + کیست جز ذات منزہ کہ کند یاری ما
کردہ سی سال نظارت کہ مرا دادہ باد + زود تر یافت تلافی ستمگاری ما
نازنینان پری چہرہ کہ ہمدم بودند + نیست جز محل مبارک بہ پرستاری ما
حق طفلاں کہ زمن سی سال فدا ہم کردیم + کردہ تاراج نمودند سبکساری ما

عہد و پیمان بمیان دادہ نمودند دغا + مخلیان خوب نمودند وفاداری ما

شیر دادیم بہ افعی بچہ و پروردیم + عاقبت گشت مجوز پے خونخواری ما

قوم افغان و مغلیہ ہمہ بازی دادند + بس کہ گشتند مجوز بہ گرفتاری ما

آن گدازادۂ ہمدان کہ بدو ترخ بردہ + بانیٔ جور و ستم شد بدل افگاری ما

گل محمد کہ تمروان بشرارت کم نیست + چہ قدر کرد وکالت بہ گرفتاری ما

ہم الہ یار و سلیمان بدل بیگ لعین + ہر سہ بستند کمر بہر دل آزاری ما

شاہ تیمور کہ دادم سر نسبت با من + زندہ باشد کہ بیاید پے مددگاری ما

مادھوجی سیندھیا فرزند جگربند من است + ہست مصروف تلافی ستمگاری ما

راجہ و راؤ زمیندار و امیر و چہ فقیر + حیف باشد کہ نباشند بہ غمخواری ما

حال ما گشتہ بتر ہمچو اماماں زیزید + کرد تقدیر ازل روزی ما خواری ما

بود جانکاہ زر و مال جہاں ہمچو مرض + دفع از فضل الٰہی شدہ بیماری ما

آصف الدولہ و انگریز کہ دلسوز من اند + چہ عجب گر بنمایند مددگاری ما

آفتاب از فلک امروز تباہی دیدے

باز فردا دہد ایزد و سرداری ما

اسکے بعد مہاراجہ پٹیل کو جب یہ خبر ہوئی کہ حضرت سلطان شاہ عالم پہ حادثہ ہوا ہے تو وہ بہت غصہ میں آیا اور اُس نے بہت سی فوج واسطے اخراج غلام قادر کے بھیجی۔ جب غلام قادر نے سنا کہ مہاراجہ سیندھیا الملقب بہ مہاراجہ پٹیل نے میرے مقابلہ کو فوج روانہ کی ہے اور نزدیک آپہونچی ہے تو وہ جمنا کو عبور کرکے میرٹھ کی طرف بھاگا۔ مہاراجہ کی فوج دہلی پہونچی اور

حضرت شاہ عالم کو دوبارہ تخت پر بٹھایا اور نذر بھی گذرانی اور فوج واسطے تلاش غلام قادر کے میرٹھ روانہ ہوئی اور اُسکو فوراً گرفتار کیا۔ لیکن وہ ایک موقع پاکر بھاگ گیا پھر دوبارہ بذریعہ ایک زمیندار کے گرفتار ہوا۔ مرہٹوں کے کیمپ میں حاضر کیا گیا۔ مرہٹوں نے اُس کے واسطے لوہے کا ایک پنجرہ بنوایا اور اُس کو بند کیا اور اس طور سے اُس کو ہلاک کیا کہ کبھی اُسکا ہاتھ کاٹ لیا اور کبھی ناک کاٹ لی۔ مہاراجہ پٹیل بہادر خود دہلی میں رونق افروز ہوئے اور بادشاہ کو نذر پیش کی اور نو لاکھ روپیہ سالانہ حضور کی تنخواہ مقرر کی اور اپنا ایک صوبہ دار جسکا نام نظام الدین تھا دہلی میں واسطے انتظام کے مقرر کرکے اپنے وطن کو لوٹ گیا۔ اور اس طریقہ سے مرہٹوں کی عملداری دہلی میں محکم ہوئی۔ ۱۸۰۳ء تک مرہٹوں کی عملداری رہی بعد ازاں انگریزوں نے اسی سال مرہٹوں کو شکست دیکر دہلی کو فتح کیا اور شاہ عالم کے بارہ لاکھ روپیہ سالانہ بطور نذر کے مقرر کیا۔ اب یہ سمجھنا چاہیئے کہ سلطنت مغلیہ کا خاتمہ ہوچکا اور سلطنت ہندوستان سرکار کمپنی کی ہوگئی اور شاہ عالم نے ۱۸۰۶ء میں انتقال فرمایا۔ اُن کے جانشین اکبر شاہ ثانی نے قلعہ میں تخت پر جلوس فرمایا۔

ہمنے اس موقع پر شاہ عالم کا حال مناسب سمجھکر لکھا ہے۔ اب پھر اصلی مطلب پر رجوع کرتے ہیں یعنی یہاں سے شجاع الدولہ کی حکومت روہیلکھنڈ کا بیان کرتے ہیں۔

[illegible] نواب شجاع الدولہ نے نظام بسولی کی طرف

کوچ کیا۔ جسوقت شجاع الدولہ بسولی کی چھاؤنی میں تھا اُسوقت آیا بید مسمیٰ
بیاس رائے قوم فاتح کا لباس پہنکر مالگذاری روہیلکھنڈ کی وصول کرنے لگا
اور عوام پر ظلم و تعدی زیادہ ہونے لگا۔ بعد وفات شجاع الدولہ کے نواب
آصف الدولہ حاکمان بدایوں کو وقتاً فوقتاً تبدیل کرتا رہا۔ اگرچہ اُسکے عہد میں
بہت سی املاک معافی وغیرہ اہل بدایوں کو معاف ہوئیں اور بعض کی جائدادیں
ضبط بھی ہوئیں۔ مگر ۲۰ برس تک بدایوں ایک خراب حالت میں رہا۔ کسی
گورنر یا عامل کا اس عہد نواب وزیر میں کوئی خاص دلچسپ واقعہ یا تذکرہ
نہیں پاتے جو مفصل لکھا جاوے۔ صرف عمال بدایوں کی جو بزمانہ آصف الدولہ
رہے ایک فہرست ذیل میں درج کرتے ہیں جس سے اُنکا نام اور زمانہ حکومت
معلوم ہوجائیگا۔

نمبر	نام عامل	سنہ حکومت	مدت	کیفیت
۱	خواجہ آفتاب خاں	۱۷۷۴ء	یک سال	
۲	راجہ کندن لال	۱۷۷۵-۷۶ء	یک سال	
۳	راجہ سورج سنگھ	۱۷۷۷ء	یک سال	
۴	راجہ کندن لال	۱۷۷۸ء	یک سال	نمبر ۲ ۱۷۷۵ء میں بھی راجہ ایک سال حاکم رہا تھا دوبارہ ۱۷۷۸ء میں بھی حاکم مقرر ہوا۔
۵	راجہ دولت سنگھ	۱۷۷۹ء	یک سال	
۶	راجہ کندن لال	۱۷۸۰ء	شش ماہ	یہ سہ بارہ آیا نمبر ۲ و نمبر ۴ میں درج ہے۔

نمبر	نام عامل	سنہ حکومت	مدت	کیفیت
۷	خواجہ عین الدین	سنہ ۱۷۸۰ء لغایت سنہ ۱۷۸۴ء	۴ سال ۶ ماہ	
۸	راجہ جگنا تھ	سنہ ۱۷۸۵ء لغایت سنہ ۱۷۸۶ء	دو سال	
۹	راجہ بھگوانداس	سنہ ۱۷۸۷ء	۳ ماہ	
۱۰	بیٹھ مل	سنہ ۱۷۸۷ء	کچھ کم ایکسال	
۱۱	مہدی علیخاں	سنہ ۱۷۸۸ء لغایت سنہ ۱۷۹۴ء	۶ سال	

اسکے بعد سنہ ۱۷۹۷ء میں آصف الدولہ کا انتقال ہوگیا۔ اُسکا پسر متبنٰی وزیر علیخاں کچھ عرصہ تک مالک اودھ پر قابض رہا۔ پھر اُسی سال تخت سے اتار دیا گیا اُسکا قایم مقام نواب سعادت علیخاں ہوا۔ اُسکے زمانہ میں گورنران بدایوں حسب ذیل ہوئے۔

نمبر	نام حاکم	سنہ حکومت	مدت حکومت	کیفیت
۱	راجہ موہن لال	سنہ ۱۷۹۴ء لغایت سنہ ۱۷۹۵ء	ایک سال	
۲	خواجہ الماس علیخان	سنہ ۱۷۹۶ء لغایت سنہ ۱۷۹۷ء	دو سال	
۳	حسین علیخاں	سنہ ۱۷۹۸ء لغایت سنہ ۱۸۰۱ء	۴ سال	

ان حکام کے حالات اور انکی سوانح عمری اسوجہ سے مفصل نہیں لکھی کہ بدایوں کے عہد حکومت میں کوئی کارنمایاں نہیں کیے بجز اسکے کہ [illegible] اخذ کرتے رہے مسٹر کورٹ صاحب اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں کہ ان عاملوں کے اختیارات بے انتہا تھے وہ جسقدر چاہتے محصول لیتے تھے۔ اور جسقدر چاہتے خزانہ میں

جمع کرتے اور جو کوئی بولی زیادہ روپیہ کی بولتا اُسیکو دیہات ٹھیکہ میں دیدیتے
تھے عاملان تشکمی اور آسامیان کے درمیان کوئی نیک نیتی کا برتاؤ نہ تھا۔
پٹہ دار جسقدر چاہتا تھا کاشتکار سے وصول کرلیتا تھا۔ مواضعات بالکل ویران
ویران تھے۔ اور کاشت معدوم ہوتی جاتی تھی۔ اور آراضیات مزروعہ میں
بالکل جنگل نظر آتا تھا۔

بہ تباہ حالت تھوڑی سال رہی خوش قسمتی رعایا سے نواب وزیر نے انگریزوں
سے فوجی مدد بعد معاہدہ چاہی اور اُس فوج کو اپنے ملک میں قایم کیا۔ ۱۸۰۱ء
میں خراج کی بقایا اسقدر بڑھ گئی کہ اُسکا ادا کرنا دشوار تھا۔ اس قرض کے
ادا کرنے کی غرض سے نواب وزیر روہیلکھنڈ اور دیگر ممالک ایسٹ انڈیا
کمپنی کو دینے پر رضامند ہوگیا۔ یہ صلحنامہ ۱۲ ر نومبر ۱۸۰۱ء میں لکھا گیا۔
اُسوقت سے بدایوں تمام برٹش گورنمنٹ کے قبضہ میں آگیا۔

آخر ۱۸۰۱ء میں جبکہ ملک روہیلکھنڈ نواب وزیر نے برٹش گورنمنٹ کو
تفویض کیا اُسوقت سے یہ ملک مفوضہ موسوم ہوا۔ جس میں بدایوں
بھی شامل تھا۔ نواب گورنر جنرل بہادر نے بورڈ آف ریونو کا محکمہ مقرر
فرمایا اور آنریبل ایم ولسلی صاحب اُس کے پریسیڈنٹ مقرر ہوئے اُن کو

اجازت ملی کہ ان علاقوں کا بندوبست کریں - اسوقت موجودہ روہیلکھنڈ کا کل رقبہ صرف دو ضلعوں میں تقسیم تھا اور وہ ضلع بریلی او مراد آباد کے نام سے موسوم تھے - ۱۳ اکتوبر ۱۸۲۳ء کو ایک جدید کلکٹری سہسوان میں مقرر ہوئی ہے جسکا ذکر ہم اوپر باب اول فصل ہفتم میں لکھ چکے ہیں اُسوقت ۱۵ پرگنے متعلق سہسوان کے کیئے گئے تھے جنکے نام نقشہ ہذا سے ظاہر ہوں گے -

نمبر	نام پرگنہ	نام ضلع جہاں سے منتقل ہو کر آیا	جمع سنہ ۱۲۳۱ ف
۱	رجپورہ	مراد آباد	[illegible]
۲	اسد پور	؍؍	[illegible]
۳	اسلام نگر	؍؍	[illegible]
۴	بسولی	؍؍	[illegible]
۵	ستاسی	؍؍	[illegible]
۶	کوٹ سالباہن	بریلی	[illegible]
۷	سہسوان	؍؍	ایک لاکھ [illegible]
۸،۹	بدایوں و اوستھا	؍؍	۲ لاکھ [illegible]
۱۰	اوجھیانی	؍؍	ایک لاکھ [illegible]
۱۱	سلیم پور	؍؍	ایک لاکھ [illegible]

نمبر شمار	نام پرگنہ	نام ضلع جہاں سے منتقل ہوکر آیا	جمع سنہ ۱۲۱۱ فصلی
۱۲	سرام پور	علی گڑھ	[illegible]
۱۳	فیض پور بدریا	"	[illegible]
۱۴	سورون	"	[illegible]
۱۵	مارہرہ	"	[illegible]
		میزان کل	[illegible]

تھوڑے دنوں کے بعد چار پرگنہ علی گڑھ سے منتقل ہوکر آئے تھے وہ ایسا اس ضلع سے خارج ہوگئے۔

سہسوان میں کلکٹری قایم ہونے پر مسٹر سوینٹن ہم صاحب سب سے پہلے کلکٹر مقرر ہوئے جنہوں نے بندوبست کا کام بھی انجام دیا جیسا کہ ہم حالات بندوبست میں صفحہ ۱۱۵ پر لکھ چکے ہیں اور اسی سلسلہ میں مسٹر وایٹ جو دوسرے کلکٹر تھے اور مسٹر برون صاحب جو تیسرے کلکٹر تھے ان کا ذکر بھی کر چکے ہیں ان صاحبان ضلع کے وقت میں سوائے بندوبست کی تکمیل کے اور کوئی واقعہ قابل تذکرہ کے نہیں ہے۔ ان کے بعد جو کلکٹر ہوئے انکی فہرست حسب ذیل ہے۔

نمبر شمار	نام کلکٹر	تاریخ آمد	تاریخ چھوڑنے ضلع کی	کیفیت
۴	مسٹر الگزنڈر	۲۸ نومبر ۱۸۴۶ع	۲۶ دسمبر ۱۸۴۶ع	

نمبر	نام کلکٹر	تاریخ آمد	تاریخ چھوڑنے ضلع کی	کیفیت
۵	مسٹر کلارک صاحب	۲۸ دسمبر سنہ ۱۸۳۶ء	۱۷ ستمبر سنہ ۱۸۳۷ء	
۶	مسٹر کرینگی صاحب	۸ ستمبر سنہ ۱۸۳۷ء	۱۲ نومبر سنہ ۱۸۳۷ء	
۷	مسٹر ولیمٹ صاحب	۱۳ نومبر سنہ ۱۸۳۷ء	۱۳ دسمبر سنہ ۱۸۳۷ء	
۸	مسٹر کرینگی صاحب	۱۴ دسمبر سنہ ۱۸۳۷ء	۲۳ جنوری سنہ ۱۸۳۸ء	
۹	مسٹر ٹمنس صاحب	۲۳ جنوری سنہ ۱۸۳۸ء	۱۷ جنوری سنہ ۱۸۴۱ء	ترمیم بندوبست کی اور انہیں کے وقت میں مئی سنہ ۱۸۳۸ء میں صدر مقام ضلع کا سہسوان سے بداؤں کو منتقل ہوا۔
۱۰	مسٹر کاکس صاحب	۷ جنوری سنہ ۱۸۴۱ء	۲۶ فروری سنہ ۱۸۴۱ء	
۱۱	مسٹر الیونسلی صاحب	۲۷ فروری سنہ ۱۸۴۱ء	۱۲ دسمبر سنہ ۱۸۴۱ء	
۱۲	مسٹر آر. بی. مارگن صاحب	۱۳ دسمبر سنہ ۱۸۴۱ء	۵ مئی سنہ ۱۸۴۳ء	
۱۳	مسٹر ولیم صاحب	۶ مئی سنہ ۱۸۴۳ء	۶ اکتوبر سنہ ۱۸۴۴ء	
۱۴	مسٹر ٹیلر صاحب	۷ اکتوبر سنہ ۱۸۴۴ء	۱۳ فروری سنہ ۱۸۴۵ء	
۱۵	مسٹر وگن صاحب	۱۴ فروری سنہ ۱۸۴۵ء	۴ جولائی سنہ ۱۸۴۵ء	یہ کلکٹر بہت تیز مزاج تھے بہ نسبت کلکٹران سابق کے زیادہ مدبر شائستہ صفات میں رہے انہوں نے شہر میں پختہ کھرنجہ نالی وغیرہ بنوانیکا حکم دیا

نمبر	نام کلکٹر	تاریخ آمد	تاریخ چھوڑنے ضلع کی	کیفیت
				اور رعایا سے اُس کا صرفہ وصول کیا گیا جو اکثر اشخاص کو ناگوار گذرا چنانچہ انہیں کے زمانہ کے ایک فارسی شاعر نے ایک قصیدہ اشوفت سے حسب حال لکھا تھا جسکے مطلع کا پہلا مصرعہ یہ تھا۔ ع فگن بشہر بدایوں بلا فگن آمد ۔ اور اُسکا ایک شعر جو اتبک زبان زد خاص و عام ہی یہ ہے ؎ ہنوز ہیچ کہ ہر بچہ سہ رفتہ بود از دل کہ شور نالۂ بالی ز ہر دہن آمد
۱۶	مسٹر کوسٹ صاحب	۵ جولائی ۱۸۴۸ء	۱۰ جولائی ۱۸۴۸ء	
۱۷	مسٹر سورلینڈ صاحب	۱۱ جولائی ۱۸۴۸ء	۱۳ اپریل ۱۸۴۹ء	
۱۸	مسٹر ہارٹن صاحب	۱۴ اپریل ۱۸۴۹ء	۱۸ اپریل ۱۸۵۵ء	
۱۹	مسٹر کیمبل صاحب	۱۹ اپریل ۱۸۵۵ء	۵ مئی ۱۸۵۵ء	
۲۰	مسٹر ایڈوارڈس صاحب	۵ مئی ۱۸۵۵ء	یکم جون ۱۸۵۷ء	

زیادہ وہ زمانہ تھا جبکہ باغیوں نے ملک میں بدامنی[۱] پھیلا رکھی تھی۔ اس
ضلع میں سب سے پہلے ۱۹ مئی ۱۸۵۷ء کو آثار بغاوت نمایاں ہوئے
اور لا بد عملی ضلع پرگنہ گوشائیں تحصیل بسولی میں شروع ہوئی۔ ایک گاڑی
خزانہ کی بھری جاتی تھی اُس کو لوگوں نے لوٹ لیا۔ جب عہدہ داران
پولیس تحقیقات کو گئے تو اُن کو مار کر بھگا دیا۔ مسٹر ایڈ وارڈس صاحب
بہادر مجسٹریٹ موصوف نے ہنگامہ فرو کرنے کی کوشش کی اور پولیس دو چند
کر دیا اور جا بجا ملازم رکھے ہر چند وہ کوشش کرتے تھے کہ ضلع میں امن ہو لیکن

سلہ اس وقت یعنی ۱۸۵۷ء میں مؤلف کتاب ہذا کی عمر دس سال کی تھی میرے جد امجد مولوی اسالتی الدین
... خلف حافظ ابوالمؤید رضا مغفور بقید حیات تھے اور اُن کے مکانات زنانہ و مردانہ و دیوان خانہ
و دکانات ... واقع ... اور املاک معافی و از مواضعات سہی پور و تاتار پور جوار
... واقع تھیں اور میرے عم بزرگوار مولوی محمد عزیز الدین صاحب مرحوم اُس زمانہ میں
وکالت جج دہلی میں کرتے تھے جناب دادا صاحب مرحوم و مغفور مع قبایل کے وہاں مقیم
تھے ... صاحب ... کے وطن میں اور رامپور میں رہتے تھے
... طبابت جناب حکیم محمد سعادت علی خاں بہادر مرحوم سابق وزیر
ریاست رامپور کے ... اضلاع ... میں مقیم تھے۔ باقی سب اہل و عیال خاندانی دہلی
... والد ماجد مولوی ابوالناصر محمد رشید الدین سلمہا اور ہمشیرہ
... سب تھی ... اپنے جد امجد کے پاس دہلی میں تھا اور وہاں
...

(بقیہ نوٹ بصفحہ آئندہ)

کامیابی نہوتی تھی۔ اُنھوں نے اپنے روزنامچہ میں لکھا ہے وہ کہ جسقدر میں انتظام کرتا تھا بلوہ فرو نہوتا تھا۔ غارتگری روز بروز ترقی پذیر تھی۔" جب صاحب ممدوح نے یہ کیفیت دیکھی تو اُنھوں نے فوراً اپنی بی بی اور بچوں کو مقام نینی تال کو روانہ کر دیا اور وہاں وہ حفاظت سے پہونچ گئے

تاریخ ۱۶ رمضان المبارک ۱۲۷۳ھ مطابق ۱۱ مئی ۱۸۵۷ء یوم دوشنبہ کو میرے عم مکرم صبحکو سوار ہوکر کچہری تشریف لے گئے تھے۔ چونکہ مہینہ جیٹھ کا تھا کچہری عدالت دیوانی صبح سے ہوتی تھی میں ایک مکان کے بالاخانہ پر تھا جو قاسم جان کی گلی کے کنارہ پر جانب شرق لب سڑک مقابل کوچہ اد ینہ بیگ خاں کے چھوٹے مرزا صاحب کا مشہور تھا اور اسوجہ سے کہ دیوان خانہ جناب دادا صاحب میں ایک بیگم صاحبہ جو چھوٹی بیگم کر کے مشہور تھیں اور وہ کسی یورپین کی بیاہتا تھیں اور اُن کی لڑکی عیسائی کسی عہدہ جلیلہ پر مامور تھے اور اُن کو دو سو روپیہ ماہوار کی پنشن یا کسی بنک سے جیب خرچ ملتا تھا اور وہ نہایت بوڑہی بیگم تھیں بہت روزوں سے رہتی تھیں۔ جبکہ دادا صاحب اپنے وطن قدیمی بدایوں میں تشریف لائے تھے اُن کو کرایہ پر دے دیا تھا اس لیئے چچا صاحب نے وہ بالاخانہ نشست کو لے لیا تھا۔ اور میرے اُستاد محمد حسین صاحب جو نگینہ ضلع بجنور کے رہنے والے تھے وہاں طالب علمی کے طریقہ پر گئے تھے مقیم تھے اور مجھکو پڑہایا کرتے تھے اتفاقاً اُس تاریخ پر میں مع اپنے چھوٹے بھائیوں کے اُن سے سبق پڑہتا تھا اور نواب ولی داد خاں صاحب جاگیردار مالی گڈہ ضلع بلندشہر جو رئیس دہلی تھے اُسوقت جد امجد کے پاس تشریف لائے تھے اور چھوٹے مرزا صاحب بھی (بقیہ نوٹ بصفحہ آیندہ)

(بقیہ نوٹ بصفحہ آیندہ)

اُس کے ایک ہفتہ کے بعد ضلع میں بلوہ اور خونریزی کھُلم کھُلا شروع ہوگئی
گنگا پار ہوکر بدایوں کے محاذ ضلع ایٹہ میں زیادہ بدانتظامی تھی اور
اُسی طرف سے یہ بدانتظامی پرگنہ اسد پور ضلع بدایوں میں پہونچی۔
آگرہ۔ اور کلکتہ کی ڈاک بالکل مسدود ہوگئی۔ ضلع مراد آباد میں رجمنٹ کے

موجود تھے بازار کی طرف کھڑکی میں نواب ولی داد خاں بیٹھا کرتے تھے قریب نو یا دس
بجے دن کے ہمکو میرے اُستاد نے چھٹی دی میں اپنے بھائیوں کے ہاتھ پکڑے ہوئے
کہ وہ چھوٹے تھے قاسم جان کی گلی کے پھاٹک سے ثنا اللہ جی عرف صوفی جی کے مسجد
کے قریب تھا اور مدرسہ گروں کی گلی میں جانا چاہتا تھا کہ اپنے زنانہ مکان کو جاؤں جہاں
میری والدہ و دادی وغیرہ تھیں کہ کیا دیکھتا ہوں کہ جانب مشرق قاضی کے حوض کیجانب
سے دو یا تین سوار گھوڑے سرپٹ بھگاتے ہوئے جانب غرب لال کنوئے کی طرف کو
جاتے ہیں اور وہ خیال نہیں کرتے کہ بازار میں کوئی دبجا جائیگا مجھکو خوب یاد ہے کہ نواب
ولی داد خاں نے اُسوقت کھڑکی بالاخانہ سے سر باہر کرکے بآواز بلند مجھے کہا کہ (لڑکے بچ)
میں ہٹکر اپنے بھائیوں کے ہاتھ پکڑے ہوئے ایک دیوار سے لگ گیا اور وہ سوار میرے
قریب سے نکل گئے اور دفعتاً دکانیں بازار کی بند ہونا شروع ہوگئیں اور لوگ یہ کہتے تھے
کہ روم وروس کی فوج قاضی کے حوض تک آگئی میں بھاگ کر اندر زنان خانہ کے پہونچا
اور اپنی جدہ اجدہ سے یہی کہا کہ بازار بند ہوگیا اور روم وروس کی فوج آگئی وہ مجھپر
بہت خفا ہوئیں اور فرمانے لگیں کہ ہمارے خاندان میں کوئی جھوٹ نہیں بولا کرتا ہے
توکیا ابھی اس عمر میں جھوٹ بولنا سیکھتا ہے میں نے قسم سے کہا کہ (بقیہ نوٹ بصفحہ آئیندہ)

سپاہیوں نے جیلخانہ کو توڑ ڈالا - مسٹر کیمپل صاحب جائنٹ مجسٹریٹ ضلع مراد آباد نے مجسٹریٹ بدایوں کو اطلاع دی کہ بجو خاں قیدی جو ضلع بدایوں کا تھا اس جیلخانہ سے گروہ قیدیوں کے ساتھ فرار ہوگیا ہے - یہ بجو خاں وہ شخص تھا کہ جس نے مسٹر کورٹ صاحب جائنٹ مجسٹریٹ بہادر بدایوں کو

سوار جاتے ہوئے ہیں نے ہی دیکھے اُنہوں نے باور نہ کر کے میرے ایک ہلکا سا طپا پنچہ مارا کہ اب جھوٹی قسمیں بھی کھاتا ہے - الغرض اسی عرصہ میں میرے جد بزرگوار بھی تشویش کی حالت میں تشریف لائے اور اُنہوں نے فرمایا کہ (عزیز) یعنی میرے چچا کو بتایا کہ وہ باہر شہر کے کچہری میں ہیں اور شہر میں غدر ہوگیا - سُنا ہے کہ میرٹھ کی فوج کے کچھ سپاہی باغی ہو کر یہاں آگئے ہیں اور قتل و غارت گری ہو رہی ہے - راستہ آمد و رفت شہر کے آنے جانے کے بند ہیں - اسی عرصہ میں بحکم صاحب مجسٹریٹ بہادر ضلع ڈھنڈھورا پٹا یعنی منادی ہوئی کہ سب لوگ دکانیں کھولیں چند باغی میرٹھ سے آئے ہیں اُن کا انتظام ہو جائیگا اس کے دس یا پندرہ منٹ کے بعد میرے چچا کچہری سے پالکی میں تشریف لائے تو اُنہوں نے بیان فرمایا کہ کچہری میں جب خبر بلوائیوں کی ہوئی تو مفتی صدر الدین صاحب آرزو تخلص جو اسوقت بعہدہ صدر الصدوری ممتاز تھے فوراً اپنا اجلاس برخاست کر کے چلے گئے وکلاء نے مسٹر لباس صاحب بہادر جج سے اس خبر کو کہا وہ انفصال مقدمات میں مصروف تھے اُنہوں نے بھی اجلاس برخاست کیا اور سب وکلاء و عمال روانہ ہوئے وہ پالکی تھی کہ جب شہر پناہ کی کشمیری دروازہ پر آئے تو وہاں کواڑ بند تھے اور تلنگے فوج سرکاری کے پہرے پر تھے وہ کواڑ نہیں کھولتے تھے - کہتے تھے کہ باغی گھس آئینگے ہم نے بہت منت سماجت کی کہ ہم (بقیہ نوٹ صفحہ آئندہ)

قبل غدر زخمی کیا تھا - اور دو برس تک مفرور رہا تھا - آخر مسٹر ایڈوارڈس صاحب مجسٹریٹ ضلع کی کوشش سے گرفتار ہوا اور مقید بہ حبس دوام ہوکر ضلع مراد آباد کے جیلخانہ کو بھیجا گیا تھا ہنوز عبور دریائے شور نہوا تھا کہ جیلخانہ مراد آباد کے ٹوٹنے سے بدایوں کی طرف بھاگ آیا - یہ خبر

کچہری کے ملازم و کلا ہیں ہمکو جانے دو لیکن وہ کب سنتے تھے اتفاقاً مسٹر لباس صاحب جج بہادر اپنی بگھی بھگائے ہوئے پریشان حالت میں اُس طرف سے گذرے اور اُنہوں نے کواڑ کھلوا کر اندر شہر کے کرادیا - پھر صاحب بہادر اپنی اور ایک میم کی جان بچاکر علی پور کی راہ چلے گئے بعنایت الٰہی صحیح و سلامت بچ گئے اگر وہ شہر میں آتے تو ضرور مارے جاتے یہاں تک میرے چچا صاحب نے قصہ اپنے شہر میں آنے کا کہا کہ اب شہر میں لوٹ مار کا بازار گرم ہوگیا اور بازار بالکل بند ہوا بلوائی اور اُن کے ساتھ شہر کے چند اوباش اکٹھے ہوگئے اور انگریزوں کی تلاش جا بجا شروع ہوئی اور شہر کی لالٹینیں جو کھمبوں میں لگی تھیں وہ توڑنا شروع کردیں اور لکڑیاں اُکھاڑ ڈالیں کہ یہ بھی انگریزوں کی بنائی ہیں پھر اُسی روز قریب سہ پہر کے کیا دیکھتا ہوں کہ ایک ہاتھی پہ مرزا ابوبکر شاہزادہ کم عمر کو باغیوں نے سوار کرا کے اور ایک منادی نواز آگے آگے یہ منادی کرتا ہوا کہ ملک بادشاہ کا حکم بادشاہ کا کہ اب سرکار کمپنی کی عملداری گئی کوئی دکاندار دکان بند نہ کرے اور دکانیں کھولے ورنہ سزا ہوگی خدا کی شان کا ایک نمونہ نظر آیا ایک دن میں دو ڈھنڈورے چند گھنٹوں کے اندر دو حکمرانوں کے نام سے ہمنے پٹتے ہوئے دیکھے کیا انقلاب ایک دم میں ہوگیا - اب یہ سُنا کہ صاحب کمشنر بہادر مارے گئے باوجودیکہ انکی اردلی میں چند سوار (بقیہ نوٹ بصفحۂ آئندہ)

سنکر مجسٹریٹ ضلع بدایوں نے اپنی حفاظت کا بندوبست کیا۔ مگر کسی پولیسمین پر اُن کو اطمینان نہ تھا۔ نہ یہ وقت اطمینان کا تھا۔ ضلع کے مغربی حصہ میں عام طور پر خلاف ورزی قانون شروع ہوئی اور لوٹ مار ہونے لگی۔ دو زمیندار پرگنہ اسہپور کے جو قوم کے ٹھاکر تھے۔ موضع پتر یا میں اہیروں کے ہاتھ سے

نواب جھجر کے اُن کی سواری کے وقت اکثر ہوتے تھے اُسوقت بھی تھے لیکن ان نمک حراموں نے کچھ نہ کیا دو باغی سوار صاحب بہادر کی بگھی کے پیچھے گھوڑا دوڑا کر بہ ارادہ قتل متعاقب ہوئے صاحب بہادر نے ایک سوار اردلی کی بندوق لیکر فیر کی ایک سوار گولی کھا کر گر گیا دوسری بندوق صاحب کو بھری ہوئی اُن کے سوار اردلی نے نہیں دی اُنہوں نے اپنی بگھی بھگائی قلعہ کے نزدیک آ کر اُتر کر قلعہ کے اندر گئے اور پوربیہ سپاہیوں نے جو گارد فوج کا تعینات رہتا تھا اُن سے کہا کہ دروازہ قلعہ کا بند کرو باغی آتا ہے اُس نے دروازہ بند نہیں کیا صاحب بہادر قلعہ دار انگریز کے پاس جو قلعہ کے دروازہ پر رہتا تھا اوپر چڑھکر چلے گئے سنا ہے کہ وہ سوار قلعہ کے دروازہ پر آکر اُترا اور شاید اور بھی اُسکے ساتھی اُس کے اوپر چڑھ گئے اور صاحب بہادر اور قلعہ دار کے بال بچوں کو اُن بیرحموں نے قتل کیا۔ اب جا بجا قتل شروع ہو گیا لوگوں نے اپنے اپنے دروازے بند کر لیئے اور اپنی حفاظت کے لیئے گھروں میں بیٹھے پھر قریب شام کے ایک بہت بڑی آواز مہیب ہوئی اور سیاہ گرد آسمان پر چھا گئی لوگ حیران تھے کہ یہ کیا آفت آئی معلوم ہوا کہ میگزین سرکاری اُڑ گیا ایک جوانمرد انگریز اُس میگزین کے اندر محبوس ہو گیا تھا۔ اُس نے دیکھا کہ میری جانبری کی کوئی صورت نہیں ہے۔ تب اُس نے (بقیہ نوٹ بصفحہ آیندہ)

مارے گئے۔ تیسرے شخص مسلمان مسمیٰ یوسف خاں کو راجپوتوں نے
تھانہ بناور میں قتل کر دیا۔ ۲۵ رمئی ۱۸۵۸ء کو مسلمانوں کی عید الفطر کا روز
تھا اُس دن مجسٹریٹ ضلع کو یہ غلط اطلاع کسی نہ کسی طرح پہونچی کہ یہاں کے
اہل اسلام بعد نماز عید بلوہ کرینگے۔ صاحب مجسٹریٹ نے یہ خبر سُنکر

میگزین میں آگ دیدی اور اپنے کو ہلاک کیا اور جو باغی اُس کے نزدیک تھے وہ اور بہت
سے تماشائی اور اشخاص راہ گیر بھی اُڑ گئے بلکہ گرد ونواح کے مکانات کو اُس میگزین کے
اُڑنے سے صدمہ پہونچا۔ الغرض وہ دن اور رات جس مصیبت سے گذری کچھ بیان نہیں
ہوسکتا ہے۔ اب گویا بالکل عملداری سرکار کمپنی بہادر کی شہر سے اُٹھ گئی دوسرا دن ہوا
تو باغیوں کو انگریزوں کی تلاش درپیش ہوئی شہر میں جو ملازم یا خیر طلب سرکار تھے
یا جن لوگوں کے نام مخبروں نے لیئے کہ اس کے گھر میں کوئی یورپین مرد یا عورت یا
بچہ یا عیسائی ہے اُس کے گھر پر دوڑ آتے اور خانہ تلاشی اور لوٹ شروع ہو گئی ہمارے
دادا اور چچا پر بھی ایک آفت دوسرے روز آئی اور وہ یہ تھی کہ چھوٹی بیگم جس کا ذکر ہم
اوپر کر چکے ہیں ہمارے دیوانخانہ میں عرصہ دراز سے کرایہ پر رہتی تھی اُسکے قتل اور لوٹ
کیلیئے باغی آئے اور دادا صاحب اور چچا صاحب سے کہا کہ تمنے انگریزوں کو چھپایا ہے
اور تمہارے اس دیوان خانے میں جو انگریز آ رہے اُسکو بتاؤ ان سے کہا کہ وہ تو مسلمان ہے
اور اپنے لڑکوں سے علیحدہ رہتے ہوئے مدت ہوئی وہ اپنی جان کے خوف سے
کل کے دن سے بیچاری کہیں چلی گئی ہے اور اُس کے نوکر چاکر بھی بھاگ گئے اسباب
اور لڑکا اور دو ملازم باہر اور ہمارے پاس کوئی نہیں ہے (بقیہ نوٹ لیبقہ آئندہ)

مشاہیر مسلمانوں کو اپنے بنگلہ پر طلب کیا اُن کا مشورہ شہر میں امن قایم رکھنے کی بابت لیا۔ اور اُن کو اُسوقت تک بنگلہ سے جانے نہ دیا جبتک کہ عید کی نماز کا وقت نہ گذر گیا۔ اُن میں سے بعض اشخاص کو یہ امر ناگوار گذرا کہ ہمکو نماز عید ادا نہیں کرنے دی۔ اسبات پر عام جماعت میں ایک سخت شورش

وہ حرامزادے کب مانتے تھے پھر سب محلہ والے اور دیگر محلوں کے عمائد لوگ دادا صاحب کے کہنے سے جمع ہو گئے اور ان مفسدوں میں بعض اہل شہر بھی ایسے تھے جو ہماری خاندانی حالت اور ہمارے دادا صاحب مرحوم سے واقف تھے بعض اُن کے ملازم رہے تھے۔ تب سب مجمع نے بالاتفاق شہادت دی کہ وہ بیگم مسلمان ہے اُس کے اسباب کو نہ لوٹو اور ان مالکان مکان سے کچھ باز پرس نہ کرو۔ بارے خدا خدا کر کے ہمارے بزرگوں اور عزت دار عورات کی جان و مال کو ان ظالموں کے ہاتھ سے نجات ملی۔

اب جابجا سے فوجیں جو باغی ہو گئیں تھیں دہلی میں آنی شروع ہو گئیں۔ قریب پچاس ہزار سپاہ پیدل و سوار شہر دہلی کے اندر و باہر جمع ہو گئے اور انگریز لوگ کچھ روزوں کالی پہاڑی پر جو شہر کی جانب غرب و گوشہ شمال ہے اور کشمیری دروازہ و لاہوری دروازہ سے بہت فاصلہ نہیں ہے اپنا لشکر جمع کر کے مقابلہ کو مورچہ قایم کر کے مستعد جنگ ہوئے ہر روز صبح سے فوج مقابلہ کو شہر سے جایا کرتی تھی اور پہاڑی پر سے فوج انگریزی اُتر کر مقابلہ ہوا کرتا تھا اور دونوں جانب سے آدمی قتل ہوتے تھے انگریزی فوج نے چند مورچہ پہاڑی پر توپوں کے قایم کیئے تھے اور شہر کی فصیل پر کشمیری دروازہ و لاہوری دروازہ وغیرہ پر اور دمدمہ برج پر فوج باغی نے توپوں کو لگایا تھا تمام رات ہر دو جانب سے گولہ باری ہوتی تھی (بقیہ نوٹ بصفحہ آیندہ)

اندر بے ہمی پیدا ہوگئی مگر عائد مسلمانوں نے عوام کی اس بے ہمی کو فرو کردیا اور
کسی قسم کا ہنگامہ نہ ہونے دیا۔ مجسٹریٹ ضلع کو اس امر کی نہایت فکر تھی کہ
ایسا نہ ہو شہر میں بلوائی بلوہ کریں اور خزانہ لوٹ لیں۔ خزانہ کی حفاظت پر
گارڈ فوج دیسی پلٹن نمبر ۲۸ بریلی کا متعین تھا مگر وہ بزدل تھا اور انپر کوئی

شہر کے اندر کے مکانات جو پہاڑی کے قریب واقع تھے وہ سب شکستہ ہو گئی تھی اور بازاروں
اور گلیوں میں جب بم کے گولے پھٹ کر اور ٹکڑے ہو کر گرتے تھے تو اکثر اشخاص زخمی ہوتے
تھے چنانچہ ایک روز قریب نماز مغرب کے اس بالاخانہ پر جسکا میں اوپر ذکر کرچکا ہوں ایک
گولہ بم کا آکر پھٹا میں بھاگ کر مع اپنے چچا صاحب کے اندر چلا گیا اور میرے اُستاد مولوی
مختار حسین صاحب بدحواسی میں چارپائی کے نیچے جو صحن میں پڑی تھی چھپے اس حرکت پر انکی
سب لوگ ہنستے رہے کہ چارپائی اُن کو کیا پناہ دے سکتی تھی اگر گولہ یا کوئی ٹکڑہ گرتا۔ بارے
خیر گذری کہ وہ بچ گئے اور ایک ٹکڑا گولہ کا ہمارے ایک دوسرے مکان میں ایک تیلی
رعایا رہتا تھا اُس کے گھٹنے کے پاؤں میں لگا فوراً پاؤں ٹوٹ گیا۔ چار مہینہ تک یہ حال تھا
کہ شہر کے اندر کوئی فرد بشر اطمینان سے نہیں رہتا تھا ہر وقت ملک الموت کا سامنا تھا مکان
میں روئی کے لحاف گودڑیاں پانی میں تر کرکے رکھی رہتی تھیں۔ جسوقت گولے قلعہ شکن آکر
گرتے فوراً اُنپر یا پچھے ہاتھ تر ڈالدیئے جاتے تھے تاکہ وہ سرد ہوکر اُسی جگہ رہجائیں۔ الغرض
چار مہینہ کوئی دن اہالیان شہر پر بہت سختی سے گذرے۔ ۱۱ مئی ۱۸۵۸ء کو دس یا
پندرہ روز بعد ایک اور واقعہ پیش آیا۔ حکیم محمد احسن اللہ خاں وزیر ابوظفر بادشاہ
پر تلنگوں کو شبہ اس امر کا ہوا کہ یہ انگریزوں سے ملے ہوئے ہیں۔ (بقیہ نوٹ بصفحہ آئندہ)

زیادہ اعتماد مجسٹریٹ ضلع کو نہ تھا۔ الغرض ۲۵ مئی ۱۸۵۷ء سے ۲۷ مئی تک دو روز ایسی نازک حالت میں گذرے - تیسرے روز شام کو مسٹر فلپ صاحب مجسٹریٹ ضلع ایٹہ جو اپنے ضلع کا ہنگامہ فرو کرنے کے لیئے بریلی کو فوجی امداد لینے کی غرض سے جارہے تھے راستہ میں بدایوں ٹھہرے

دفعتاً فوج باغیوں کی اُن کے مکان پر چڑھ آئی حکیم صاحب اُس سے پہلے قلعہ کو جا چکے تھے - اُن کے محلسرا جو دہلی میں ایک اعلےٰ درجہ کا مکان تھا اور عمدہ اسباب فرش وغیرہ سے آراستہ اُس میں تلنگوں نے اپنی رہائش کی - ہمارے دوست خاں صاحب حکیم ظہیر الدین صاحب نے جو راقم کے ہم عمر ہیں بہ ہیبت عوام کے مستورات کو مکان زنانخانہ سے بالاخانہ کی راہ سے ہمسایوں کے مکان میں اتار دیا اور خود بھی چلے گئے - حکیم غلام نجف خان صاحب پدر حکیم ظہیر الدین صاحب موصوف کے بہنوئی تھے بھیمہ صاحب باہر دیوانخانہ میں حکیم صاحب کے رہتے تھے - اور ہمارے خاندان کے ایک معمر شیخ صاحب بھی وہیں مقیم تھے جب بلوائی اندر مکانات حکیم صاحب کے آئے اُن کی ہمراہی میں شہر کے لوٹیرے بھی تھے اُسوقت ایک لوٹیرے نے ان سے یہ کہا کہ اگر تلنگوں کو یہ معلوم ہوا کہ تم حکیم صاحب کے رشتہ دار ہو فوراً قتل کر ڈالیں گے - بہتر یہ ہے کہ ہم لوگوں کے ساتھ میں تم بھی کچھ اسباب مثل حقہ وغیرہ کے ہاتھ میں لیلو تاکہ تلنگے تمکو ہمارا ساتھی سمجھیں - چنانچہ ان لوگوں نے ایسا ہی کیا کسی نے قالین بغل میں دبایا اور کسی نے حقہ ہاتھ میں لیا اور پھاٹک سے باہر نکل آئے - اب تلنگوں نے تمام اثاث البیت حکیم صاحب کا لوٹ لیا اور تمام شیشہ آلات کو توڑ ڈالا اور مکانات کو برباد کیا - حکیم صاحب کی جان بسفارش (بقیہ نوٹ صفحہ آیندہ)

اور تنہا مجسٹریٹ ضلع بدایوں کے بنگلہ پر آئے اُنکو بھی بدایوں کی کیفیت
دیکھکر نہایت مایوسی ہوئی وہاں سے اُنہوں نے ایک چٹھی کمشنر بریلی کو
لکھی - کمشنر بریلی نے یہ جواب دیا کہ ہم بدایوں اور نواح بلسی کے بلوہ فرو
کرنے کے واسطے ایک دیسی فوج انگریزی افسر کی ماتحتی میں بھیجتے ہیں

ابوظفر شاہ کے بچی اب لڑائی کا عجب انداز تھا صبح کے وقت سے فوجیں شہر کے اندر سے
لاہوری دروازہ اور کشمیری دروازہ کے باہر جاتیں اور دن بھر باڑھ بندوقوں کی جانبین
سے چلتی اور شام کو پھر فوج واپس آتی ایک مرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ ایک شخص
مرزا اختار بیگ نامی جو کوچہ رودگران میں رہتے تھے اور ہمارے چچا صاحب کے بہت دوستوں
میں تھے وہ اور چند اور لوگ لاہوری دروازہ کے متصل ایک مکان جو اُن کے دوست کا
تھا اور اُس مکان پر سے میدان لڑائی کا نظر آتا تھا تماشا دیکھنے جانے تھے - میں بھی
اُن کے ساتھ ہولیا - ہرچند وہ مجھکو بھگاتے رہے مگر میں نے اُن کا پیچھا نہ چھوڑا - آخرش
وہ اپنے دوست کے مکان کی چھت پر جو شہرپناہ سے ملی ہوئی تھی چڑھکر تماشا لڑائی کا
دیکھنے گئے وہاں فصیل شہرپناہ کی روزنوں سے ایک عجیب ہنگامہ جنگ نظر آتا تھا - اتفاقاً اُس روز
نصیر آباد کی چھاؤنی کی پلٹن نمک حرام جو باغی ہوکر آئی تھی اور نہایت جنگجو مشہور تھی مقابلہ
کے لیئے پہاڑی کی طرف چلی - فوج انگریزی پہاڑی پر نظر آتی تھی ہر چہار طرف پہاڑی کے
ایک نہر دریا سے کاٹ کر انگریزوں نے نکالی تھی تاکہ غنیم اس طرف دفعتاً نہ آسکے - البتہ
ایک راستہ اپنی فوج کی آمدرفت کے لیئے ایک جانب رکھا تھا اور اس طرف مورچہ مستحکم
تھے شہر سے جو پلٹن کے سوار دروازہ سے باہر نکلتے اُنپر صدہا گولے (بقیہ نوٹ بصفحہ آیندہ)

اس خبر سے دونوں صاحب بہت خوش ہوئے تھوڑے عرصہ میں اُنکی خوشی مفقود ہوگئی کیونکہ یکم جون ۱۸۵۷ء کو جبکہ فوج کی آمد کی امید تھی یہ خبر بریلی سے ہردو صاحبان کو ملی کہ وہاں کی فوج نے بغاوت اختیار کی اور کچھ انگریز مارے گئے کچھ جان بچاکر نکل گئے - اب باغی بدایوں کی طرف بڑھ رہے ہیں ہردو

توپ سکھ پہاڑ کی جانب سے آکر گرتے فوج غنیم پسپا ہوکر بہین ویسار کو بھاگ جاتی اور خالی بند وقوں کی باڑہ پہاڑی کی جانب کو فیر کرتی - لیکن نصیر آباد کی پلٹن کا صوبہ دار بہت جری اور بہادر شخص تہا اور قواعد جنگ سے خوب واقف تھا - جسوقت شہر پناہ سے وہ فوج لیکر باہر نکلا تو اُسپر گولہ باری ہوئی مگر اُسکا قدم برابر سڑک کے ادہر اُدہر نہ ہوا اور سیدہا پہاڑ کی جانب چلا گیا اور اُس کی فوج برابر اُسکے پیچھے قدم بقدم جاتی تہی اور جو سپاہی مرتا تھا یا زخمی ہوتا تہا اُس کو پیچھے سے ادر فوج والے ڈولیوں میں ڈالکر شہر کے اندر لاتے تھے اور سقوں کی قطار بہی پکہالوں میں پانی لئے پیچھے پیچھے فوج کے جاتی تہی - الغرض وہ دامن کوہ کے نیچے تک پہونچ گیا تو اب زد گولے سے اُسکی فوج محفوظ رہی کیونکہ گولہ آگے بڑھکر گرتا تہا وہاں اُس نے اپنی پلٹن کے دو حصے کیئے اور بگل بجایا - نصف حصہ اُس کی پلٹن کا جانب جنوب بھاگتا ہوا چلا گیا - لوگوں نے یہ خیال کیا کہ شکست فاش ہوئی اور نصف فوج کا مقابل کھڑا رہا - جو نصف حصہ بھاگ کر جانب جنوب گیا تہا وہ دفعتًا زمین میں گرا اور اپنے آپ کو چھپایا - اب فوج گورہ اور سکھ سرکار کی پہاڑی پر سے اُترے اور لگا دونوں جانب سے ایک ایک باڑہ بندوقوں کی سر ہوئی آپس میں فریقین کے کچھ آدمی مارے گئے - پھر دفعتًا تلنگوں کا وہ حصہ فوج جو لڑ رہا تہا وہ جنوب کی جانب کو ہٹنا (بقیہ نوٹ بصفحہ آئندہ)

مجسٹریٹ صاحبان کو یہ تشویش ہوئی کہ اب کیا کرنا چاہیئے۔ مسٹر فلپ صاحب
فوراً اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر اپنے ضلع کی جانب جنوب یعنی گنگا کنارے کی
طرف کو کوچ کر گئے اسوقت تک راستہ بند نہ تھا۔ مسٹر ایڈوارڈس صاحب
مجسٹریٹ بدایوں۔ بدایوں میں مع اشخاص ذیل کے یعنی مسٹر ڈونلڈ صاحب

شروع ہوا اور متفرق بندوقوں کی آوازیں ہٹنے میں کرنے جاتے تھے فوج سرکار بڑہتی جاتی
تھی اور اُن کو دباتی تھی جب یہ لڑنے والے اپنے اُس حصہ فوج کے قریب پہونچے جو گھات میں
بیٹھا ہوا تھا تب اُس پلٹن کے صوبہ دار نے ایک بگل بجوایا کہ جس سے اُسکا وہ حصہ فوج جو
مقابل میں لڑتا ہوا ہٹتا آتا تھا اک بارگی یمین و یسار کو ہٹا چونکہ فوج انگریزی سامنے تھی وہ حصہ
فوج تازہ دم تھا اُس نے ٹکڑے ہو کر ایک باڑہ بندوقوں کی چلائی اسمیں فوج سرکاری کا
نقصان زیادہ ہوا مگر وہ اپنی جگہ پر قایم رہے اور مدد پہاڑی سے اُن کو آگئی اب لڑائی
اُس روز کی ختم ہوئی اور دونوں طرف کی فوجیں اپنے اپنے مرکز اصلی پر واپس گئیں یہ قواعد
دان فوج سرکار انگریزی کی نہایت عمدہ تھی لیکن ان نمک حراموں نے اپنے محسنوں پر
اُس داؤ کو جو انہیں سے سیکھا تھا چلایا بقول شیخ سعدی علیہ الرحمۃ ؎

کس نیاموخت علم تیر از من + کہ مرا عاقبت نشانہ نکرد

اب شہر میں یہ کیفیت ہوئی کہ اگر اس عرصہ میں کوئی ہندو یا مسلمان مرتا تو اُس کو باہر شہر کے لیجانا مشکل
تھا۔ تلنگوں کو یہ بدگمانی تھی کہ شہر والے پہاڑی پر رسد جنازہ یا ارتھی بنا کر پہونچاتے
ہیں۔ جو مردہ شہر سے باہر لیجاتے اُسکا منہ کھولکر دیکھ لیتے تھے۔ اتفاقاً ہمارے ہاں ایک
اصیل جسکا نام مالا بتو تھا اُن کو بھی اسی زمانہ میں پیام اجل آیا وہ ایک لڑکی [illegible] (بقیہ لوٹ بصفحہ آیندہ)

اور اُن کا لاٹ کا جو نیل کی تجارت ضلع بدایوں میں کرتے تھے اور مسٹر گبسن صاحب
گرد اور پرمسٹ جو چند روز سے کسی کام کو بدایوں آئے تھے اور آکر مصیبت میں
پھنس گئے تھے اور مسٹر اسٹوارٹ سر دفتر کلکٹری بدایوں معہ اپنی بی بی اور
بچوں کے صاحب مجسٹریٹ کے بنگلہ پر موجود تھے یکم جون ۱۸۵۷ء کو مسٹر ایڈورڈس
نے اپنے ان مہانوں کو علیحدہ کمرہ میں اکٹھا کیا اور اپنی حفاظت جان کے واسطے
ملکر سب نے دعا کی۔ ہر چند صاحب بہادر نے مسٹر اسٹوارٹ صاحب اور مسٹر
گبسن صاحب اور ڈونلڈ صاحب نے بہت کہا اور سمجھایا کہ تم لوگ مجھکو چھوڑکر بہاڑ کی
راہ لو ابھی موقع ہے۔ اکٹھے ہوکر رہنے میں نہایت خطرہ ہے میں اپنے ضلع
کو چھوڑکر نہیں جا سکتا ہوں۔ تم لوگوں کو کیا ضرورت ہے جو میرے ساتھ رہکر
اپنی جان کو خطرہ میں ڈالتے ہو۔ اور میرا فرض منصبی اپنے ضلع کو چھوڑنے کا
نہیں ہے کیونکہ میں ذمہ دار ہوں۔ لیکن وہ لوگ مسٹر ایڈورڈس کا پیچھا
نہیں چھوڑتے تھے اور سمجھتے تھے کہ یہاں سے زیادہ اور کہیں امن کی صورت
نہیں ہے۔ اُسی روز مجسٹریٹ کو یہ خبر ملی کہ بریلی سے باغیوں کی جماعت
آتی ہے۔ چار بجے شام تک گارڈ کا افسر صلاحیت خزانہ کی رپورٹ کرچکا کو

بڑھی عورت تھی ہمارے قبرستان موروثی جہاں ہمارے جد دفن ہیں حضرت محبوب الٰہی میں
ہیں۔ چونکہ وہاں سے فاصلہ بعید تھا اسواسطے قدم شریف کے حظیرہ میں اول ماما کا دفن کرنا
تجویز کیا گیا اُن کا جنازہ لیکر فراش خانہ کی کھڑکی سے جب لوگ باہر ہوئے
تو قدم شریف کے میدان میں پہاڑی پر سے جسوقت فوج انگریزی نے (بقیہ نوٹ صفحہ آیندہ)

مجسٹریٹ کے پاس آیا۔ مجسٹریٹ نے اُس سے علیحدہ لیجا کر پوچھا کہ سچ بتاؤ کیا حال ہے۔ اُس نے قسم کھا کر کہا کہ بریلی کے بلوہ کی خبر ہمارے کسی سپاہی کو نہیں ہے۔ مگر شہر کی نازک حالت دیکھکر ہمارے جوان ڈر رہے ہیں اُس نے صاحب سے یہ منت کی کہ آپ چلکر گارڈ والوں کے پاس رہئے تاکہ اُن کو اطمینان ہو۔ اولاً صاحب مجسٹریٹ بہادر کو اُس کی قسموں پر یقین ہوا کہ یہ سچا آدمی ہے اور اُنھوں نے اُس کو جواب دیا کہ تم چلو میں پیچھے سے آتا ہوں۔ اپنی بگھی منگوائی اور قریب تھا کہ وہ سوار ہوکر روانہ ہوں لیکن وزیر سنگھ اردلی جو بڑا خیر طلب تھا اور قوم کا سکھ تھا اور عیسائی ہوگیا تھا مانع ہوا اُس نے کہا کہ یہ افسر گارڈ دغا باز ہے آپ کو دھوکہ سے بلا گیا ہے۔ آپ ہرگز نہ جائیے۔ صاحب نے اُس کی نصیحت مان لی اور بگھی واپس کی۔ خدا نے اُن کی جان اس موقع پر بچائی۔ ۲ / جون کو صبح کے چار بجے یہ خبر ملی کہ اب باغی بریلی سے قریب بداؤں کے آگئے اور خزانہ کے گارد نے کھلم کھلا بغاوت شروع کردی اور خزانہ لٹنے لگا اور جیلخانہ توڑ ڈالا گیا مار پیٹ شروع ہوگئی پولیس والے وردی پھینک پھینک کر بھاگ گئے۔ اسوقت صاحب مجسٹریٹ بہادر ایک بابو پر جو اُن کی میم صاحبہ کا تھا

دیکھا کہ کچھ آدمی اکٹھے جاتے ہیں توپ کا منہ اُس طرف کو پھیر کر گولے برسانا شروع کیے مگر خدا حافظ تھا کسی کے گولی یا گولا نہ لگا اور اُن ماما کو دفن کرکے سب لوگ واپس آئے۔ اب یہاں تلنگوں نے بادشاہ ابو ظفر کو مغل کا گذشتہ پتلے کے بر خلاف نام حکمران بنا رکھا تھا۔
بخت خاں بریلی سے فوج لیکر دہلی میں آگیا تھا چونکہ اُس کے ساتھ (بقیہ نوٹ صفحہ آئندہ پر)

اور نہایت تیز رفتار تھا سوار ہوئے اور مسٹر ڈونلڈ اور کپتن صاحب بھی اُنکے پیچھے ہوئے - یہ ارادہ کیا کہ مراد آباد کی سڑک پر ہو کر پہاڑوں پر چلے جائیں - لیکن وہ سڑک مفسدوں کے مجمع سے گھری ہوئی تھی - تب صاحب راستہ کتر اکر شیخوپور کے راستہ کو چلے - وہاں اثنا راہ میں اُن کو شیخ محمد شرف الدین رئیس و زمیندار شیخوپور ملے - اور مسٹر ایڈوارڈس مع اپنے ہمراہیوں کے شیخ صاحب کے ساتھ ہو کر شیخوپور پہونچے - شیخ صاحب موصوف نے مجسٹریٹ صاحب بہادر سے یہ کہا کہ میں صرف آپ کو تنہا پناہ دے سکتا ہوں اور کسیکو نہیں - لیکن صاحب کی حمیت قومی نے یہ گوارا نہ کیا کہ صرف اپنی جان بچائیں اور اپنے بھائیوں کو ہلاکت میں چھوڑ دیں - غرض سب صاحب لوگ شیخوپور پہونچے - صاحب کا بنگلہ اور دیگر بنگلہ جات بدیالوں میں باغیوں نے جلا دیئے اور لوٹ لیئے - ان حالات کو مسٹر ایڈوارڈس صاحب نے اپنے روزنامچہ میں جسکا اُردو ترجمہ شمس العلماء مولوی نذیر احمد صاحب نے کیا ہے اور مصائب غدر کے نام سے نولکشور پریس میں چھپا ہے بتفصیل لکھا ہے -

جب صاحب موصوف شیخوپور پہونچے تو شیخ حمید الدین برادر عم زاد شیخ شرف الدین نے

جمعیت کثیر تھی اُسکا کہنا سب باغیوں میں زیادہ چلتا تھا - کیا خوب فغاں دہلی میں ایک شاعر نے لکھا ہے -

اہل دہلی نہ کریں بخت کا شکوہ کیونکر ؎ بخت خاں جی جو ہوئے باج ستاں دہلی میں

اب اس کمبخت نے روپیہ کی تحصیل کی یہ صورت نکالی کہ جو لوگ ملازم سرکار انگلشیہ تھے یا وکیل تھے

(بقیہ نوٹ بصفحہ آئندہ)

اُن کو یہ رائے دی کہ آپ لوگوں کا یہاں مقیم رہنا مناسب نہیں ہے کیونکہ باغی شہر سے خبر پاکر فوراً شیخوپور پر حملہ کرینگے اور ہم کچھ حفاظت اپنی اور آپ کی نہ کر سکیں گے۔

الغرض صاحب مجسٹریٹ کو شیخ شرف الدین اپنے ساتھ لیکر اپنے موضع لکوڑہ کو جو شیخوپور سے قریب چار کوس کے جانب جنوب گنگا کے کنارہ پر ہے لیگئے۔ اس کی تھوڑی دیر بعد رسالہ کے باغی شیخوپور کے راستہ پر اور شیخوپور پہونچ گئے۔ لیکن وہاں اُن لوگوں کو مجسٹریٹ صاحب نہ ملے۔ اگرچہ شیخ حمید الدین کے کہنے سے صاحب کو ملال ہوا تھا کہ ہمکو اپنے گھر سے نکالتے ہیں لیکن بعد کو صاحب کو پورا یقین ہو گیا کہ اُس بڈھے شیخ کی رائے صائب تھی مسٹر اسٹوارٹ اور اُن کے بچوں کو صاحب نے راستہ میں چھوڑ دیا تھا کیونکہ اُن کے پاس صرف ایک بگھی تھی جو سڑک خام پر نہیں چل سکتی تھی وہ کھیتوں میں چھپ رہنے کے سوا اور کوئی تدبیر نہ کر سکے وزیر سنگھ اور سلطان محمود خاں جو ملازم سرکاری تھے اور آخر تک نمک حلال رہے وہ صاحب کے ساتھ تھے۔ پھر لکوڑہ سے وہ گنگا پار ہٹیالی وغیرہ کو چلے گئے۔

باقبال وہاجن۔ اُن لوگوں سے تاوان لیا جاوے اس معاملہ میں ہمارے چچا مرحوم ہی کئی مرتبہ قلعہ میں بلائے گئے اور بطور نظر بندوں کے ڈبائے گئے اُن سے اولاً ایک ہزار روپیہ طلب کیے گئے پھر پانچسو روپیہ مانگے گئے اُسوقت سب اہل والدین کو تشویش تھی کہ روپیہ پانچسو نہیں ہے کیونکہ مفلسی ہو گئی۔ مرزا اسد اللہ خاں غالب مرحوم نے ایک رقعہ فارسی میں عم مرحوم کے مرزا خضر

(بقیہ نوٹ بصفحہ آیندہ)

اب ہم یہ کہنا چاہتے ہیں کہ اگر شہر بدایوں کے مسلمانوں کی نسبت یہ خیال کیا جائے کہ انہوں نے بغاوت میں کوئی حصہ لیا تو یہ غلط ہے جیسا کہ اس امر سے ثابت ہے کہ باوجود اسکے کہ بعد رمضان المبارک کے عید الفطر کی نماز مسلمانوں کے مذہب میں واجب ہے لیکن اپنے مجسٹریٹ ضلع کے کہنے سے عمائد مسلمانان شہر نے تا وقتیکہ صاحب اجازت نہ دیں اُن کے بنگلے پر اپنے آپ کو حاضر رکھا اور نماز کو نہ گئے اور اُنکی حفاظت کے واسطے مستعد کرتے رہے اور پھر جبتک باغی بدایوں میں بریلی سے نہ آگئے کسی قسم کا بلوہ شہر بدایوں میں نہیں ہوا اور بلوائیوں کو صاحب کے بنگلہ پر جانے سے باز رکھا ورنہ کئی روز تک جو صاحب مجسٹریٹ تنہا اپنے بنگلہ میں رہے۔ اگر شہر والوں کا ارادہ بد ہوتا تو اُن کو نقصان پہونچانے کا بہت موقع تھا۔

ہماری اس رائے کی تائید خود روزنامچہ صاحب مجسٹریٹ بہادر سے ہوتی ہے وہ یہ مسلمانوں نے صاحب مجسٹریٹ کے ساتھ نہایت ہمدردی کی اور مسلمانوں کا

سلطان شہزادہ کو کہ جو خلف ابوظفر شاہ کے تھے اور مرزا غالب کے شاگردوں میں تھے اس مضمون سے لکھا کہ میں آپ سے یقیناً کہتا ہوں کہ یہ سال بھر سے یہاں وکالت کرتے تھے ان کے پاس کچھ نہیں ہے نہ انہوں نے استفادہ وکالت میں پیدا کیا آپ ان کو معاف کرا دیجئے یہ حافظ ابو المویدخاں کے پوتے ہیں میرے شاگرد ہیں اور میں ان کو اپنا عزیز سمجھتا ہوں ۔ قصہ کوتاہ شہزادہ صاحب نے ہمارے چچا کو اس نظربندی سے نجات دلائی اور یہ بلا دینے کسی نادان کے گھر کو آئے ۔ اب یہ فکر درپیش تھی کہ بقول مرزا غالب (بقیہ نوٹ بصفحہ آئندہ)

ایک مشہور خاندان شیوخ فاروقی اُنکی جان بچانے کا باعث ہوا جیسا کہ اوپر ہم
لکھ چکے ہیں اور اہل ہنود شہر نے بھی کوئی بغاوت اختیار نہیں کی۔
عوام الناس جو قیدی کی حیثیت سے جیل خانجات بریلی بدایوں اور مراد آباد سے
چھوٹے تھے اور جو فوج سرکاری باغی ہو کر آئی تھی انہوں نے بنگلوں اور
خزانہ سرکاری کو لوٹا اور اس ضلع میں جو کچھ غدر کا اثر ہوا وہ زیادہ تر ناسی ضلع
کے آپس کے عناد کی وجہ سے ہوا۔ اور بعض اشخاص بوجہ رنج و عناد سابقہ
مرتکب نقصان ایک دوسرے کے ہوتے اور قوم اہیر و ٹھاکر وغیرہ سے بعض
لوگ جنگی جائداد مہاجنوں کے ہاتھ سے تلف ہوئیں تھیں باعث بدامنی
ضلع کے ہوتے۔ پھر جو لوگ چوری پیشہ اور ڈاکو تھے اُن کو بدانتظامی سے
نفع اٹھانے کا موقع ملا اس موقعہ پر ہم یہ مناسب سمجھتے ہیں کہ کچھ حالات
مسٹر ایڈورڈس مجسٹریٹ بہادر کے روزنامچہ سے درج کریں جس سے
یہ ظاہر ہوگا کہ بدایوں میں بغاوت کے کیا اسباب تھے۔ ہمکو صاحب بہادر

مرحوم عمر بیچ تو بیہودہ لیلیں رہیں اور ہم کہاں بھگے گیا۔ کیونکہ کوئی سرمایہ پاس نہیں رہا جو کچھ
تھا وہ اس بیکاری میں صرف ہوا۔ لیکن جو جو املاک باقی تھیں اُن کی آمدنی مسدود
کیونکہ وہ پہاڑی کی جانب واقع تھیں اور وہاں جانا محال تھا۔ وطن یعنی بدایوں سے روپیہ
کا منگانا بھی دشوار ہے ڈاک اور ہنڈی وغیرہ کا سلسلہ بند ہے خیال کیا گیا کہ بہتر ہوگا کہ
جو اس شہر پُر آشوب سے نکل جائیے اور اپنے وطن جو پہنچیں
اپنے ستی [illegible] موقعہ دہلی کو ہم اس حالت میں چھوڑ [illegible] (بقیہ نوٹ بصفحہ آئندہ)

کی ابتدا سے کلیتًا اتفاق ہے کہ ضلع بدایوں یا دیگر حصہ روہیلکھنڈ میں جو غدر ہوا وہ ابتداءً کسی مذہبی جوش یا کارتوس وغیرہ کے استعمال کا نتیجہ نہ تھا بلکہ صاحب ممدوح اس طرح تحریر فرماتے ہیں کہ -

جب نیل والے صاحب یعنی ڈونالڈ صاحب اور ان کا لڑکا مجھ سے آملے یہ لوگ پرگنہ اجھیانی میں رہتے تھے وہاں ان کو جان کا خوف ہوا اور بچاؤ کے لیئے یہاں چلے آئے گبسن صاحب گرداور پرمٹ نے بھی میرے گھر پناہ لی یہ بیچارے چند روز کے واسطے کسی کام کے لیئے اس ضلع میں آئے تھے آکر پھنس گئے اسی طرح سٹوارٹ صاحب میرے دفتر کے کرانی بھی اپنی بیوی اور بچوں کو لیکر میرے یہاں آرہے ان لوگوں کو یہ خیال تھا کہ میں ان کو بچا سکتا ہوں حالانکہ کئی انگریزوں کے اکٹھے ہو کر رہنے سے خواہ مخواہ لوگوں کو وہم ہوا اور ہمارے لیئے خطرہ زیادہ ہو گیا اور ساتھ ہی میری نقل و حرکت کو

فرنگیوں کو روز بروز لڑائی میں شکست فاش ہوتی تھی اور وہ بھاگتے نظر آتے تھے سرکار انگلشیہ کے فتح کے آثار نمایاں تھے - فوج سرکاری شہر پناہ کے نیچے تک آ چکی تھی ہمکو بدایوں جانے کے واسطے سواری کی تدبیر در پیش تھی کہ اتفاق سے ایک بہلی دہلی سے بلند شہر تک بتیس روپیہ کرایہ پر دستیاب ہوئی - ۱۳؍ستمبر ۱۸۵۷ء بوقت صبح مستورات اور ہم بچے اس میں سوار ہوئے اور ایک گھوڑی ساتھ میں تھی اسپر ہمارے دادا صاحب مرحوم سوار تھے ایک شخص حسین بخش نامی ساکن بدایوں جو مولوی محمد بخش صاحب و علی بخش صاحب کے ہمنام تھے (بقیہ نوٹ بصفحہ آئندہ)

رہ گیا ہوں تو مطمئن تھا کہ جبتک میں اکیلا ہوں اپنی امن کیلیئے تدبیر کر سکتا ہوں کیونکہ ضلع میں ایسے بہت لوگ میرے دوست تھے جو مجھکو پناہ دیسکتے تھے بلکہ یہ لوگ خود اسکے آرزو مند تھے لیکن بہت سے آدمیوں کو پناہ دیکر اپنی امن کو تذبذب میں ڈالدینا کسی طرح پسند نہیں کرتے خصوصاً اس سبب سے کہ ان میں بعض لوگوں نے ایسی زمینداریاں مول لی تھیں جو ہماری دیوانی عدالتوں کی ڈگریوں میں سختی کے ساتھ نیلام ہوئی تہیں اور اسی سبب سے ضلع کے لوگ ان سے عداوت رکھتے تھے پچھلے بارہ یا پندرہ برسوں میں ایسے نیلام بڑی کثرت سے ہوئے اور تحصیل مالگزاری کے ایسے طریقے جاری ہوئے کہ ملک کے رئیس لوگ برباد ہو گئے اور دیہات کے جتھے لوٹ گئے ہیں تو انہیں وہ باتوں کی طرف اپنے ضلع اور دیگر اضلاع ملحقہ کی بے بندوبستی منسوب کرتا ہوں اکثر ذی رتبہ اور مقتدر خاندانوں کے

اس ہنگامہ میں وہ بھی سوئے اتفاق سے دہلی میں گھر گئے تھے ۔ ساتھ ہی تھے ۔ جب ہم سب لوگ مکان سے روانہ ہوکر متصل لال قلعہ شہر پناہ کے دروازہ سے باہر جانے کے واسطے پہونچے تو ایک ہنگامہ عجیب قیامت خیز نظر آتا تھا یعنی ہزارہا آدمی سکنا شہر اور تلنگوں کی فوج باہر شہر سے جانے کے واسطے شہر پناہ کے دروازہ سے خاص بازار تک قلعہ کے نیچے جمع کیئے ہوئے کھڑی تھی اور دروازہ شہر پناہ کا بند تھا جو تلنگے فوج کے دروازہ پر متعین تھے وہ دروازہ نہیں کھولتے تھے اس خیال سے کہ شہر والوں نے ادر ... بھاگنے سے جو فوج مقابلہ کر رہی تھی وہ بھی بے دل

علاقے فریب یا دغابازی سے چھن گئے اور اجنبی لوگوں مثلاً مہاجنوں
یا سرکاری ملازموں نے جنکا پاس یا دباؤ رعایا پر مطلق نہ تھا خرید لیئے
یہ لوگ خود بھی اپنے خریدے ہوئے علاقوں سے علی الاکثر غیر حاضر رہا
کرتے ہیں یا تو وہاں رہنے سے ڈرتے ہیں یا وہاں کا رہنا ان کو خوش
نہیں آتا کیونکہ ان کو وہاں کے لوگ غاصب اور دخیل بیجا کی طرح
دیکھتے ہیں پھر ان چھنے ہوئے علاقوں کے مالکان قدیم اُس آراضی
پر جو پہلے کبھی اُن کی اپنی تھی کاشتکارانہ قابض ہیں اور اپنی حالت
کا انقلاب اُنکو نہایت رنج دہ ہوتا ہے گو قبضہ مالکانہ آراضی ان کے
ہاتھ سے نکل گیا لیکن رعایا کی محبت اور ہمدردی پر ویسا ہی مستقل موروثی
قبضہ رکھتے ہیں جیسا ہمیشہ سے چلا آتا ہے اور رعیت بھی آمادہ وقتمی
ہے کہ جب کبھی اُن کے کھویا کھویا ہوا درجہ یا اپنے علاقوں پر قبضہ حاصل
کرنے کا ارادہ کریں اُن کا ساتھ دے ضلع بدایوں میں اس طرح

ہو کر بھاگ جاینگی اور صاحبان انگریز کی فوج داخل ہو جاینگی - اب جس جگہ کہ مجمع کثیر تہا وہ جگہ آماج گاہ
گولہ توپ کی تھی - پہاڑی پر سے بلا مبالغہ صدہا گولہ قلعہ کی طرف آتا تہا اور قلعہ کی دیوار میں لگ کر ایک
سیاہ دھبہ سنگ خارا پر بنا کر خندق کے اندر یا سڑک کے اوپر گر کر لڑکتا تہا اور اُسی سے صدہا
آدمی زخمی ہوتے تھے - اب ہماری گاڑی بھی اُسی مجمع میں کھڑی ہے نہ آگے جا سکتی ہے نہ پیچھے
ہٹ سکتی ہے . اُسوقت مولوی محمد عزیز الدین صاحب میرے چچا مرحوم نے یہ تدبیر سوچی کہ وہ
خود قلعہ کے اندر گئے اور میں اُن کے ساتھ تہا قریب چار گھڑی یا پہر بہر دن کے (بقیہ نوٹ بصفحۂ آیندہ)

مالکان قدیم اب تک موجود ہیں لیکن کاشتکاری کی حالت میں
نہ مالکیت کی جو لوگ ان کی جگہ زمین کے مالک ہوئے ہیں اُنمیں
سے کسی کو وہ قوت اور دباؤ حاصل نہیں کہ امن خلائق کے
قایم رکھنے میں کچھ میری مدد کرسکتا بلکہ برخلاف اسکے رعیت میں سے
جو لوگ کہ سب سے پہلے مجھ سے مدد مانگنے آتے ہیں یہی مالکان
جدید تھے جنسے مجھکو یہ اُلٹی امید رکھنی چاہیئے تھی کہ بندوبست کے
قایم رکھنے کے لیئے یہ لوگ وسایل کافی و ذرائع وافی ہیں علاوہ بریں
جو لوگ درحقیقت دہقانی لوگوں کے بڑے گروہوں کو زیر کرسکتے ہیں
ہنگامہ اور شورش برپا ہونے میں فائدہ سمجھتے تھے۔
بلوے سے ایک برس بلکہ آگے میں نے حکام اعلےٰ سے صاف صاف
بیان کر دیا تھا کہ دیوانی عدالتیں اپنے اختیارات بہت بُری طرح
عمل میں لاتی ہیں اُن کا یہ طریقہ نہایت بے ٹھور ٹھکانے ہے کہ

پھرتا تھا جب قلعہ کے اندر پہونچے تو شاہزادہ مرزا خضر سلطان کے در دولت پر وہ
حاضر ہوئے اور اُن کے چوبدار و عصا بردار سے یہ کہا کہ اسوقت صاحب عالم کہاں تشریف
رکھتے ہیں چوبدار نے جواب دیا کہ ابھی خواب راحت میں ہیں۔ انھوں نے اُس
چوبدار سے کہا کہ ہماری اطلاع کر دو کچھ ضروری عرض کرنا ہے۔ وہ انکار کرتا تھا یہی رد و بدل
دونوں میں ہو رہی تھی کہ اس عرصہ میں سُرتی پردہ کے قریب سے ایک خادم نے آواز
دی کہ صاحب عالم دریافت فرماتے ہیں کیا گفتگو ہے۔ الغرض اُس چوبدار نے الخ (بقیہ نوٹ صفحہ آئندہ)

تھوڑے تھوڑے قرضوں کے لیئے منافع وہ مرافق آراضی نیلام کروا ڈالتی ہیں اور اس سبب سے انتظام تمدن میں خطرناک ردوبدل پیدا ہوتا ہے میں نے یہ بھی جتا دیا تھا کہ اگرچہ پرانے خاندان جلد بیدخل کر دیئے جا سکتے ہیں لیکن ہم پچھلی باتوں کی یاد تو نہیں مٹا سکتے یا اُن میں اور رعایا میں جو قدیم کا تعلق ہے اُسکو تو نابید نہیں کر سکتے میں نے صاف صاف پوست کندہ کہدیا تھا کہ ہم جوان لوگوں کے آپس کے روابط توڑ دینا چاہتے ہیں اسکے برخلاف جب کبھی کوئی بلوا ہو پڑا تو ہم پائیں گے کہ ملکان قدیم کا یہ بڑا اور دباؤ والا گروہ کہ اُسی کے ذریعے سے ہم لاکھوں آدمیوں کی دہقانی جماعتوں کو زیر اور مطیع کرنے کی امید رکھتے ہیں ہمارے مقابلے میں دشمن کی طرف اپنے موروثی ہمراہیوں اور ساتھیوں کو لیئے صف باندھے ڈٹا ہوگا میر جتانے پر کچھ التفات نہ ہوا اور میں ڈرپوک سمجھا گیا کہ تم نے اب تک

اطلاع کی اور نام بتلا کر کہا کہ ایک صاحب مولوی عزیزالدین نامی کچھ عرض کیا چاہتے ہیں۔ اُسوقت باریابی کا حکم ہوا اور یہ اندر تشریف لے گئے اور شاہزادہ صاحب سے عرض کی کہ میں مع قبایل و اطفال اپنے وطن کو جانا چاہتا ہوں سپاہ فوج نے دروازہ بند کر لیا ہے اور میری گاڑی اور گھوڑے مع سواریوں کے قریب دروازہ شہرپناہ کے کھڑی ہے میں حضور سے یہ گذارش کرتا ہوں کہ آپ حکم دیجئے کہ وہ مجھکو باہر جانے دیں۔

اُسوقت صاحب عالم نے فرمایا کہ مولوی صاحب آپ اسوقت شہرپناہ سے (بقیہ نوٹ بصفحہ آیندہ)

صرف ملکی صیغے میں نوکری کی ہے معاملات مالی میں بالکل ناآزمودہ
کار ہوں اور اس باب میں رائے صائب نہیں دے سکتے اُسوقت
مجھکو یہ تھوڑا ہی خیال تھا کہ میرے اندیشے اور پیشین گوئیاں ایسی
جلدی سچی ہو جائینگی اس بلوائے عظیم کے پیشوا اور ترقی دینے والے
کوئی لوگ ہوں یہ تو اُن کو پہلے سے معلوم تھا کہ ممالک شمال و مغربی
میں یہ دیہاتی لوگ ان سببوں سے نہایت برافروختہ حالت میں
ہیں اور اسی لیئے اُنہوں نے بجلی کی طرح لپکتی ہوئی چپاتیاں آمادہ
کر دیے کو ان میں دوڑائیں یہ روٹیاں اس جلدی سے کہ عقل
حیران ہوتی ہے طول و عرض زمین پر ہوکر گذر گئیں یہ کہدینا تو
ناممکن ہے کہ یہ پہلے کہاں سے آئیں لیکن مجھکو یقین ہے کہ بارک پور
سے چلیں کہ وہاں سپاہیان باغی کے انبوہ کثیر جمع تھے چپاتیاں
میرے ضلع میں ضلع شاہجہان پور کے ایک دیہہ ملحقہ سے آئیں

باہر جانا چاہتے ہیں۔ کیا آپ کو ہلاکت میں پڑنا ہے۔ باہر دہاقین لوٹ لیں گے اور قتل کر ڈالینگے
شہر کے اندر آپ کو امن ہے۔ اگر شہر کے اندر ہنگامہ رستخیز ہوا تو سب لوگوں کا حال
کیا ہوگا۔ اُنہوں نے عرض کی کہ حضور آپ کی بندہ پروری یہ ہوگی کہ آپ مجھکو شہر سے باہر
کرا دینگے۔ خدا حافظ اور نگہبان ہے۔ اُس شہزادہ نیک سیرت نے ازراہ شفقت فرمایا
کہ اچھا تمکو ایک پروانہ راہداری مُہری اور دستخطی دیں گے کہ یہ شخص ہمارے بھیجے ہوئے بریلی
کو خان بہادر خاں کے پاس جاتے ہیں کوئی مزاحم نہو۔ جناب چچا صاحب (بقیہ نوٹ بصفحہ آئندہ)

وہاں کے ایک گاؤں کے چوکیدار نے ضلع بدایوں کے پاس والے
گاؤں کے چوکیدار کو دو روٹیاں حوالہ کیں اور یہ حکم سنا دیا کہ چھ تازی
روٹیاں پکا کر دو تو اپنے لیئے رکھ چھوڑ اور باقی دوسرے گاؤں کے
چوکیدار کو جا کر دے اور وہ بھی ایسا ہی کرے اور بحیثیت تقسیم اسی طرح
ہوتی چلی جاوے مجھکو یقین واثق ہے کہ سب قسم کے دیہاتی لوگ جنہیں
یہ روٹیاں پہنچیں اُنکے اصلی مطلب سے ایسے ہی ناواقف تھے
جیسا میں لیکن یہ تو کھلی بات ہے کہ یہ ہوشیار کر دینے کے لیئے مخفی
نشانی تھی اور لوگوں کے دل ان کے ذریعہ سے ہوشیار اور
برانگیختہ ہو گئے جب میرٹھ اور دہلی میں بلوہ ہوا روٹیوں کے
معنے کھل گئے اور خلقت نے جان لیا کہ ان سے کیا مراد تھی بدایوں
میں لوگ گروہ بن بنکر اُٹھ کھڑے ہوئے اور تمام ضلع تماشا گاہ شورش
و ہنگامہ ہو گیا مالکان قدیم کو جنہیں ان نیلام کے مارڈالنے یا بیدخل

مرحوم تو باہر جانا نہیں۔ عرض کی کہ حضور پروانہ لکھنے میں دیر ہوگی۔ پروانہ لکھنے کی ضرورت نہیں
ہے۔ مرزا حضور کے ملازم خاص اور جوگار و کے سپاہی حضور کی اردلی میں رہتے ہیں وہ
جا کر صوبہ دار سے کہکر ہمکو شہر پناہ سے باہر کرا دیں چنانچہ یہ التماس قبول ہوئی اور اللہ جلشانہ
نے اُس پروانہ سے محفوظ رکھا ورنہ وہ بھی بجاے غازی عمومی صاحب کا محضر قتل تصور کیا جاتا
اور ہمارے خاندان کی تباہی کا باعث۔ قصہ مختصر دو سپاہی اُن کے ساتھ آئے اور اُنہوں
نے محافظان دروازہ شہر پناہ سے شاہزادہ صاحب کا پیام کہا۔ اور آجو تلنگے پھاٹک پر متعین تھے

کر دینے کا موقع ملا اور اپنے موروثی علاقوں پر پھر قابض بن بیٹھے
اب یہ اندیشہ ہے کہ ہماری رعیت کا بہت بڑا گروہ جو کشتی ہیں ہزاروں
ہی ہوں گے اور یہی لوگ حقیقتاً شخصی سلطنت کے اعضاء رئیسہ ہیں
سرکار نے ہمارے ساتھ سختی کی اسی کے آئین نے ہمکو مغلوب اور
بے دخل کیا یہ لوگ تصور کرتے ہیں کہ امن کے ہوتے ہی سرکار
پہلا کام یہی کریگی کہ خریداران نیلام کو پھر قبضہ دلائے اور ہم لوگوں
کو خارج کرے مجھکو تو یقین واثق ہے کہ فوج کتنی ہی کثیر ہو ہماری
عملداری پھر نہیں بیٹھا سکتی جبتک کہ پچھلی برائیوں کی تلافی کا کچھ بندوبست
نہ کیا جائے اور کچھ ایسی قرارداد نہو جس سے پرانے خاندان بحال
کیے جائیں اور لوگ اسقدر ہم سے مانوس ہوجائیں کہ ہمارا ساتھ دینے
میں ہمدردی کریں اور اپنا فائدہ سمجھیں اور ساتھ ہی خریداران نیلام
کی بھی کماحقہ خبرگیری کی جائے مجھکو پورا بھروسا ہے کہ اگر ناواجبی

انہوں نے سخت جواب دیا کہ صاحب عالم یوں ہی کہتے ہیں شہر کی خلقت بھاگنا شروع ہوگئی
ہے - فوج بزدل ہوکر ان کے بھاگنے سے بھاگتی ہے - مگر پھر تو خدا انتقام لے ان کے دل
میں کچھ ایسا رحم پیدا کردیا کہ انہوں نے شہر پناہ کا دروازہ کھولا - یکبارگی ہماری گاڑی کے
ساتھ قریب دو ڈھائی سو آدمیوں کے جو پھاٹک کے قریب تھے باہر نکل آئے اور پھر دروازہ
بند ہوگیا - اب آگے کا حال سنئے جیسے ہی ہم لوگ جمنا کی کشتیوں کے پل کی طرف بڑھے اور وہاں
سے پہاڑی نظر آتی تھی - فوج سرکاری نے ایک مجمع کثیر دیکھکر (بقیہ نوٹ بعد کو آئیگا)

نہ پائے جاتے تو دیہات کے لوگ بلوا کرتے ہیں کبھی
ں سے نہ ملتے کیونکہ وے سپاہیوں کو بُرا سمجھتے تھے
کارنوس بائس آے لے کی طرف جسکو لوگ کہتے تھے کہ
ں ٹھی سے بنتا ہے کچھ بھی خیال نہ کیا اور نہ یہ غوغا
ا ہوا کہ دین میں کچھ رخنہ پڑنے والا ہے یہاں تو اُنکے
انع اراضی اور موروثی قبضوں کا ذکر ہے جنکو وے
ن سے زیادہ عزیز رکھا کرتے ہیں اور انہیں باتوں سے
سمجھتے ہیں بالغرض انہیں اسباب سے بلوہ شروع ہوا -
ں کا بنگیا - خزانہ تحصیل بسولی کا لوٹا اور بقایا اُن سے روپیہ لیا
ائی لڑی - اور مال چھینا - پھر وہ بھاگ کر خان بہادر خاں

عبد الرحمن خان - خان بہادر خاں کی طرف سے ناظم

ے رُخ کر دیئے اور گولہ ہماری طرف آنا شروع ہوئے - غالباً کچھ آدمی
ہوئے لیکن حافظ حقیقی خدائے تعالیٰ نے ہم سب لوگوں کو بچایا اور ہم
ں آباد کی سڑک پر چلے -
لئے چھوٹے واقعات کو چھوڑ کر جو اثنار راہ میں پیش آئے اُن واقعات
ہ دہ تذکرہ کے قابل ہیں -
ہو پہنچے تو وہاں ایک ہندو کا مقام تھا - وہ قصبہ (بقیہ نوٹ بصفحہ آئندہ)

بدایوں ہوئے۔ اور شیخ فصاحت اللہ وکیل نائب ہوئے۔ جسدن وہ آئے
اُسی دن راجپوتوں نے قلعہ شیخوپور پر حملہ کیا اور ناکامیاب ہوئے۔ تھوڑے
دن کے بعد اور باغیوں نے شہر پر حملہ کیا۔ نئے ناظم کو امن قایم رکھنا بہت
مشکل تہا اُس نے گورنمنٹ کے ملازمان سابق کو حکم دیا کہ وہ بدستور ہماری
طرف سے کام کریں اور سب نے باستثنار چند اشخاص کے خوف جان سے
تعمیل ناظم کی کی۔ لیکن بہت لوگوں نے موقعہ پاکر فرار اختیار کیا۔ سررشتہ دار
فوجداری ڈپٹی مجسٹریٹ بنائے گئے۔ دو تحصیلدار پنشن یافتہ ڈپٹی کلکٹر کئے
گئے۔

فوجی حالت یہ تھی ایک برگیڈیر یعنی سپہ سالار نیاز محمد خاں جنرل اور ایک
بخشی فوج کے بنائے گئے۔ لیکن اختلاف قومیت کی وجہ سے اہل ہنود
نے اس حکومت میں اختلاف کیا۔ جولائی میں بوجہ کمی روپیہ کے ناظم نے
روپیہ کی تحصیل شروع کی اور کچھ روپیہ وصول کیا۔ لیکن موضع کھنگ اور

تمام دہا قین نے لوٹ لیا تہا شام کو سرائے میں پہنچکر دیکھا کہ ایک بوڑھا بہیا بھٹیاری الٹی
اسکو بھاگنے کی طاقت نہ تھی اُس کا رواں سرائے میں پڑی تھی اور کوئی شخص نہ تھا
اور اُس رات کو ایک یہ تماشا نظر آتا تہا کہ قرب وجوار کے بعض دیہات میں آگ لگی ہوئی
تہی اور غارتگروں نے اُن کو لوٹ لیا تہا۔ خدا خدا کرکے وہ رات گذری جسکو بلندشہر کی
طرف کوچ کیا اور بخیریت تمام بلندشہر میں شام کو پہونچے۔
یہاں نواب ولی داد خاں کی حکومت غدر میں ہو رہی تہی شہر میں امن تہا (بقیہ نوٹ صفحہ آیندہ)

رفیع آباد کے راجپوتوں نے انکار کیا تو اُن کے گاؤں جلائے گئے اسی مہینہ میں شان بہادر خاں نے زمیندار بھٹولی کو تحصیل داتا گنج کا روپیہ وصول کرنے کو تحصیلدار مقرر کیا لیکن قرب و جوار کے زمینداروں نے اُس کی حکومت نہ مانی۔ اور ہرلال سنگھ ٹھاکر ساکن بکسینا کو اپنا سردار مقرر کیا۔ اُس نے اپنا نام وہپو دھام رکھا اور اپنی مہر میں یہ سجع کندہ کرانا چاہا۔

"پنچے دھرتی اوپر رام * مہر کچہری وہپو دھام"۔ ہرلال سنگھ مذکور راجپوتوں کو لیکر بدایوں کی غارت گری کے لیئے حوالی شہر تک آیا۔ شہر کی سرحد پر لڑائی ہوئی اور وہ شکست کھاکر بھاگ گیا۔ اگست کے مہینہ میں بنی خاں باغیوں کی طرف سے بسولی کا تحصیلدار مقرر ہوا بسولی کے زمینداروں نے باغی تحصیلدار کی حکومت سے انکار کیا۔ تب شیخ فصاحت اللہ فوج لیکر اُن کی سزا دہی کے واسطے روانہ ہوئے۔ راستہ میں وزیر گنج کے قریب رہریا پرگنہ ستاسی کے راجپوتوں نے اُن کی فوج کو برباد کیا اور فصاحت اللہ

نواب صاحب اُسی روز گاؤں کے دہاقین کو سزا دینے کی غرض سے مع اپنی فوج کے گئے تھے ہم لوگ سرائے میں مقیم ہوئے جس روز ہم بلند شہر پہونچے اُس سے ایک روز پہلے دہلی میں فوج سرکار بہادر انگلشیہ کی داخل ہوگئی تھی۔ غالباً وہ تاریخ ۱۵ ستمبر ۱۸۵۷ء مطابق ۲۸ محرم الحرام تھی چنانچہ مرزا غالب نے اپنی کتاب دستنبو میں وہ مہینہ درج کیا ہے جیسا کہ ان اشعار سے ظاہر ہوگا۔ ؎ اشعار

مے گرز دہلی بروں بُرد داد * ستمبر ستم بُرد آورد داد

(بقیہ نوٹ بصفحہ آیندہ)

زخمی ہوئے - لیکن نئی فوج کے اور توپ کے آنے سے جو نیاز محمد خاں بریلی
سے لائے تھے - پھر لڑائی ہوئی اور انہوں نے زہرپا کے راجپوتوں پر
فتح پائی - موضع زہرپا کو جلا دیا اور لوٹ لیا - کثیر رقم بطور جرمانہ وزیر گنج
اور بسولی کے تاجروں سے وصول کی - پھر اسی مہینہ میں داتا گنج کے
علاقہ کے راجپوتوں نے بدایوں پر حملہ کرنے کا قصد کیا - لیکن بدایوں جدید
فوج اور توپوں سے آراستہ تھا اس کو دیکھکر راجپوتوں کی ہمت ٹوٹ گئی
تھی ان کا پھر حملہ نہ ہوا - تحصیل گنور کے اہلکار نواب کے زیر حکومت
نہ تھے ان کی مدد سے کل تحصیل گنور و بسولی کے ملازم سرکاری جنہوں نے
وفاداری سے باغی گورنمنٹ کی ملازمت قبول نہ کی تھی - اپنے اپنے عہدوں کا
کام نومبر ۱۸۵۷ء تک کرتے رہے -

اگست کے مہینہ میں ایک شخص عزیز احمد خاں نامی نے پرگنہ سہسوان
کی مالگذاری کا ٹھیکہ خان بہادر خاں سے لیا - وہاں اس نے فوج و توپخانہ

پس از چار ماہ و پس از چار روز + فروزندہ شد مہر گیتی فروز
ہمی گشت دہلی ز دیوانگان + بمردی گرفتند فرزانگان

اب فوج تلنگوں کی جوق جوق بھاگ کر بریلی جانے لگی - اسلئے دہلی سے بلند شہر کی جانب آئی
کیونکہ بریلی میں اسوقت تک عملداری گورنمنٹ انگلشیہ نہیں ہوئی تھی - اتفاقاً قریب دو سو
یا ڈہائی سو تلنگوں کے اس رات سرائے بلند شہر میں مقیم ہوئے اسوقت ہمارے عم بزرگوار
نے مدیہ واسطے یہ خواہش ظاہر کی کہ ہم بھی آپ کے ہمراہ بریلی تک (بقیہ نوٹ بصفحہ آئندہ)

رکھا اور اپنی حکومت قایم رکھی۔ ستمبر کے مہینہ میں ایک اور ناظم بدایوں میں
محمد یار خاں نامی مقرر ہوکر آیا اُسی مہینہ میں رحیم علیخاں باغی کو خان بہادر خاں
نے ٹھیکہ دار سنبھلی اور سہسوان کا مقرر کیا تھا اُس نے مولوی اشرف علی کو نائب
ٹھیکہ دار اور حسین علی کو تحصیلدار مقرر کرکے کام تحصیل کا جاری کیا۔ احمد اللہ خاں
ساکن مرادآباد نے گنور کا ٹھیکہ لیا لیکن گنور کی تحصیل میں یہ کوشش ناکامیاب
ہوئی باغی ٹھیکہ دار کو اہیروں نے مار کر نکال دیا۔ اکتوبر میں خان بہادر نے
پرگنہ سلیم پور کا ٹھیکہ بھورے خاں کو دیا جو مالگذاری کے وصول کرنے میں
ٹھاکروں سے مدد لیتا تھا۔ نیاز محمد خاں کے سپاہیوں نے اپنے رعب
بٹھانے کے واسطے موضع کھرکھولی کو لوٹا اور ظالم سنگھ زمیندار کے بیٹے کو
مار ڈالا۔ اپنی فوج کا دبدبہ دکھلانے کو نیاز محمد خاں اوسہنا و سہسوان
خود گیا اور سہسوان کے تاجروں پر جرمانہ کئے۔ اور اکتوبر کے شروع میں
باغی مفروران کا گروہ کچھ سوار اور کچھ پیدل بالا راؤ جو بھتیجا نانا راؤ کی ماتحتی

جاوینگے اگر آپ اپنے ساتھ لیجانے میں مزاحم نہوں۔ اُس نامرد نے درشتی سے جواب دیا کہ ہم
ہرگز آپکو اپنے ساتھ نہیں لیجاوینگے۔ آپ کے ساتھ عورتیں ہیں۔ آپ کی وجہ سے ہم بھی
لوٹ لیے جاوینگے۔ ناچار مایوس ہوکر وہ واپس آئے اور یہ ارادہ تھا کہ پیچھے سے چلے جاوینگے۔
چار پانچ سپاہی جاگیرینی میں تحصیل میں نوکر تھے انکو کچھ اجرت مناسب دیکر بغرض حفاظت
ہمراہ لیا اُن سے دو تین اُس پرگنہ کے بخوبی واقف تھے۔ ابھی یہاں سے آئے چار بجے سے پہلے
تلنگوں مفروروں نے اپنا رخت اور باندھا کر کوچ کیا اور بھاری گاڑی اُس رات (بقیہ نوٹ بصفحہ آیندہ)

ہیں مالاگڈھ سے انوپ شہر کے گھاٹ کو اُتر کر اس ضلع ہیں گذرتا ہوا
شاہجہاں پور کے ضلع کو گیا - اسی مہینہ ہیں مسٹر ولسن نے موضع نگریا پرگنہ
سوروں پر واسطے رہائی کپتان گون کے معہ فوج کے قیام کیا جو دانا گنج ہیں
کچھ ٹھاکروں کی حفاظت ہیں پوشیدہ تھے اور اُنہوں نے مسٹر ولسن
سیولین جج مراد آباد کو جو ایک بہادر شخص تھے اور اسپشل کمشنر ہوگئے تھے
چٹھی لکھی تھی کہ تم ضلع بدایوں کی طرف فوج لیکر میری رہائی کے لیئے آؤ وہ
علی گڈھ سے کچھ سوار و پیدل باضابطہ - اور ۱۵۰ بلا ضابطہ فوج لیکر متصل
موضع کچھلا گنگا کے کنارہ پر آئے - یہاں فوج نیاز محمد خاں جرنیل کی پڑی تھی
اور مقابلہ ہونے والا تھا کہ ایک بقال نے ناظم کی فوج کو یہ دھوکہ دیا کہ
فوج کثیر انگریزوں کی آگئی ہے - پس ناظم کی فوج اپنا کھانا پکتا ہوا چھوڑکر
فرار ہوئی اُسوقت تک مسٹر ولسن کو یہ خبر نہ تھی کہ فوج غنیم سے سبب ان صفات
ہے مسٹر ولسن نے کپتان گون کو ایک چٹھی زبان یونانی ہیں لکھی - یہ چٹھی مسٹر

جہانگیر آباد تک کرایہ کی تھی اُس کی یہ کیفیت ہوئی کہ جب صبحکو اُس گاڑیبان کے مکان پر گاڑی لینے
کے واسطے گئے تو معلوم ہوا کہ کوئی چور اُس کی دھوری پہّا لے گیا ہے - اس عرصہ ہیں اُس نے
دوسری دھوری تلاش کی اسہیں کچھ وقفہ ہوا - قریب تھہ گھڑی دن چڑھے کے وہ گاڑی درست
ہوئی اور اب ہم سب لوگ بلندشہر سے جہانگیر آباد کو روانہ ہوئے - اثنائے راہ ہیں یہ دیکھا کہ وہ
تلنگے جو صبح سرائے سے گئے تھے وہ لنگوٹی باندھے ہوئے لوٹے ہوئے واپس آتے ہیں
اُنہوں نے کہا کہ آپ لوگ کہاں جاتے ہیں - یہاں سے تھوڑی دور پر ایک (بقیہ نوٹ صفحہ آئندہ)

گون کے پاس تک نہ پہونچی تھی کہ مسٹر گون نے پہلی چٹھی مسٹر ولسن کا جواب لکھا تھا کہ تم موضع میاؤ کو ۲۹ اکتوبر کی صبحکو مجھکو ملو لیکن میاؤ کھملا گھاٹ سے قریب بتیس میل کے تھا۔ اتنی دیر کا وقت نہ تھا اُنھوں نے تنو سوار اور ایک ہاتھی لاکر ارادہ چلنے کا کیا اور گیارہ بجے رات کے دریا کے کنارہ پر پہونچ گئے یہاں اُسوقت دریائے گنگا میں صرف چار کشتیاں متفرق تھیں لیکن یہ معلوم ہوا کہ نیاز محمد خاں نے اٹھائیس کشتیاں کھملا پر جمع کی ہیں اُنھوں نے فوراً سوار بھیجکر وہ کشتیاں کھچوا منگوائیں۔ اس عرصہ میں تمام بدایوں میں خبر پہونچی کہ فوج کثیر انگریزی آرہی ہے۔

۳۰ اکتوبر کی شام کو کپتان گون کا آدمی یہ جواب لایا کہ ہم لوگ دریا پر اُتر کر موضع جائی کے پار اُتر ینگے۔ آپ قادر گنج کے مقام پہ ہم سے ملیئے مسٹر ولسن فوراً چلدیئے بیس میل گھوڑے پر چڑھ کر تین بجے صبح کے ۳۱۔ اکتوبر کو قادر گنج پہونچے اور ایک آدمی موضع جائی کو روانہ کیا کہ وہ کپتان کو ہمارے آنے کی خبر کردے۔ چند گھنٹہ تک نتیجہ کا انتظار رہا

مجمع کثیر دہا قین کا دو چار ہزار کے قریب جو دیہہ اُنھوں نے ہمکو لوٹ لیا اور ہتھیار سب بھی لوٹ لیں گے اُسوقت بہت مایوسی ہوئی لیکن اُن سپاہیوں نے جو ہمارے ساتھ تھے یہ کہا کہ آپ اندیشہ نہ کریں ہم آپ کو بخیر و عافیت جہانگیر آباد تک پہونچا دینگے یہ زمیندار ہمارے سابق کے مشناسا ہیں (بقیہ نوٹ بصفحہ آئندہ)

تین گھنٹے کے بعد آدمی لوٹا اور کہا کہ وہ لوگ قریب آگئے ہیں پردہ نشین
عورتوں کے حیلہ سے گاڑی میں آتے ہیں تھوڑی دیر کے بعد گاڑی آئی
تو اس سے کپتان گورن سرجن بیجر بل کم اور انکی میم اور ان کے تین بچے
برآمد ہوئے - اب مسٹر ولسن اپنی تدبیریں کامیاب ہوئے -

یکم نومبر ۱۸۵۷ء جب باغیوں کو معلوم ہو گیا کہ مسٹر ولسن کی فوج بہت کم
ہے تو انہوں نے چار ہزار آدمیوں کی جماعت اور چار توپیں کچھلا کو
روانہ کیں -

جس وقت جنرل نیاز محمد خاں گنور کے اہروں کو پسپا کرنے کی تدبیر کر رہا تھا
خود عبدالرحمن خاں ناظم نے کمان فوج بمقام کچھلا اپنے ہاتھ میں لی
پندرہ یا بیس روز تک اس سے اور برٹش فوج سے گولہ باری ہوئی دریا
کے اس کنارہ سے فوج برٹش گولہ چلاتی تھی اس طرف سے ناظم کی
فوج جواب دیتی تھی - بعدہ فوج ناظم کی اچھا ہی کی طرف بے اطمینانی
سے واپس آئی - عبدالرحمن خاں کی واپسی پر مبارک شاہ خاں ناظم
مقرر ہوا اسکا نائب احمد شاہ خاں ہوا - اس عرصہ میں نیاز محمد خاں

اور آپ سے ہرگز مزاحم نہ ہونگے چنانچہ ایسا ہی ہوا - اور ہمنے خدا کے بھروسہ پر قدم آگے
بڑھایا - آگے بڑھکر یہ دیکھا کہ سڑک کی ہر دو جانب بندوقیں بکثرت جمع ہیں اور دیہاتین
سڑک کے ادہر اور ادہر بیٹھے ہوئے ہیں ہمارے محافظ سپاہی آگے بڑھکر ان کے پاس
گئے اور ان سے کچھ گفتگو کی اور پھر وہ ہمارے ساتھ باتیں کرتے ہوئے (بقیہ نوٹ بصفحہ آئندہ)

اہیروں پر چڑھ گیا۔ ضلع مرادآباد کے راجپوتوں کی مدد سے اہیروں کو شکست بمقام بھراوٹی ہوئی بعد اسکے پولیس اور تحصیل گنور کے اہلکار جو کام کر رہے تھے وہ بھی بھاگ گئے اب کل ضلع خان بہادر خاں کی حکومت میں آ گیا۔

نیاز محمد خاں جنرل نے فتحگڈھ پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا اور چالیس ہزار روپیہ بطور چندہ کے ضلع بدایوں سے تحصیل کیا اور عبدالرحمن خاں کو ٹھیکہ سلیم پور اور بدایوں کا دیا۔ لیکن بنیئے بقال سے روپیہ تحصیل کرنا آسان تھا بہ نسبت اس کے کہ عبدالرحمن خاں کو ٹھیکہ دیکر روپیہ وصول کیا جاتا۔ باوجود اسکے کہ عبدالرحمن خاں کے مددگار نیاز محمد خاں کی فوج تھی مگر بھورے خاں چکلہ دار سابق نے مقابلہ کیا اور نیا سال ۱۸۵۸ء عبدالرحمن خاں کے لیئے مبارک نہوا یعنے وہ اور اُسکا لڑکا شکست کھا کر مر گئے۔

نیاز محمد خاں نے اب زیادہ ترقی کرنا چاہی فوج بدایوں سے جمع کی اور بریلی سے مدد لی فتحگڈھ پر حملہ کرنے کو روانہ ہوا۔ جب لکراله پہونچا تو بہت سے پٹھان اُس کے ساتھ ہو گئے اور سورج پور کے گھاٹ پر گنگا کو

ہمارے ساتھ ساتھ چلے آئے یہاں تک کہ اُس ہنگامہ سے ہم نکل آئے اُن سپاہیوں سے جب ہم نے دریافت کیا کہ کیونکر اس گروہ مفسدان سے ہمکو نجات ملی تو اُنھوں نے کہا کہ ہم نے اُن سے یہ بات کہدی کہ نواب ولی داد خاں کے ہاں کی سواریاں ہیں نواب جہانگیر آباد کے ہاں جو اُن کے رشتہ دار ہیں جاتی ہیں پنچھے (بقیہ نوٹ صفحہ آیندہ)

عبور کرکے فرخ آباد کے ضلع میں داخل ہوا۔

۲۷ جنوری ۱۸۵۸ء جبکہ بدایوں چھوڑے ہوئے ایک ہفتہ ہوا تھا جنرل مسٹر ہوکرانٹ نے دفعتًا چھاپا مارا اور پوری شکست دیکر اُسکا سامان سب چھین لیا پھر بہ اسقدر جلدی واپس گئے کہ اُن میں سے بعض اُسی شام کو بدایوں پہونچ گئے۔

شروع فروری ۱۸۵۸ء کو اپنا نجار ہندوؤں پر نکالنا شروع کیا ایک پولیس کا ہندو افسر جس نے کپتان گوں کے ساتھ مہربانی کی تھی بندوق سے اُڑا دیا گیا ایک اور اچھوت کے اسقدر کوڑے مارے کہ وہ مرگیا۔ فروری و مارچ کے مہینہ میں اسی طرح لوٹ و مار جاری رہی۔ قادر گنج کا حصہ اسوجہ سے کہ کپتان گوں کو اُنھوں نے اماں دی تھی جلا دیا گیا اب اس باغیانہ حکومت کے خاتمہ کے دن قریب تھے۔ بدایوں کے ناظم کو اور اضلاع کے باغیوں کی شکست کی خبریں ملتی تھیں اس سے وہ اپنی شکست کا بھی خیال کرتے تھے۔

شروع اپریل میں ایک تازہ خبر تنبیہ کرنے والی اُن کو ملی کہ محسن علیخاں جسکو مسٹر ہوکرانٹ نے شکست دی تھی بریلی کو جاتے ہوئے ضلع بدایوں میں گذرا

نواب صاحب بھی مع فوج اور توپ کے آتے ہیں اُن لوگوں نے یہ خیال کیا یہ بات سچ ہے ورنہ اس نازک وقت میں چند آدمی زنانی سواریاں لیکر نہیں نکل سکتے ہم شام کے قریب دو گھڑی دن رہے جہانگیر آباد پہونچ گئے۔ اب یہاں قصبہ کے باہر نواب مصطفٰے خانصاحب رئیس جہانگیر آباد کے سپاہی متعین تھے اُنھوں نے ہمارے دادا (بقیہ نوٹ بصفحہ آئندہ)

اب باغیوں نے اس حالت کو قوی کرنے کی غرض سے اشتہار جہاد کا دیا ڈاکٹر وزیر خاں جو ایک قابل آدمی تھا دوسرے درجہ کا کمانیر بنایا گیا اور ۱۸ اپریل کو تین سو آدمی کی جماعت بریلی سے طلب کی گئی یہ انتظام درست کرکے باغیوں نے اُس حملہ کا ارادہ کیا اور اُن کو زیادہ انتظار نہ کرنا پڑا۔

۲۷ اپریل ۱۸۵۸ء کو جنرل سی صاحب معہ مسٹر ولسن کے نولی نانار پور گھاٹ دریائے گنگا کو عبور کرکے ادسہت کی طرف آئے اُن کے پاس سات ضرب توپ اور ایک دستہ فوج نمبر ۶ دری گو لیس اور ایک رجمنٹ دیسی سواروں کا اور ایک بازو نمبر ۴۲ رجمنٹ اور ایک بازو توپ خانہ کا اور ۴۲ سیکشن رجمنٹ اور قریب آدہی گیارہویں دیسی پلٹن بہ ماتحتی کپتان تھی اس ضلع کی سرحد میں آئے۔ کپتان گون کو روانہ کیا گیا کہ وہ ککرالہ سڑک سے چار میل کے فاصلہ پر جو اُن کے دشمن پڑے ہیں اُن کو گرفتار کریں یا بھگا دیں اور سہت میں دوسری فوج بھی جسمیں ایک ہزار آدمی اور ایک توپ تھی اور یہ اُسوقت تک کام کرتے رہے جبتک کہ جنرل بدایوں کو پہونچیں۔ اس لیئے یہ ارادہ کیا تہا کہ اول ادسہت کو چلنا چاہیئے جنرل کا یہ خیال تھا کہ سپاہیوں کو

اور چچا صاحب نے کہا کہ تلواریں اپنی پھاٹک پر رکھدو تب اندر داخل ہونے دینگے تھوڑی دیر تک باہم یہ بحث ہوتی رہی۔ پھر عموی صاحب وہاں اپنی تلوار رکھکر اندر گئے اور حکم لائے کہ ان لوگوں کو معہ ہتیار دں کے آنے دو تب ہم لوگ جہانگیر آباد میں داخل ہوئے وہاں مولوی محمد نظام الدین صاحب مرحوم عثمانی ہمارے ہموطن (بقیہ نوٹ بصفحہ آیندہ)

صبح اور شام کو کوچ کرنا چاہیئے یورپین سپاہیوں کو دھوپ میں چلنا نہیں چاہیئے۔
۲۹ راپریل ۱۸۵۸ء کی رات کو جب ماہ کامل روشن تھا اور اندھیری رات
سے خطرے کم تھے۔ بیہ بوڑھا جنرل بجزیہ کار بلا اس خیال کے کہ یہ شب ماہ
پھر مجھکو نصیب نہ ہوگی مع فوج کے چلا اور ادھر ایک میل رہ گیا تو انکو
یہ خبر ملی کہ علاوہ دشمنوں کی فوج سے ایک بکٹ دشمنوں کا ادھر میں مقرر
کیا ہے بعد دوپہر کے وہ داتا گنج کی طرف چلے اول اُن کا ایک قاصد دشمنوں
کے ہاتھ سے مارا گیا جو کہ جنرل مبنی کا پیغام کمانڈر انچیف کی طرف لیئے جاتا تھا
جو شاہجہاں پور کی طرف بڑھ رہے تھے۔ آدھی رات کے وقت لکرالہ
کی طرف کوچ ہوا جو بدایوں سے آٹھ میل کے فاصلہ پر جانب مشرق
واقع ہے لکرالہ آدھی دور رہا تھا کہ فوج کا ڈہالٹ) کر دیا۔ یعنی روک
دیئے گئے تاکہ پیدل بھی آجاویں۔ اُن کے آنے پر جنرل سی لے کمانیر فوج
پیدل کو حکم دیا کہ فوج کو جلدی نہ چلاؤ آرام سے ٹھہرا ٹھہرا کر لے چلو۔ یہ حکم
اُس کی زندگی جانیکا باعث ہوا۔ جنرل نے سواروں اور توپخانہ کے
ساتھ اپنا کوچ جاری رکھا لیکن پیدل فوج کے حکام نے اُسکو زیادہ آرام کی

حسن اتفاق سے نواب محمد مصطفےٰ خاں صاحب کے یہاں موجود تھے اور اُن سے خاندانی
ارتباط تھا اور جناب دادا صاحب کے دوست تھے۔ نہایت خاطر سے پیش آئے اور
دعوت کی وہاں دو روز آرام کیا۔ پھر وہاں سے نواب محمد مصطفےٰ [خاں صاحب] مرحوم نے جو گورنمنٹ
کے خیر طلب تھے دہیں رہے اور باغیوں کے شریک نہ ہوئے (بقیہ نوٹ بصفحہ آئندہ)

اجازت دیدی اب لکرالہ ایک میل کے فاصلہ پر تھا جنرل سی اور اُس کے ساتھی معہ ہراول سواروں کے پہونچ گئے تھوڑے فاصلہ پر اُن کے پیچھے توپ خانہ اور فوج سواروں کی تھی۔ لیکن پیدل فوج بہت پیچھے تھی اب صبح صادق نمودار ہوئی کہ یکایک کپتان سمن کی آواز نے جگا دیا جو اسسٹنٹ جنرل تھا اس نے کہا کہ سامنے سوار نظر آتے ہیں۔ سوار واقعی تھے لیکن وہ واپس جاتے تھے اور جنرل کو لکرالہ پہونچنے کی صبح ہونے سے پہلے جلدی تھی اس لیئے اس نے اس طرف بہت کم توجہ کی لیکن جبکہ لکرالہ دو فرلانگ رہگیا اور معاملات سخت لڑائی کے نظر آتے تھے اور چار توپیں گراب کی غنیم نے چلائیں لیکن اتفاقیہ فوج انگریزی میں کوئی زخمی نہ ہوا اُدھر سے بھی فوج انگریزی نے توپوں سے جواب حتی المقدور دیا لیکن بوجہ ریتلی زمین کے اور قبل اسکے کہ دشمن پر توپ چلائی جاوے باغیوں کے فیر ہو چکے تھے۔ اس عرصہ میں غازی لوگ دو دو تلوارین لیئے ہوئے نظر آئے اور انگریزوں کے توپ خانہ اور

قرابینیں فوج انگریزی نے اور توپیں بھی چلائیں گئیں پھر کلہ بکلہ دست بدست

انہوں نے دس بندوقچی سپاہی ہماری محافظت کے واسطے مقام انوپ شہر تک کر دیئے اور وہاں سے انوپ شہر کی طرف چلے۔ چارکس قوال بریلی یا مراد آباد کے رہنے والے بھی اس طرف آنے والے تھے وہ بھی ساتھ ہولیئے۔

اثنا راہ میں وہ ہی گروہ دہاقین کے جو واسطے غارت گری (بقیہ نوٹ بصفحہ آئندہ)

نوبت جنگ بہ شمشیر پہونچی اور غازی مارے گئے اور غنیم یعنی جنرل کی سپاہ
پورب کی طرف سڑک سے مع توپوں کے آگئی اُن کے تعاقب میں
درختوں کی آڑ سے توپیں فوج انگریزی نے چاروں طرف چلائیں جنرل
سی کا پتہ اُسوقت نہیں معلوم ہوا بہت تلاش کے بعد اُن کی نعش ملی
اُس جگہ سے کچھ آگے بڑھکر جہاں پہلے لڑائی ہوئی تھی گولی سے اُن کا بایاں
بازو ٹوٹ گیا اور باگ اُن کے ہاتھ سے نکل گئی تھی اس لیئے اُن کا گھوڑا
دشمن کے گروہ میں لے گیا اُنہوں نے جلدی سے اپنی تیز تلواروں سے
اُسکا کام تمام کردیا اور بھی افسر زخمی ہوئے لیکن جنرلوں میں صرف جنرل
سی قتل ہوئے اب کمان کرنیل رجمنٹ کے ہاتھ میں آئی جو کہ فوج پیدل
کے منتظر تھے اس کے بعد چند غازیوں نے ناکامی سے کمزور حملہ کیا اب
سب نواب کی فوج بدایوں کی طرف بھاگی اور ۳۰ اپریل کی دو پہر تک
جبکہ بہت گرمی وگرد تھی فوج انگریزی نے تعاقب کیا اور ایک توپ چھینی
گئی اور تعاقب میں باغی مارے گئے اور خاص مقام ککرالہ پر اسی لاشیں ناظم
کی فوج اور غازیوں کی برآمد ہوئیں اور پھر فوج انگریزی ککرالہ کو لوٹ گئی اور

مسافروں کے جابجا مسلح اور آمادہ لوٹ مار کے بیٹھے تھے ہمکو دکھائی دیئے ۔ بقول شاعر
جگہ جگہ تھے زمیندار دار کی صورت + چڑھے ہی آتے تھے سر پر بخار کی صورت
بلا سے کم نہ تھی اک اک گنوار کی صورت + چھپی نہ اُن سے پر اہل دیار کی صورت
کسی جگہ جو کوئی ہوکے بیقرار آیا + تو اہل قبر یہ بولے کہ لوٹ کار آیا

(بقیہ نوٹ بصفحہ آئندہ)

جنرل سی کی نعش کی تجہیز وتکفین کی اور پھر بعد ایک عرصہ کے نعش کا صندوق میرٹھ بھیجا گیا اور وہاں دفن ہو کر قبر بنائی گئی اور اسی تاریخ میجر گاڈس صاحب کی فوج نے مقام بسولی پر باغیوں کو شکست دی ان پے درپے شکستوں سے بدایوں کے ناظم کو یقین تھا کہ اب دو صورتیں ہیں یا تو یہاں

(بقیہ نوٹ صفحہ ۳۴۴) جب ہم سڑک پر گذرے اور اُن دہاقین نے دیکھا کہ ایک بہلی اور ایک گھوڑی پر سوار اور کچھ سپاہی مسلح آتے تھے تب اُنہوں نے اپنی بندوقوں کو ہاتھوں میں لیا اور توڑے سلگائے اسوقت ہمکو اپنی موت کا سامنا نظر آیا اور پورا یقین ہو گیا کہ اب جان بری کی امید نہیں ہے الّا مسبب الاسباب و حافظ حقیقی کی شان رحیمی اور کریمی اسوقت ظہور میں آئی یعنی وہ قوال جو ہمارے ساتھ ہو لیئے تھے اُن کے ساتھ بڑے بڑے ستار اور تنبورے وسرود تھے جن پر غلاف چڑھے ہوئے تھے اور اُن کے کندھوں پر وہ ساز وسامان ارباب نشاط کا رکھا ہوا تھا دہاقین یہ سمجھے کہ یہ بڑی بڑی قرابینیں اور جزائل ہیں جن میں گراب بھرا ہوا ہے اگر ان کے فیر ہوئے تو ہم سب کے سب ہلاک ہو جائیں گے اس خوف سے وہ قریب نہ آئے اور دور سے ہمارے محافظ سپاہیوں سے سوال کیا کہ یہ سواریاں کہاں جاتی ہیں سپاہیوں نے راجہ الوپ شہر والی کا نام لیا کہ وہاں جاتی ہیں وہ گنوار چپ ہو رہے اور ہم اُن کے حملہ سے بچے اور قوالوں کی یہ کیفیت تھی کہ بار بار کہتے تھے کہ حضور بلاؤں وہ بندوق گنوار نے اُٹھائی اور ڈر کے مارے ہماری بہلی کی آڑ میں چھپ چھپ کر چلتے تھے - جبر خدا اخدا کر کے ہم شام تک بخیریت تمام الوپ شہر میں پہونچ گئے - ان دہاقین کی نظروں میں ستار وغیرہ کو اللہ تعالےٰ نے آلہ حرب وضرب بنا دیا اور ہمکو پنجۂ اجل سے بچایا - الوپ شہر میں ہمارے شہر کے قاضی زادوں میں قاضی غلام کاظم کی اولاد جو خاندان

(بقیہ نوٹ بصفحہ آیندہ)

لڑکر مرجانا چاہیئے یا ایسی مخدوش حالت میں یہاں سے بھاگ جائیں۔ آخر بھاگ جانے کو ترجیح دی اور اپنے ہاتھوں سے اپنا دفتر جلاکر بریلی کو بھاگ گئے۔ اُن کے فرار کی تقلید اس ضلع کے اور باغی سپاہیوں نے کی۔ مئی ۱۸۵۸ء میں پھر آثار حکومت انگریزی اور امن کے ظاہر ہوئے گکر الہ سے مسٹر ولسن

(بقیہ نوٹ صفحہ ۳۴۵) غلام محمد ی میں تھے اور وہ وہاں کے عہدہ قضا پر سابق میں ممتاز تھے قاضی غلام مولا وغیرہ رہتے تھے اور اُن کے مکانات بنے ہوئے تھے اُن کے ایک مکان میں ہم مقیم ہوئے بوجہ ہم وطنی اور برادری کے انہوں نے بہت مہمانداری کی اور گنگا پار یعنی ضلع بدایوں کے تحصیل گنور وسہسوان میں کوئی صورت جانے کی نہ تھی کیونکہ اس طرف اہیرات میں بکثرت لوٹ وار ہو رہی تھی اور کسی کی حکومت نہ تھی لاچار آگے چلنے سے بلا کسی جماعت محافظ کے قصد نہ کیا تب مولوی محمد عزیز الدین صاحب ہمارے چچا اور شیخ حسین بخش صاحب ایک قافلہ فراریان کے ہمراہ ہو لئے اور گھوڑی ساتھ لے لی اور اس غرض سے تاکہ وطن کسی طرح پہونچکر اور کچھ جمعیت فراہم کرکے لادیں تب یہاں سے لیجادیں۔ مرادآباد ہوتے ہوئے رام پور آئے اور یہاں سے بمعیت جناب قبلہ گاہی حکیم محمد سعید الدین صاحب مرحوم آنولہ ہوکر بدایوں پہونچے اور پھر وہ بدایوں سے بمعیت جناب حکیم محمد ممتاز الدین صاحب مرحوم و مغفور قریب بیس یا پچیس آدمی مسلح اور دو بہلیاں ایکر الوپ سہر کو روانہ ہوئے پندرہ یا بیس روز سے زیادہ عرصہ تک ہمکو اور ہمارے جد امجد کو معہ قبائل الوپ سہر قیام کرنا پڑا اور جو کچھ زیور وغیرہ مستورات کا تھا وہ فروخت کرکے بہ ایام گزاری کے ہر روز ہم قاضی کے مکان سے نکل کر دریاے گنگا کے کنارہ پر گھاٹ پر جاکر دیکھتا تھا کہ کوئی وطن سے ہمارے لینے کے لئے آیا ہی یا نہیں چونکہ قاضی صاحب کے مکان سے دریا کا (بقیہ نوٹ صفحہ ۳۴۷)

وکرنیل جون پرگنہ اوسہت وسلیم پور ہوتے ہوئے اور رام گنگا کو عبور کرکے ۲ مئی کو ضلع چھوڑکر واسطے ملنے کمانڈر انچیف کے میران پور کٹرہ ضلع شاہجہان پور میں داخل ہوئے - قبل ضلع چھوڑنے کے مسٹر ولسن نے راجپوتوں کو جو وفادار تھے تحصیل داتا گنج کا مہتمم مقرر کیا اور دوسرے تین شخصوں کو

(بقیہ نوٹ صفحہ ۳۴۶) کنارہ قریب تھا اس لیئے روزانہ جاکر انتظار آنے والوں کا رہتا تھا - آخر ش ایک روز میں نے اس کنارہ سے دوسرے کنارہ کی طرف دیکھا تو اپنے والد ماجد اور ماموں صاحب قبلہ اور پیر بخش وولی محمد جو ہمارے خاندان کے قدیمی متوسل اور نمک حلال اور جانباز تھے اُن کو پہچانا اور خوشی کے مارے اپنی دادی صاحبہ سے جاکر خبر کی - میں نہیں کہہ سکتا ہوں کہ اُسوقت خوشی کا کیا عالم تھا جب وہ قافلہ کشتی پر سوار ہو کر اس پار آگیا اطمینان ہوا اور پھر وہاں سے ایک روز کے بعد ہم سب لوگ گنور ضلع بدایوں کی حدود میں پہنچے اور خدا خدا کرکے قصبہ گنور آئے اور وہاں سرائے میں مقیم ہوئے اثنا راہ میں جو زمیندار جناب حکیم محمد ممتاز الدین صاحب مرحوم کے بوجہ اُن کے پیشہ طبابت کے سابق کے شناسا تھے وہ اپنے آدمیوں کو ہماری محافظت کے لیئے ساتھ کردیتے تھے اس کمبخت سرائے گنور میں کچھ سامان کھانا پکانے کا یا کوئی بھٹیاری پکانے والی نہ تھی غرضکہ وہ رات مشکل سے گزاری جو کچھ ناشتا ساتھ تھا اُس پر سب نے اکتفا کیا وہاں سے صبح کو چلکر شام کو سہسوان میں آئے اور یہاں رات کو رہے پھر سہسوان سے چلکر تیسرے دن بخیریت تمام بدایوں پہونچ گئے اور گھر میں داخل ہوئے - وطن میں آکر بھی صورت اطمینان کی نظر نہ آئی اور سفر در وطن کا مضمون پیش آیا یعنی تمام عمائد شہر نے اپنے اپنے مکانات چھوڑ کر دیہات میں پناہ لینا شروع کردی تھی - موضع کلپیا عرف فصیح آباد جس کو ہمارے جد امجد یعنی محمد فصیح الدین المخاطب بہ فصیح اللہ خاں نے (بقیہ نوٹ بصفحہ آیندہ)

بدایوں و بلسی و اُجھیانی کا پولیس افسر مقرر کیا اور اسی قسم کی تقرریاں وسط
مئی تک عمل میں آئیں۔ کمشنر بریلی کی درخواست پر جبکہ امن قایم ہو گیا شیخ
محمد شرف الدین جو بعد کو سی ای ای ہوئے چند روز کے لئے تحصیلدار بدایوں
کے مقرر کئے گئے۔ مسٹر کارمیکل مجسٹریٹ و کلکٹر بدایوں مقرر ہوئے پھر انتظام

(بقیہ نوٹ صفحہ ۳۴۴) عہد محمد شاہ بادشاہ میں اپنے نام سے آباد کیا تھا اور معافی دائمی نسلاً بعد نسل ہی
اور اس میں مسلمان جو آپ کو شیخ کے لقب سے ملقب کرتے ہیں آباد ہیں۔ اس موضع میں ہمارے خاندان
کی عورات و مرد شہر چھوڑ کر چلے گئے اور وہاں رہنا شروع کیا یہ موضع شہر سے چار کوس دریا سوت
کے کنارہ پر جانب مشرق مائل بہ گوشہ جنوب ہے وہاں چھپروں کے مکانات ہیں کئی روز تک ہمارا
قافلہ رہا اور اُن شیخوں نے جو ہماری رعایا ہیں کمال درجہ ہماری حفاظت کی اور اپنے مکان خالی کر دیئے
پھر جب ککرالہ کی لڑائی ہوئی جسکو ہم اس کے پہلے اصل کتاب میں لکھ چکے ہیں اور ککرالہ واقع موضع دونری رسولپور
جو ملحق موانہ کلیبا کے ہے اور کثیر حصہ اس موضع کا بھی اب ملکیت راقم میں آگیا ہے فوج باغیوں کی
اور غازی لوگ ککرالہ کو جاتے تھے اور ککرالہ ہمارے قیام گاہ سے چار پانچ کوس تھا جب وہاں توپ
و بندوق چلنا شروع ہوئی تو اس کی آوازیں برابر چلی آتی تھیں اور جب فوج نواب کی بھاگ کر
اُدہر کو آتی تھی جس سے وہ مقام امن بھی جائے مخدوش ہو گیا اور وہاں سے ہمکو بھی دوسرے
مقام کو روانہ ہونا پڑا۔ انتہا پریشانی اور بے سروسامانی کی حالت میں معہ سب زن و مرد شیخوپور کی طرف
چلے وہاں سے ہ معلی تھا اُس کو جائے امن خیال کر کے چلا۔ خیال تھا کہ چونکہ شیخ محمد شرف الدین صاحب
نے خیر خواہی سرکار کی تھی اس لئے شیخوپور کو فوج سرکاری تباہ نہیں کریگی۔ چونکہ مورد اتحاد حضرات
شیخوپور سے بسبب بدایوں ہونے کے تھا۔ انہوں نے ہم مہمانان ناخواندہ کی انتہا درجہ (بقیہ نوٹ صفحہ آئندہ)

بریلی سے چند اور راجپوتوں کو مقام سہسوان اور کوٹ اور بلسی و بسولی کے مقامات پر مقرر کیا۔ اسلام نگر کے مقام پر جو باقی ماندہ باغی رہ گئے اُن کو نواب رامپور کی فوج نے جو ماتحتی جنرل حکیم محمد سعادت علیخاں رئیس آنولہ کے تھی پسپا اور منتشر کر دیا اور رام نراین سرگروہ باغیوں کا وہاں مارا گیا۔

(بقیہ نوٹ صفحہ ۳۴۸) خاطرداری کی اور شیخ صاحب موصوف نے اپنے زنانہ محل سرا کو خالی کر دیا اور اپنی زنانی سواریوں کو دوسرے مکان میں کیا اور ہم وہاں چند روز بخیر و عافیت رہے پھر جب تسلط سرکار انگلشیہ کا شہر میں ہوگیا۔ اپنے مکانات میں آئے اب بحکم گورنمنٹ شہر میں روشنی ہوئی کوئی گلی اور کوچہ و مکان باقی نہ رہا اور آتشبازی عمدہ قسم کی چھوڑی گئی اور اب جن لوگوں نے ملازمت نواب کی کی تھی اُن کی دار و گیر شروع ہوئی جسکا مفصل حال اصل صفحات تاریخ میں مذکور ہے۔

دسمبر ۱۸۵۸ء میں ایک خط عم راقم مولوی محمد عزیز الدین صاحب نے مرزا غالب کو دہلی کا حال دریافت کرنے کی غرض سے لکھا تھا اُس کا جواب جو مرزا نوشہ غالب نے اُن کو لکھا تھا اگرچہ وہ اصل خط دستیاب نہیں ہوا لیکن اُس میں کے چند فقرے ہم اپنی یاد سے لکھتے ہیں مرزا صاحب نے تحریر فرمایا تھا کہ "مولوی صاحب کیسے صاحبزادوں کی سی باتیں کرتے ہو دہلی کو ویسا ہی آباد سمجھتے ہو۔ تمہارے دیوان خانہ میں جو چھوٹی بیگم رہتی تھی وہ رہتی ہے میاں کالے صاحب کے مکان میں اسپتال ہے شہر میں ہندو ہی ہندو نظر آتے ہیں مسلمان خال خال ہیں انہیں میں میں ایک روسیاہ ہوں۔ کھیمی حلوائی کی دکان میں کتے لوٹتے ہیں" اور بھی فقرے ایسے ہی تھے جواب راقم کو یاد نہیں رہے۔ بیگم سے مراد وہی بیگم صاحبہ ہیں جن کا ذکر پہلے ہوچکا ہے۔ کھیمی حلوائی ہمارے دیوان خانہ کے متعلق جو دکانات ہیں اُن میں بیٹھا کرتا تھا اور اُس کی مٹھائی شہر میں مشہور تھی۔ (بقیہ نوٹ بصفحہ آئندہ)

۲۷ مئی کو دو ہزار باغی سوار معہ پندرہ ہاتھیوں کے اس ضلع سے نکلکر جا بلٹی کی
طرف گنگا کے کنارہ پر جاتے تھے اُنہوں نے اپنے آپ کو تانتیا راؤ باغی کا ساتھی
ظاہر کیا وہ سب باغی جھانسی کے رہنے والے تھے پرگنہ اوسہت سے گزر کر
شاہجہاں پور کی طرف گئے اور وہاں سے اودہ کی طرف بھاگ گئے۔ اس قسم کی

(بقیہ نوٹ صفحہ ۳۴۹) دہلی کا قبل غدر کمال درجہ پر عروج ہو گیا تھا ہر قسم کے صاحب علم و فضل اور اہل
موجود تھے میں نے اُس وقت کی رونق کو دیکھا اور پھر بعد غدر بھی جاکر دیکھا تو زمین و آسمان کا فرق
پایا۔ بقول شاعر کے ؎ میں نے دیکھا ہی ملا کب کو خریدار اُس کا + میں نے چلتی ہوئی دیکھی ہے دکان دہلی۔
اب ہم اس جملہ معترضہ کو تمام کرتے ہیں۔ مگر یہ بات بھی یہاں ظاہر کرنے کی قابل ہے کہ جب ہمارے
خاندان میں کسی نے بغاوت نہیں کی تو دہلی کے مکانات و دکاکین و املاک کیوں جاتی رہیں اُس کا یہ
حال ہے کہ قبل غدر کسیقدر روپیہ ہمارے دادا صاحب نے وہیں کے ایک شخص تراب علی نامی سودخوار سے
قرض لیا تھا اور تمسک استغراقی مکانات کا لکھدیا تھا جب غدر ۱۸۵۷ء ہوا اور سرکاری عملداری ستمبر
۱۸۵۷ء کو پھر ہوئی اُسوقت اہل دہلی اپنے اپنے مکانات چھوڑ کر بھاگے ہوئے تھے و اولیکا زمانہ تھا بندوبست
پنجابی ہو گیا دہلی متعلق پنجاب احاطہ کی گئی اُس ناحق اپنی شخص دائن نے ہمارے دادا صاحب کو مفقود الخبر
ظاہر کر کے نالش [illegible] کی اور دہلی کے مکانات پر اطلاعنامہ چسپاں کرا دیا جس کی خبر بدایوں میں ہمارے
بزرگ کو نہ ہوئی اور یکطرفہ ڈگری حاصل کر کے مکان دیوان خانہ و مکان زنانہ و رتھ خانہ وغیرہ نہایت
کم قیمت میں نیلام کرا کے خود خرید لی۔ اُسوقت خریدار کون تھا جو بولی بولتا کہ رعایا جو رہتی تھی اُن کی
اراضیات رہ گئیں۔ وہ خود مالک بن گئے البتہ املاک … بھی ہو … باقی رہ گئی تھیں جو بعد
کئی سال کے ہمارے چچا صاحب نے بیع کر ڈالیں کیونکہ ان کا اب کچھ تعلق نہ رہا تھا (بقیہ نوٹ صفحہ آئندہ

بد امنیاں آخر مئی ۱۸۵۸ء تک قایم رہیں - شروع جون ۱۸۵۸ء سے پورا امن سمجھنا چاہیئے - تیسری جون کو باڈی گارڈ و کوک کی فوج کا دستہ شاہجہانپور سے اوسہت میں آیا وہاں سے اور تین گانوں باغیوں کے جو سڑک کے کنارہ تھے جلاکر ۶ جون کو بدایوں پہونچے - یہاں مسٹر اکلس کے حکم سے

(بقیہ نوٹ صفحہ ۳۵۰) ان املاک کی تحقیقات میں تھے ایک قضیہ نامرضیہ پیش آیا ایک ملک میں ہمارے والد ماجد مرحوم حکیم محمد سعید الدین کا نام بشمول نام جد امجد و چچا وغیرہ کے داخل تھا اور تحقیقات معافی دار دل کی شروع تھی کہ آیا معافی دار تو باغی نہیں ہوا یہ تحقیقات ایک یورپین غصہ ناک شخص کے سپرد تھی اور اُس نے ایام غدر میں جو اپنی ہم قوموں کو گرفتار ہوتے اور مارے جاتے دیکھا اُس کو ذرا ذرا بات پر شبہ ہوتا تھا - جب ہمارے والد کا نام آیا تو اُس کو یہ شبہ ہوا کہ محمد سعید ایک شخص کی مہر فتوے جہاد پر جو دہلی کے رہنے والے تھے دفتر میں برآمد ہوئی تھی صاحب بہادر نے فرمایا کہ محمد سعید وہی شخص ہے جس نے محضر پہ مُہر کی تھی میرے دادا صاحب وقت تحقیقات موجود تھے اُنہوں نے عرض کی کہ حضور اسکا نام محمد سعید الدین ہے محمد سعید نہیں ہے اور وہ ایام غدر میں دہلی نہ تھا بلکہ رام پور اور آنولہ تھا لیکن صاحب نے حکم حاضری اصالتًا کا دیا جب والد کو یہ خبر ہوئی تو والد مرحوم نے حکیم محمد سعادت علی خاں بہادر رئیس آنولہ جن کے ساتھ وہ ایام غدر میں رہے اُن سے تذکرہ کیا اُنہوں نے اپنی تصدیق لکھکر اور نواب صاحب بہادر جنت آشیاں یوسف علیخاں بہادر مرحوم مغفور والئے ریاست رام پور کی مہر و دستخط مزین فرماکر وہ کاغذ روانہ کیا کہ حکیم محمد سعید الدین ہمارے ہاں ایام غدر میں رہے اور وہ خیر خواہ سرکار ہیں جب یہ کاغذ پیش ہوا اُسوقت بھی صاحب کو یقین نہ ہوا اور فرمایا کہ مسلمان مسلمان کے بچانے کی کوشش کرتا ہے اُس کو حاضر آنا چاہیئے تب تو مایوسی ہوئی (بقیہ نوٹ صفحہ آئندہ)

چند باغی پکڑے گئے۔ ۸ رجون کو کارمیکل صاحب بدایوں پہونچے دوسری فوج کا ایک دستہ بریلی سے کرنیل ولکنسن صاحب کے ساتھ آیا دونوں فوجوں نے دوسرے دن مرادآباد کی طرف کوچ کیا۔ پھر کچھ گانؤں باغیوں کے جلائے گئے اور صاحب موصوف نے گنور وسہسوان کا دورہ شروع کیا اثنار دورہ میں

(بقیہ نوٹ صفحہ ۳۵۱) کہ اتنی بڑی صفائی پر کچھ خیال نہ ہوا تو کیا امید جاں بری ہے پھر بدایوں سے مسٹر کارمیکل صاحب بہادر مجسٹریٹ ضلع بدایوں کے روبرو رؤسا بدایوں نے محضر بنا کر پیش کیا اور اُنھوں نے تصدیق کرکے بھیجدیا کہ یہ شخص دہلی نہیں گیا تھا اور پھر بھی عذر غیر حاضری مسموع نہوا الغرض والد ماجد کو بدایوں سے جانا پڑا صاحب والد یہاں سے گئے ہیں تب مایوسی ہم لوگوں کو تھی کہ اب دیکھئے سلامت آتے ہیں یا نہیں پھر دہلی پہونچکر یہ حاضر حضور صاحب مجسٹریٹ بہادر کئے ہوئے اُنہوں نے دریافت کیا کہ تمہارا کیا نام ہے اپنا نام بتایا اور اپنی مہر کے کاغذات جو قبل غدر کے تھے اور اُن پر مُہریں تھیں پیش کیا کہ میری مہر میں محمد سعید الدین ہے اور فتوے پر محمد سعید صرف مُہر میں تھا۔ پھر تحقیقات کے لئے یہ معاملہ تحصیلدار دہلی کے سپرد ہوا ایک شخص کھتری یا بنئے تحصیلدار دہلی کے تھے جب اُن کے پاس والد و دادا صاحب گئے تو وہ دیکھکر سر قد اُٹھ کھڑے ہوئے اُنھوں نے فرمایا کہ میں جناب حافظ یعنی ہمارے والد کے جد امجد کا شاگرد ہوں آپ کا کیا کام اُن سے سب قصہ کہا کیا اُنہوں نے تحقیقات کرکے خود جاکر صاحب سے کہا کہ یہ شخص اور ہیں اور یہ بمقام دہلی ایام غدر میں نہ تھے تب صاحب کا تکدر رفع ہوا اور اُس بلائے ناگہانی سے نجات پائی اور معافی بدستور قایم رہی

دو مشہور باغیوں کے گاؤں جلا دئے اور بہت سے لوگوں کو قید کر لیا۔
۳ جون کو اسلام نگر پہونچے اور چند باغیان زخمی کو جو نواب رام پور کی فوج سے مقابلہ میں زخمی ہوئے تھے اُنکو گولی سے مار دیا۔ بیچر کوک صاحب کی فوج چندوسی سے مراد آباد کوچ کر گئی اور قایم مقام مجسٹریٹ موصوف گنور اور سہسوان کا دورہ کرتے ہوئے شروع ماہ اگست میں بدایوں واپس آئے۔ اُس وقت سے اس ضلع کا بخوبی انتظام ہو گیا اور مال گذاری وصول ہونے لگی۔
اب دارو گیر کا بازار گرم ہوا جس شخص کی نسبت ثابت ہوا کہ اُس نے سرکار سے بغاوت کی تھی یا شریک تھا اُس کو سزائیں دی گئیں چنانچہ نقشہ ذیل سے باغیان سزا یافتہ کا شمار واضح ہوگا۔

میزان کل اشخاص سزا یافتہ	تعداد اشخاص جن کے بید لگائے گئے	تعداد اشخاص جو میعادی قید ہوئے	تعداد اشخاص جو دائم الحبس ہوئے	تعداد اشخاص جنکو پھانسی دی گئی	تعداد اشخاص جو قتل کئے گئے
۵۳۷ نفر	۲۷۰ نفر	۱۲۵ نفر	۴ نفر	۱۱۷ نفر	۲۱ نفر

نقشہ جایداد منضبطہ باغیان

	متفرق قطعات	موضع مسلم	
	۴۰۵	۲۴ موضع	

جو حقیت باغیوں کی ضبط ہوئی اُس کا بڑا حصّہ اُن لوگوں کو عطا ہوا جو خیرخواہ خیال کئے گئے۔ اور بقیہ جائداد ایک لاکھ پندرہ ہزار دو سو باسٹھ روپیہ کی نیلام کی گئی۔ اور جو تھوڑی باقی رہی وہ قبضہ سرکار میں رہی جیسا نقشہ ذیل سے واضح ہوگا۔

تفصیل حقیت جو ضبطی میں رہی اور واگزاشت نہ ہوئی		تفصیل حقیت جو خیرخواہوں کو دی گئی		تفصیل حقیت جو نیلام ہوئی			تفصیل جائداد جو خیرخواہوں کو دیکر اور بعد نیلام باقی رہی	
مسلم	قطعات	مسلم	قطعات	مسلم	قطعات	زر نیلام	مسلم	قطعات
۲۲ موضع	۳۱۸	۲۱ موضع	۸۲	۱ موضع	۲۴۵	۱۱۷۰۳۴	۰	ایک

علاوہ جمعیت مذکورہ کے مکانات اور زیور طلائی و نقرئی باغیوں کا ضبط سرکار ہو کر نیلام ہوا۔ چنانچہ نقشہ ذیل سے مفصل معلوم ہوگا۔

تعداد مکانات ضبط شدہ	تعداد مکانات نیلام شدہ		مکانات غیر نیلام شدہ باقی رہے	تعداد زر نیلام زیور ضبط شدہ	میزان کل
	تعداد قطعات	تعداد زر ثمن نیلام			
۵۳۶	۵۳۶	۴۴۱۴۵	×	۱۰۵۵۵	۵۴۷۰۰

علاوہ اس کے بیس ہزار روپیہ باشندگان شہر خاص بدایوں سے بطور تاوان
کے لیا گیا اور نو ہزار تین روپیہ سکنائے بدایوں کو اور ایک ہزار تین سو تین روپیہ
سکنائے داتاگنج کو اور دو سو بیالیس روپیہ سکنائے سہسوان کو اور ایک سو
تین سکنائے گنور اور ۸۴ روپیہ سکنائے بسولی کو عوض نقصان کے مرحمت ہوا۔
اور واضح رہے کہ ایام غدر ۱۸۵۷ء میں سرکاری خزانہ سے رقومات مفصلۂ ذیل جو
بلوائیوں نے غارت کردیں وہ نقشہ ذیل سے واضح ہونگی۔

نام تحصیل	تعداد مال مغروقہ	نام تحصیل	تعداد مال مغروقہ	کیفیت
خزانہ صدر کچہری کلکٹری بدایوں	یک لاکھ [illegible] ۱۲ر۹ر۱	خزانہ گنور	[illegible]	
خزانہ بسولی	[illegible] ۱۸۴۱	تحصیل بدایوں	۱۱ر۱ر۱	
تحصیل سہسوان	[illegible] ۶ر۹ر۶	تحصیل داتاگنج	[illegible]	

میزان کل یک لاکھ [illegible] ۱۲ر۷ر۱

پس از روئے حساب جسقدر رقومات جرمانہ و حرجانہ و زر نیلام جائداد منقولہ و غیر منقولہ
سے وصول ہوئیں اُس کی تعداد دو لاکھ ۲ ہزار پانچسو دو روپیہ ہوئے اور سرکاری
نقصانات خزانہ جات کا تخمینہ یک لاکھ اونتیس ہزار چھ سو ننانوے روپیہ چودہ آنے

سات پائی تھا اس حساب سے ڈیڑھ ہزار آٹھ سو دو روپیہ ایک آنہ ۵ پائی زائد وصول کیے گئے اور علاوہ اس جائداد کے جو خیرخواہی میں ضبط ہو کر عنایت کی گئی۔

بداؤں بعد غدر

غدر کے متعلقین کی جزا اور سزا کی گرم بازاری کے بعد مسٹر کارمیکل صاحب بہادر ولایت تشریف لے گئے اُس کے بعد ضلع کا انتظام مسٹر واٹر فیلڈ آخر اپریل سنہ ۱۸۶۳ء تک کرتے رہے بعد یکم مئی سنہ ۱۸۶۳ء لغایت ۳۱ اکتوبر سنہ ۱۸۶۳ء تک مسٹر کلارک کلکٹر و مجسٹریٹ رہے۔ انہیں سنین میں قحط نمودار ہوا شروع اگست سنہ ۱۸۶۰ء میں نرخ غلہ گندم ۱۰ سیر فی روپیہ بوزن اسّی روپیہ کلدار ہوگیا تھا جسکا وزن چھیانوے روپیہ کے سیر سے چھٹانک کم سوا آٹھ سیر اور غلہ جو کا ۱۳ سیر وزن اسّی کلدار سے اور چنا پونے دس سیر اور باجرہ پونے تیرہ سیر اور چاول ساڑھے نو سیر فروخت ہوا۔ ستمبر سے فروری سنہ ۱۸۶۱ء تک غلہ کا نرخ اسی قدر یا کچھ کم رہا۔ مارچ سنہ ۱۸۶۱ء سے ساڑھے بارہ سیر بوزن سرکاری گندم فروخت ہوا اور اکتوبر سنہ ۱۸۶۱ء میں ۲۱ سیر تک فروخت ہوا۔ امدادی کام اس قحط میں جاری ہوا اور اُس میں ایک ہزار نوسو نتالیس روپیہ دس آنہ ۶ پائی چوراسی ہزار پچاسی محتاجین پر صرف ہوئے فی آدمی ساڑھے گیارہ پائی اوسط پڑا اور دو ماہ تک قحط سالی کا کام جاری رہا۔ مرمت سڑک بریلی کا کام بھی اسی قحط سالی میں ہوا جو لوگ لائق مزدوری نہ تھے وہ محتاج خانہ بداؤں میں اور دیگر مقامات میں

رکھے گئے۔ ستمبر ۱۸۶۱ء میں محتاج خانہ بند ہو گئے۔ پردہ نشین عورتوں کو
بھی ایک خاص قسم کی مدد دی گئی۔ سوت کاتنے کے واسطے دیا گیا اور وہ سوت بازار
میں فروخت ہو جاتا تھا۔ چار سو بارہ عورتیں پردہ نشین تھیں اُن کی پرورش
میں چھپن ۵۶ روپیہ چودہ آنہ صرف ہوا۔ اور سوت کی قیمت ۴۲ روپیہ وصول ہوئی۔
دیگر کام محتاجوں سے مثل دری نوار بُننے کا لیا گیا جو نہایت کمزور تھے اُن کی آمدنی
مبلغ ۲ر۶ ہوئی۔ قحط زدوں کی پرورش کو ضلع سے چندہ ماہواری دو ہزار پانچسو
دو روپیہ چھ آنہ چھ پائی اور یکمشت چندہ تین سو پینسٹھ روپیہ ۲ر۶ پائی جملہ دو ہزار
آٹھ سو ستر سٹھ روپیہ خزانہ وصول ہوا اور سرکار نے دو ہزار سات سو اکہتر
روپیہ پندرہ آنہ اور سنٹرل کمیٹی آگرہ نے اٹھارہ ہزار روپیہ عنایت کیے
اور ایک سو اکیاسی روپیہ سات آنہ نو پائی آمدنی متفرقات ہوئی جملہ
تئیس ہزار آٹھ سو اکیس روپیہ پندرہ آنہ نو پائی ہوا۔ منجملہ اُس کے اکیس ہزار
ایک سو چھ ۱۰۶ روپیہ تیرہ آنہ چار لاکھ اُناسی ہزار نو سو چھبیس محتاجوں کی پرورش
میں صرف ہوا۔ اس سال کے قحط میں جرایم ڈاکہ زنی وغیرہ نہیں ہوئے اور
نہ باشندگان کی طرف بھاگے بلکہ مارواڑ کی طرف سے کچھ آدمی اس ضلع میں
آئے اور یہاں ہی رہنے لگے۔ علاوہ اس کے سنٹرل کمیٹی آگرہ نے پندرہ
ہزار روپیہ بغرض دیئے جانے تقاوی کاشتکاروں کو عطا کیا۔ دو سو اڑسٹھ
دیہات میں یہ تقاوی تقسیم ہوئی اور بعد کو یہ معاف کر دی گئی اوسط فی کس
باشندگان دیہات کے حساب سے جس کو دی گئی تھی چار روپیہ آٹھ آنہ فی کس
ہوئی۔ ٹھاکروں کی زمینداریوں پرگنہ سہسوان کے ساٹھ گانوں میں جو خراب تھے دس ہزار

اڑتیس روپیہ پندرہ آنہ ۶ پائی مال گذاری ایام غدر ۱۸۵۷ء سے جو باقی چلی آتی تھی
وہ معاف ہوگئی۔ لیکن اس سال کی قحط کی مال گذاری کچھ معاف یا ملتوی نہ ہوئی۔
یکم نومبر سنہ مذکور سے پھر ضلع کا چارج مسٹر کارنیبل کو ملا۔ آپ کے اس زمانہ کے
عہد حکومت میں قابل تذکرہ عشرہ محرم کا واقعہ ہے جو ۱۸۶۳ء میں گذرا۔ ایک
کوچہ حسینی گلی کے نام سے مشہور ہے وہاں قدیم سے شہر کے تعزیہ دار علم ۸ محرم
کو لیکر معہ مجمع کثیر و ماتم و باجے کے جاتے ہیں اور اُس گلی میں ایک مندر ہندوؤں
کا ہے اتفاقاً جب علم و مجمع وہاں پہونچا تو ایک درخت نیب جو مندر میں
واقع تھا اُس کی شاخیں راستہ میں علموں کے سبب سے لیجاتے میں ہارج
تھیں مسلمان تعزیہ داروں نے اصرار کیا کہ یہ شاخیں کٹوا دی جائیں سپرنٹنڈنٹ
پولیس نے صاحب مجسٹریٹ ضلع کو اطلاع دی اُنہوں نے یہ حکم دیا کہ شاخ ہائے
نیب کاٹی نہ جائیں۔ لیکن عوام جہال نے نہ مانا اور کچھ لوگ درخت پر چڑھ گئے اور
رسّی شاخوں میں ڈالکر یا حسین کہکر وہ شاخیں نیب کی توڑ ڈالیں۔ اُسوقت
صاحب سپرنٹنڈنٹ نے بوجہ اندیشہ بلوہ کے سکوت اختیار کیا الا اُس کے دوسرے
دن حکم مجسٹریٹ ضلع کا ہوا کہ سب تعزیہ دار اور جو سرغنہ اُن لوگوں کے ہیں وہ طلب
ہوں اور مچلکے لئے گئے۔ اب شب عشرہ کو تعزیہ داری بند ہوگئی۔ پھر اُس حکم کا
اپیل تا بہ لفٹنٹی گیا لیکن کچھ نہ ہوا گورنمنٹ نے یہ حکم دیا کہ مجسٹریٹ نے تمہاری
تعزیہ داری بند نہیں کی تھی تم نے خود تعزیہ نہ نکالے اب کوئی دوسری
تاریخ مقرر نہیں ہوسکتی ہے الغرض اُس سال عشرہ محرم نہ ہوا عوام الناس کو
بہت رنج و الم ہوا اور تعزیہ اُن کے گھروں میں ویسے ہی رکھے رہنے۔ دوسرے

سال صاحب سے لوگوں نے کہا کہ حضور ہمارے تعزیہ ہر سال بھر سے ویسے ہی رکھے
ہیں ہم لوگ دعا کریں گے کہ حضور کے اور بابا لوگ پیدا ہوں حضور ہمارے محلے نہیں
ہم کوئی نافرمانی حکم میں نہ کریں گے اور اجازت مثل سابق آیندہ قدیم کے ہمکو
تعزیہ داری و علم داری کی عطا کریں صاحب بہادر نے رحم فرما کر اُن کی درخواست
قبول فرمائی اور خود اپنی جیب سے کچھ صرف کر کے ایک سبیل شربت شکر کی
کرا دی اُس سال کثرت سے مجمع ہوا کہ کبھی عشرہ میں اسقدر نہ ہوا تھا اور بخیر و خوبی
وہ عشرہ تمام ہوا عوام الناس صاحب کو اور اُن کی میم صاحبہ کو دعائیں دیتے
تھے حسن اتفاق سے اُسی سال صاحب مجسٹریٹ بہادر کے ہاں ایک لڑکا پیدا
ہوا تو سب لوگ تعزیہ دار صاحب بہادر کو مبارکباد دیکر کہتے تھے کہ ہماری
اس دعا کا اثر ہے جبتک مسٹر کارمیکل صاحب رہے عشرہ محرم خوب ہوتا رہا
اور کسی ہندو مسلمان میں کبھی کوئی رنجش نہ ہوئی۔ مسٹر کارمیکل صاحب کو
اہالیان بریلی سے اور بریلی والوں کو اُن سے بہت اُنس رہا بعدہٗ
مسٹر کارمیکل اعلےٰ عہدہ پر ترقی پاکر (جو آخر میں صدر بورڈ ہوئے) ۱۸۷۰ء میں یہاں
سے تشریف لے گئے اور حسب ذیل کلکٹر ضلع تشریف لائے چونکہ ان صاحبان
کے وقت میں کوئی خاص واقعہ قابل تذکرہ نہیں ہے اس لئے ایک مختصر فہرست
کا دینا ہم کافی سمجھتے ہیں۔

فہرست صفحہ آیندہ پر ملاحظہ ہو

نمبر	نام کلکٹر	تاریخ آمد	تاریخ چھوڑنے ضلع کی	کیفیت
۲۵	مسٹر ایس ایس ملول	مارچ ۱۸۷۰ء	اپریل ۱۸۷۳ء	
۲۶	مسٹر ایم ڈبلیو سینڈس	اپریل ۱۸۷۳ء	اپریل ۱۸۸۱ء	یہ کلکٹر بہت ہوشیار اور تجربہ کار تھے ان کے عہد میں میونسپلٹی بدایوں کو بہت رونق ہوئی انہوں نے کل شہر کے اندر گلی اور کوچہ میں پختہ کھر نجہ اور نالیاں میونسپلٹی کے صرف سے تعمیر کرائیں اور صفائی میں بہت ترقی ہوئی انہیں کے عہد (۱۸۷۷ء) میں ایک قحط عظیم واقع ہوا بہت کثرت سے آدمی فوت ہوئے۔ اگرچہ صاحب موصوف نے بہت کچھ مدد قحط زدوں کی کی اور محتاج خانہ جاری کیا تاہم کثرت اموات سے مردم شماری کم ہوئی جسکا مفصل حال مردم شماری کے حالات میں لکھا گیا ہی - تدارک صاحب

نمبر شمار	نام کلکٹر	تاریخ آمد	تاریخ چھوڑنے ضلع کی	کیفیت
				اسوقت جائینٹ مجسٹریٹ تھے اُنہوں نے کلکٹر ضلع کے خلاف گورنمنٹ کو اطلاع دی تھی کہ انتظام قحط کا عمدہ نہیں ہوا اسپر صاحب ضلع سے دریافت ہوا اُنہوں نے مناسب جواب گورنمنٹ میں بھیجدیا اسپر صاحب ضلع اور جائینٹ مجسٹریٹ صاحب میں نااتفاقی ہوگئی آخر کار جنٹ مجسٹریٹ موصوف تبدیل ہوگئے - ان کے عہد کا ایک اور واقعہ قابل تذکرہ ہی - سینڈس صاحب بہادر کو ایک روز بعد کھانا کھانے کے قی ہوئی ڈاکٹر صاحب نے زہر کا اثر تجویز کیا ممتحن کیمیا نے تے کے اجزا زہر کے بتلائے پولیس نے تحقیقات شروع کی مولا نامی جو صاحب کے باورچی خانہ میں اپنے باپ کے پاس

نمبر	نام کلکٹر	تاریخ آمد	تاریخ چھوڑنے ضلع کی	کیفیت
				کام کرتا تھا پولیس کے روبرو اُس نے بیان کیا کہ ابوسعید خاں نامی ساکن سرائے جالندھری نے ایک پڑیا دی تھی کہ صاحب کے کھانہ میں ڈالدو اُس کے بیان پر ابوسعید خاں ماخوذ ہوکر سپرد فوجداری ہوئے تحقیقات کامل اس مقدمہ کی ہوئی پولیس نے وجہ زہر دینے کی یہ ظاہر کی تھی کہ ابوسعید خاں نے ایک اپنے رشتہ دار کی ضمانت نیک کی تھی جو قید میں تھے - یہ امر صاحب مجسٹریٹ کو ناگوار تھا اور وہ اُس سے ناراض ہوئے تھے اسپر ابوسعید خاں نے اپنے محلہ کے رہنے والے لڑکے یعنی مولا سے زہر دلوایا الا مسٹر سینڈس صاحب نے اپنے اظہار حلفی میں اپنا شبہ ابوسعید خاں

نمبر	نام کلکٹر	تاریخ آمد	تاریخ چھوڑنے ضلع کی	کیفیت
				پر ظاہر نہ کیا تھا اور کوئی شہادت بجز اقبال مولا ملزم کے نہ تھی مولا بعبور دریائے شور سزا یاب ہو ابو سعید خاں بری کیئے گئے اور صاحب بہادر بھی زہر کے اثر سے مامون رہے۔ انہیں کے عہد مجسٹریٹی میں جنرل نیاز محمد خاں جنکا ذکر ہم حالات غدر میں لکھ آئے ہیں اور جو بعلت بغاوت مفرور تھے گرفتار ہوکر واسطے تجویز و تحقیقات کے سپرد فوجداری ہوئے اور اُن کے مقدمہ کی پیروی کی لئے مسٹر کامیکل صاحب بطور پبلک پراسیکیوٹر مامور کیئے گئے اور نیاز محمد خاں پر جرم ثابت ہوکر سزائے موت تجویز ہوگئی لیکن ہائی کورٹ سے حبس دوام بعبور دریائے شور کی سزا قایم رہی۔ چنانچہ وہ جزیرہ انڈمان

نمبر شمار	نام کلکٹر	تاریخ آمد	تاریخ چھوڑنے ضلع کی	کیفیت
				کو بھیجے گئے اور وہیں اُن کا انتقال ہو گیا۔
۲۷	مسٹر جی اٹیمس	اپریل ۱۸۹۱ء	فروری ۱۸۹۳ء	
۲۸	مسٹر سی ایف ہال	فروری ۱۸۹۳ء	۲۵ ستمبر ۱۸۹۴ء	
۲۹	مسٹر سی ای کانی بیر	۲۶ ستمبر ۱۸۹۴ء	۲۶ اکتوبر ۱۸۹۴ء	
۳۰	مسٹر سی ایف ہال	۲۷ اکتوبر ۱۸۹۴ء	۲۶ ستمبر ۱۸۹۵ء	
۳۱	مسٹر سی ای کانی بیر	۲۷ ستمبر ۱۸۹۵ء	۱۷ نومبر ۱۸۹۵ء	
۳۲	مسٹر سی ایف ہال	۱۷ نومبر ۱۸۹۵ء	۲۴ مارچ ۱۸۹۶ء	

عشرہ محرم و دسہرہ کا اقتران (۱۸۹۵ء)

چونکہ بہرائچ کی تاریخ میں یہ واقعہ خاص سمجھا جاتا ہے اس لئے فہرست سے علیحدہ اس کو ہم خاص طور پر تفصیل سے بیان کرنا چاہتے ہیں کیفیت یہ ہے کہ اس وقت مسٹر کانی بیر قایم مقام مجسٹریٹ ضلع تھے اہلِ ہنود قدیم سے رسم دسہرہ اس طرح ادا کرتے تھے کہ موضع بنگلہ متوفی میں شہر سے باہر رام لیلا بنا کرتا تھا اور چودھری محلہ سے ایک روز کچھ سامان دسہرہ کا جاتا تھا اور بنگلہ میں دسہرہ کے دن راون ولیلا جلائی جاتی تھی اور کچھ گولے آتشبازی کے چھوڑ دیتے تھے پھر دوسرے بازار میں ہو کر لوٹ آتے تھے الا دنگل روز برابر کوئی رسم شہر سے نہیں نکالی جاتی تھی اب جب محرم کا عشرہ ایام دسہرہ میں پڑ گیا تب

مسلمانوں نے کہا کہ ایّام عشرہ میں اہلِ ہنود کے یہاں ناچ رنگ بھی نہیں ہوتا
نہ ان ایّام میں وہ خوشی کا باجہ بجاتے ہیں اور نہ کبھی روزانہ دسہرہ نکلا کرتا ہے
اہلِ ہنود ہمارے دل دکھانے کو رسم جدید کرنا چاہتے ہیں اور اہلِ ہنود نے
بیان کیا کہ ہم دس روز برابر نکالا کرتے ہیں اور باجا و تماشا بازار سے لیجاتے ہیں
یہ قصّہ درمیان اہلِ ہنود و مسلمانوں کے درپیش تھا صاحب مجسٹریٹ بہادر
نے کہا کہ اچھا اہلِ ہنود میں سے ایک شخص اور مسلمانوں میں سے ایک شخص منتخب
کرو وہ جو فیصلہ کردیں اُس کے بموجب فریقین کا رہبند ہوں سب ہندو و مسلمانوں
نے فرقہ اہلِ ہنود سے لالہ گنگا رام بقّال کو جو پاپر بیدرگوا سے لالہ پہلادی لال آنریری
مجسٹریٹ حال کے تھے اور بڑے دیانت دار اور مسن تھے اور مسلمانوں
کے گروہ نے راقم الحروف کو انتخاب کیا اور اقرار نامہ صاحب مجسٹریٹ بہادر
کے روبرو لکھدیا کہ یہ دونوں شخص جو فیصلہ کردیں وہ منظور ہوگا قصہ مختصر مجھکو
صاحب مجسٹریٹ بہادر نے فوراً طلب کیا اور لالہ گنگا رام صاحب بھی جو ممبر
میونسپل بدایوں نے تھے بُلائے گئے اور صاحب کے بنگلہ پر ہر دو گروہ کے لوگ
سربرآوردہ جمع ہوئے ایک کمرہ میں علیحدہ میری اور لالہ موصوف اور صاحب
مجسٹریٹ بہادر کی دیرتک گفتگو ہوتی رہی جب لالہ گنگا رام سے صاحب نے
دریافت کیا کہ تمہارے مکان کے قریب سے ہمیشہ دس روز برابر دسہرہ نکالا
جاتا تھا اُنہوں نے سچ بات کہی کہ نہیں صرف ایک روز پہلے دن جایا کرتا تھا اور
پھر جب وہ مہرہ جل چکتا تھا تب راج گدّی والے دن چند اشخاص شہر کے جاکر
واپس لاتے تھے تب صاحب نے کہا اب کیا وجہ ہے کہ مسلمانوں کے عشرہ میں

یہ بات جدید پیدا کیجاتی ہی اُنہوں نے کہا کہ بعض مفسد لوگ ہیں وہ نہیں مانتے میں نے کہا کہ لالہ صاحب یہ فساد مٹانا بہتر ہی یا بلوہ ہوجانے میں دونوں فریق سے جیل خانہ بھروانا منظور ہی لالہ نہال سنگھ سپرنٹنڈنٹ نے فرمایا کہ جب تم جانتے ہو کہ اگر میں سچ بات لکھکر فیصلہ کروں تو مجھکو سب اہل ہنود کہیں گے کہ مذہب سے خارج ہوگیا اور برادری سے خارج کردیں گے میں نے کہا تو کیا فیصلہ نہ لکھا جائے مسٹر اسٹوفیلڈ صاحب بہادر نے فرمایا کہ جب تم پنچ مقرر ہوگئے تو اب تمکو جو مناسب اور سچ واقعات معلوم ہوں اُنکو لکھکر فیصلہ مجھکو دیدو جو منحرف ہوگا ہم اُس کو اُس سے انحراف نہ کرنے دیں گے پھر میں نے اور لالہ نے فیصلہ لکھا اور اُس میں دو دن دسہرہ کے واسطے اہل ہنود کو دئے اور اُس میں کچھ شرائط قایم کیں اور وقت مختلف ہر دو فریق کے لئے مقرر کئے اور میں نے اپنے دستخط کئے اور صاحب بہادر نے اپنے دستخط سے مزین فرمایا اور باہر آکر سبکو فیصلہ سنادیا اسپر بعض اہل ہنود ناراض ہوئے اور انہوں نے عوام الناس کو منع کردیا کہ تم کچھ رسم دسہرہ کی نہ کرو ہم اپیل کرینگے پھر مسلمان تو اپنا عشرہ محرم برابر حسب ہدایت کرتے رہے اہل ہنود نے اُس سال کچھ نہیں کیا جیسا کہ مسلمانوں نے مسٹر کارمیکل صاحب مجسٹریٹ کے زمانہ میں اپنی جہالت سے کچھ نہ کیا تھا اور استغاثہ وغیرہ کیا لیکن کچھ نہ ہوا اُس سال رسم دسہرہ ہنود نے ادا نہیں کی

نمبر	نام کلکٹر	تاریخ آمد	تاریخ چھوڑنے ضلع کی	کیفیت
۳۳	مسٹر ڈبلیو لیسب	۲۵ مارچ سنہ ۱۸۹۶ء	ستمبر سنہ ۱۸۹۹ء	چونکہ ان مجسٹریٹ — بقیہ کیفیت صفحہ آئندہ

صاحب بہادر (نمبر ۳۳) کے زمانہ میں جب عشرہ محرم اور دسہرہ کا وقت
آیا تو وہی مرحلہ جو ۱۸۸۵ء میں مسٹر کانی بیر کو پیش آیا تھا اب مکرر ۱۸۸۶ء میں
نمودار ہوا انہوں نے مسٹر کانی بیر کے انتظام سال گذشتہ کو بدلنا چاہا اور اس
غرض سے جب ایام دسہرہ و محرم کے قریب آئے عمائد اہل اسلام
و ہنود کو فراہم کیا اور کمیٹی کی اور اپنے پیشرو کے حکم کو اپنے حکم کے ذریعہ منسوخ کر کے
دونوں فریقوں کو دس روز برابر اپنے اپنے مراسم ادا کرنے کا حکم دیا گویا یہ حکم
ایسا تھا جس سے دونوں فریق میں بلوہ بوجہ اجتماع ضدین ہونا لابدی تھا
اس پر مسلمانوں نے اعتراض کیا کہ سال گذشتہ کا فیصلہ کیوں منسوخ ہوتا ہے
منسوخی سے قبل بعد تحقیقات یہ ثابت ہونا چاہئے پہلے کسی وقت میں اس طرح سے
رسم دسہرہ شہر کے اندر سے نکلی ہے لیکن قریب نصف عشرہ محرم کے یعنی
۵ محرم الحرام تک اہل ہنود اپنے باجے و سنکھ وغیرہ روزانہ دسہرہ میں لیجاتے
اور لاتے رہے اور مسلمانوں نے کچھ نہ کہا صبر سے بیٹھے رہے الا پانچ تاریخ کو بہت
سے جاہل مسلمان آمادہ فساد ہو کر محلہ براہم پور کے قریب جمع ہوئے کہ ہم شہر
کے اندر نہ آنے دیں گے تب مجسٹریٹ نے بغرض انتظام شہر کے عمائد مسلمانوں
کو اپنے بنگلہ پر طلب کیا عجب مشکل پڑی کہ عوام الناس پر کچھ اختیار شہر کے معزز
اشخاص کا نہیں ہے کیا کیجئے انہوں نے اپنی مجبوری ظاہر کی تب مجسٹریٹ صاحب
نے ایک عجیب حکم جاری کیا یعنی ایکٹ ۵ سنہ ۱۸۶۱ء کے اختیارات شہر کے روسا کو
عطا فرمائے اور چونکہ راقم الحروف تعطیل کی وجہ سے شاہجہان پور سے بدایوں
آیا ہوا تھا مجھکو بھی ایک پروانہ ملا کہ تمکو اختیارات سب انسپکٹر پولیس کے بغرض

السداد بلوہ دئے گئے - چودہری محمد اصغر علی رئیس کھیڑہ بزرگ و خان بہادر
شیخ انتظام الدین رئیس شیخوپور کو الٹ پگڑی کے اختیارات ملے - علاوہ انسپکٹر
اور سب انسپکٹروں کے بہت سے لوگ ہیڈ کانسٹیبل بنائے گئے تھے کہ بہت سے
رئیسوں کے لڑکوں کو کانسٹیبل بنایا اور ڈنڈا اپنی عطا کی گئی اسی اثنا میں
مجھکو اور چودہری اصغر علی صاحب مرحوم اور شہر کے دیگر شرفا کو صاحب بہادر نے
بنگلہ پر طلب کیا جب ہم صاحب بہادر کے بنگلہ میں داخل ہوئے ارشاد ہوا
کہ کرسی پر بیٹھو ہم نے اور چودہری موصوف نے عرض کی ہم لوگ کرسی پانے
کے قابل نہیں ہیں اس وقت سب انسپکٹر کی حیثیت سے طلب ہوئے ہیں
اور یہ التماس کی کہ ہم نہ تعزیہ دار اور نہ بدمعاشوں اور مفسدوں کے گروہ کے
سردار پھر کیا وجہ ہے جو ایکٹ ۵ ۱۸۶۱ء کی دفعات کا نفاذ ہم پر ہوا اگر ہم لوگ
ایسے ہوتے تو فہرست دربار نواب لفٹننٹ گورنر بہادر میں ہمارا نام قایم نہ رکھا جاتا
بعد اس عشرہ کے ہم ضرور اپنی گورنمنٹ عادل کے حضور میں استغاثہ کریں گے
ہماری بے عزتی اس درجہ ہوئی جس کے ہم لایق نہ تھے تب صاحب نے
جواب دیا کہ ہم نے تمکو انتظام محرم کے واسطے یہ اختیارات دئے ہیں عرض کیا
گیا کہ عوام الناس تعزیہ و علم نکالنے سے انکار کرتے ہیں ہم کیا انتظام کریں پولیس
انتظام کر سکتی ہے یا جو تعزیہ داروں کے گروہ کے آدمی ہوں اُن کو آپ یہ عہدہ
عطا فرمائے غرض بہت دیر تک گفتگو ہوتی رہی پھر صاحب موصوف نے
کہا کہ ہم ٹون ہال میں چلتے ہیں اور بہت سے اشخاص اہل ہنود و مسلمانوں کو
وہاں بلاتے ہیں آپ بھی تشریف لائیے حکم حاکم مرگ مفاجات کا

مصداق خیال کرکے ہم لوگ اُس کمیٹی میں گئے حالانکہ ہم ممبر بھی نہ تھے
مگر اسقدر خطاوار تھے کہ مسٹر کانی بیر کے وقت میں ہم نے محرم کا تصفیہ کیا تھا کمیٹی
میں صاحب مجسٹریٹ نے مجھ سے فرمایا کہ میں مسٹر کانی بیر نہیں ہوں تم نے
اُس کو دہوکہ دیکر سال گذشتہ میں فیصلہ کر دیا میں نے عرض کیا کہ حضور مسٹر
کانی بیر صاحب اب شاہجہانپور کے مجسٹریٹ ہیں جس کی آبادی قریب
۸۰ ہزار کے ہے اور حضور اس شہر کی آبادی ۳۵ ہزار پر حکمراں ہیں اُنکی
نسبت ایسے الفاظ کہ وہ دھوکہ کھانے والے ہیں نہ فرمایئے میری نسبت اس
وجہ سے کہ میں رعایا فرمانبردار گورنمنٹ کا ہوں اور آپ ہمارے حاکم ہیں جو الفاظ
رکیک استعمال کریں میں برداشت کر سکتا ہوں الا میں دھوکہ دینے والا
نہیں ہوں اب جو آپ فرماویں وہ عرض کروں ارشاد ہوا کہ صرف یہ امر
تنقیح طلب ہی کہ آیا قدیم سے رسم دسہرہ دس روز برابر باجے کے ساتھ شہر میں
ہوتی ہی یا نہیں ایک فریق کہتا ہی کہ ہمیشہ دسہرہ باجہ کے ساتھ شہر میں نکلتا ہی
اور دوسرا کہتا ہی کہ نہیں ہم کس فریق کے قول کو قبول کریں کوئی شہادت
باوقعت اور آزاد موجود نہیں ہی میں نے کہا کہ مسٹر کارمیکل صاحب و جان
لارنس صاحب و مسٹر بولڈرسن صاحب اور دیگر صاحبان مجسٹریٹ اس وقت
تک زندہ ہیں آپ تار کا خرچ مسلمانوں سے لیجئے اور اُن سے دریافت
فرمایئے کہ اُن کے عہد حکومت میں کبھی انتظام دسہرہ دس روز ہوا یا صرف
دو روز اُس پر جواب دیا کہ یہ امر دیر طلب ہی اس وقت کیا انتظام ہونا چاہیے
اس پر یہ کہا گیا کہ ہندو مسلمانوں میں سے ایک ایک عمر رسیدہ شخص کو جسکو

ہر فریق ایمان دار سمجھے انتخاب کیا جائے اور اُس کی حلفی شہادت لی جائے
اُس کے بعد فیصلہ کیا جائے اُسوقت لالہ ہرپرشاد نقال سے صاحب نے
دریافت کیا کہ تمکو منظور ہے انہوں نے انکار کیا اور کہا کہ سال گذشتہ میں لالہ
گنگارام کو کیا تو اُنہوں نے ہمارے خلاف فیصلہ کیا اب جس کسی ہندو کو ہم
نامزد کریں گے وہ بوجہ دباؤ مسلمانوں کے ہمارے خلاف فیصلہ کردے گا۔
پھر مسلمانوں نے کہا کہ حضور ہمارے اور لالہ کے مچلکے لے لیں اور اقرارنامہ لکھا لیا
جائے کہ اس وقت یہ دسہرہ برابر جس شد و مد سے چاہیں نکالیں لیکن جب
کامل تحقیقات بعد کو ہو اور ثابت ہو کہ یہ امر جدید تھا تو ہماری قید دو دو سال
کی اور مچلکہ ضبط ہو ورنہ ان لالہ کی قید ہو اور مچلکہ ضبط ہو اس وقت دفع الوقتی
کر دی جائے اس بات پر مجسٹریٹ بہادر نے لالہ سے دریافت کیا کہ کیوں تمکو
منظور ہے تب انہوں نے انکار کیا اُس وقت صاحب بہادر جنکی طبیعت مغلوب الغضب
واقع ہوئی تھی اہل ہنود کی طرف سے برہم ہوئے اور اپنے حکم سابق کو ترمیم
کرنے کو آمادہ ہوئے غرضکہ بہت سی گفتگو اُس کمیٹی میں ہوتی رہی آخرش
نتیجہ یہ ہوا کہ صاحب مجسٹریٹ بہادر نے یہ حکم دیا کہ سنکھ وغیرہ نہ بجے اور مثل
مرثیہ خوانوں کی شبیہ بنا کر سنگاسن پر بیٹھکر رامائن پڑھتے ہوئے نہ نکلیں اور
عشرہ محرم کی سبیلوں کی نقل جو راستہ میں شربت وغیرہ تقسیم کرنے کی دسہرہ
میں کی گئی تھی وہ نہ ہو اور وقت خاص مقرر کر دیا بہت سی ترمیم اپنے حکم
سابق میں کی مسلمانوں کو اجازت دی کہ تم اپنی علم داری و تعزیہ داری مثل
شدامد قدیم کے کرو اسپر بھی فریقین کے جہال رضامند نہ تھے اسوقت ہندو

مسلمان عمائد دونوں فریق کو سمجھاتے تھے لیکن وہ کب مانتے تھے تب
مسلمانوں کو راقم الحروف نے سمجھایا کہ اب تمہارے موافق حکم ہوگیا تم مجمع
متفرق کرو تب خدا خدا کر کے اُس روز اندیشہ فساد فرو ہوا اور جو پانچ روز سے
ماتم وغیرہ شہر میں بند تھا وہ بجنا شروع ہوگیا اور نشان نکلنے لگے اب عشرہ
محرم کے صرف پانچ روز باقی رہ گئے تھے ان بقیہ ایّام عشرہ میں مسلمان تعزیہ
داروں نے صاحب مجسٹریٹ بہادر کے حکم سے خوب فائدہ اُٹھایا جس طرح پانچروز
اوّل حصہ عشرہ میں اہلِ ہنود نے سبیلوں وغیرہ کی نقل بنا کر اور باجہ بجا بجا کر تعزیہ
داروں کا دل دکھایا تھا اب انہوں نے رات و دن نشان و مہدی و علم
و تعزیہ نکالنے میں زیادتی کی ۸ محرم الحرام کو حسینی گلی میں جہاں ہندو بکثرت
آباد ہیں اور جہاں سے علم نکلا کرتے ہیں بہ اجازت مجسٹریٹ ضلع کھانا پکوا کر مثل
پلاؤ و ردی ڈ و گوشت وغیرہ علموں کے ساتھ واسطے خیرات کے لے گئے عوام الناس
نے وہاں کھانا کھا کر ہڈیاں سڑک پر ڈالیں لیکن میونسپلٹی کے لوگوں نے
اُن کو نہیں اُٹھایا بعض اہلِ ہنود نے مجسٹریٹ کو لا کر دوسرے روز دکھایا کہ
ہمارے گھروں کے سامنے ہڈیاں ڈالی گئیں یہ امر صاحب مجسٹریٹ بہادر کی ناخوشی
کا سبب ہوا - بہرحال سنہ [illegible]ھ کا محرم بخیریت گذر گیا اور کوئی فساد نہیں ہوا
صاحب موصوف نے خیریت کی رپورٹ گورنمنٹ کو بھیجی جس میں اُن رؤسا
کا جنہوں نے انتظام عشرہ میں مدد دی تھی تذکرہ کیا گیا - راقم الحروف بھی
اُن میں شامل تھا صاحب مجسٹریٹ کی رپورٹ کے جواب میں گورنمنٹ نے
مدد دینے والوں سے اظہار خوشنودی کیا جس کی اطلاع صاحب مجسٹریٹ بہادر

نے مندرجہ ذیل پروانہ کی صورت میں دی۔

نقل پروانہ صاحب مجسٹریٹ بہادر ضلع بدایوں

مولوی رضی الدین صاحب وکیل و رئیس بدایوں۔

حسب ورود چٹھی صاحب سکرٹری گورنمنٹ ممالک مغربی و شمالی نمبری ۳۵/۳ و ۴۸۷ مورخہ ۱۲ جنوری ۱۸۸۰ء میں آپ کو اطلاع دیتا ہوں کہ انتظام عشرہ محرم بماہ محرم لیلا ۱۸۷۹ء میں جو آپ نے عمدہ امداد کی لہذا باظہار خوشنودی کے گورنمنٹ آپ کی شکر گذار ہے۔ مرقومہ ۲۳ فروری ۱۸۸۰ء

دستخط مسٹر لیمب مجسٹریٹ ضلع بدایوں

مسٹر لیمب کے عہد میں دوسرا محرم ۱۸۸۶ء

۱۸۸۶ء میں مسلمانوں پر حسینی گلی میں ہڈیاں وغیرہ ڈالنے کا جو الزام صاحب موصوف کے ذہن نشین ہو چکا تھا اُس کا خمیازہ ۱۸۸۷ء میں برآمد ہوا جب اکتوبر ۱۸۸۷ء میں عشرہ کا وقت قریب آیا تو یکم محرم یا اُس سے کچھ قبل یہ حکم ہوا کہ علم ۸ محرم کو جو حسینی گلی سے صدہا برس سے نکلتے ہیں اس سال سے قطعی وہ راستہ علموں کے واسطے بند کیا گیا۔ کوئی علم دار اُدھر سے علم لیکر نہ نکلے اب اس حکم کے ہوتے ہی اہل ہنود تو خوش ہوئے کہ ہماری ڈگری ہو گئی اور تعزیہ داروں کو از حد درجہ رنج والم لاحق ہوا اب عوام الناس نے پہلی محرم سے جو ماتم بجایا کرتے تھے بالکل بند کر دیا اور جو مجالس عزا کثرت سے شہر میں ہوتی ہیں وہ بند ہو گئیں اس سال اور بھی زیادہ مصیبت کا سامنا تھا عوام الناس عدول حکمی پر آمادہ اور بیچارہ

شہر کے رئیس اس مصیبت میں گرفتار کہ اُن سے مجسٹریٹ بار بار تاکید کر کے کہتا ہے کہ اگر تعزیہ اس سال نہ نکلے اور میری شکایت ہوئی یا بلوہ ہوا تو ہم سب کو جیل خانہ میں بھیجیں گے - محرم کے سپاہی اور رمضان کے نمازی اور ہولی کے بھڑوے مشہور ہیں ادنےٰ سے ادنےٰ شخص اپنے جامہ سے باہر - عوام کو بھلے آدمی لاکھ سمجھاتے تھے کہ تم تعزیہ داری اپنی کر لو پھر اپیل یا استغاثہ مجسٹریٹ سے کرنا وہ سال آیندہ میں اپنی مہربانی سے تمہارا راستہ کھول دیں گے مگر وہ کب مانتے تھے تب ہمارے شہر کے سر پر آورده رئیس مولوی طفیل احمد صاحب وکیل مرحوم جو اس سال میں انتقال کر گئے مسلمانوں کی طرف سے واسطے استغاثہ کے پیش رو ہوئے اوّلاً اُنھوں نے خود مجسٹریٹ ضلع سے درخواست کی لیکن وہ نامنظور ہوئی پھر اپیل صاحب کمشنر بہادر کے یہاں کیا اس سال مسلمانوں نے بوجہ حسینی گلی بند ہونے کے تعزیہ داری بند کر دی تھی مگر مجسٹریٹ صاحب کے ایما سے غالباً اس اظہار کے لئے کہ محرم بند نہیں ہوا ہے بعض تحصیل و پولیس کے مسلمان ملازموں نے کچھ نشان منّت کے بنا کر نکالنا چاہے عوام الناس مسلمان اُن کے ملع ہوئے اور بکثرت تار صاحب کمشنر بہادر اور لفٹننٹ گورنر بہادر کو جانے تھے کہ ہم تعزیہ دار کوئی علم وغیرہ نہیں نکالتے ہیں مجسٹریٹ صاحب نے واسطے رپورٹ کرنے کے یہ کارروائی کی ہے کہ ملازمان سے کچھ علم نکلوائے ہیں تار کا جواب آتا تھا کہ مجسٹریٹ سے کیفیت طلب ہوئی ہے مولوی طفیل احمد صاحب سے مجسٹریٹ ضلع نہایت برہم تھے اکثر موقعوں پر سخت گفتگو ہوتی تھی ہر چند یہ کوشش پولیس کی ہوئی کہ کچھ تعزیہ دو ایک نکل آئیں تو رپورٹ کر دی جائے کہ عشرہ بخیر و خوبی

انجام پا گیا لیکن عوام الناس کہتے تھے کہ اگر مولوی طفیل احمد کہیں تو نکالیں لیکن
اُس مشیر قانونی نے اُن کو یہ رائے دی کہ تم نے اگر کچھ کیا تو کبھی یہ راستہ حسینی گلی کا
نہ کھلے گا غرض یہ عشرہ محرم خاموشی سے طے ہو گیا کچھ فساد وغیرہ نہیں ہوا شہر میں پورے
طور سے امن قایم رہا اور اس قیام امن کا باعث مولوی طفیل احمد صاحب
مرحوم کو سمجھنا چاہیے کیونکہ اگر اُس وقت یہ زیرک اور سمجھدار شخص جہال کی باگ اپنے
ہاتھ میں نہ لیتا اور اُن کے بڑھتے ہوئے وحشیانہ جوش کو عدالتانہ کارروائیوں
کی طرف سے باقاعدہ حقوق طلبی کی صورت میں تبدیل نہ کر دیتا تو ضرور فساد ہو جاتا
مسٹر لیمب صاحب انسان تھے اور انسانی فطرت کے سبب وہ مولوی طفیل احمد
صاحب سے صرف اس وجہ سے کہ وہ اُن کے حکم کی تنسیخ کی کوشش کر رہے تھے
ناراض ہو گئے تھے لیکن اگر وہ غور سے دیکھتے اور انصاف سے کام لیتے تو مولوی
موصوف کا یہ فعل عین وفاداری گورنمنٹ اور رفاہ خلایق کے اصول پر مبنی تھا کہ
جنھوں نے جہال تعزیہ داروں کو باقاعدہ اور جائز کوشش کی طرف مصروف کر کے نقض
امن کے خیال کو اُن کے دلوں سے محو و سہو کر دیا اور شہر میں امن قایم رکھنے
میں اُن کی مدد کی - غرض مولوی طفیل احمد صاحب وکیل کی ان باقاعدہ کوششوں
کا نتیجہ اس سال ظاہر نہیں ہوا اس سال صرف یہ ہوا کہ حسینی گلی کے بند ہونے کا
معاملہ اپیل کی صورت میں لاٹ صاحب بہادر کے یہاں پہونچ گیا لفٹنٹی سے
صاحب مجسٹریٹ ضلع سے کیفیت طلب ہوئی اُنھوں نے رپورٹ خلاف اپیلانٹان
کے کی اور یہ لکھا کہ حسینی گلی میں کوئی مکان مسلمان کا نہیں ہے اور بکثرت اہل ہنود
کے مندر ہیں اس پر دوسری عرضداشت مولوی طفیل احمد وکیل اپیلانٹان نے

روانہ کی کہ یہ رپورٹ مجسٹریٹ صاحب صحیح نہیں ہے موقعہ اگر ملاحظہ کیا جائے تو
ہم دکھا سکتے ہیں کہ اس گلی میں ایک مسجد مسلمانوں کی ہے اور صرف ایک مندر ہے
اور مسلمان بھی رہتے ہیں اور ایک شہید کی قبر ہے اُس پر مسٹر نیل صاحب کمشنر بہادر نا
روبکار کا ہنلڈ کو گورنمنٹ کا حکم پہونچا کہ تم خود بدایوں جاکر معائنہ موقعہ کا کرو اور تحقیقات
کرکے رپورٹ بھیجو چنانچہ صاحب کمشنر بہادر موصوف بدایوں تشریف لائے چونکہ
میں بوجہ تعطیل اس وقت بدایوں میں موجود تھا صاحب کمشنر بہادر نے مجسٹریٹ
سے کہا کہ وہ مسلمانوں میں اچھا آدمی شمار کیا جاتا ہے اور نہ تعزیہ دار ہے اور نہ اس
سازش میں شریک ہے پس میں بلایا گیا۔ صاحب کمشنر بہادر نے مسلمانوں کے گروہ
سے فرمایا کہ سوائے مولوی طفیل احمد کے جو تمہارے مختار اور مدعی ہیں تم ایک شخص کو
منتخب کرو جس سے ہم گفتگو موقعہ پر کریں سب نے مجھکو بنایا ہر چند میں نے عذر کیا
مگر کچھ پذیرا نہ ہوا میں اُس روز کی مصیبت کبھی نہ بھولونگا ایک مجمع کثیر اہل ہنود
اور مسلمانوں کا حسینی گلی کے اندر موجود تھا صاحب کمشنر بہادر و مجسٹریٹ
ایک ٹم ٹم پر سوار تھے میں مجمع کیساتھ پیدل تھا اوّل گلی کے سرے پر پہونچکر مجسٹریٹ
نے اپنے گھوڑے کو چابک مار کر تیز کیا تاکہ مندر کے پاس جاکر اسکا کمشنر صاحب
کو معائنہ کرائیں اور مسجد معائنہ سے رہ جائے جب مسلمانوں نے دیکھا کہ ہماری
مسجد کو نہیں دکھایا نقشہ میں یہ مقام نہیں لکھا جائیگا نیز وہاں ایک قبر کسی
بزرگ کی ہے اور مسجد سے جانب جنوب ملے ہوئے حریم اور چراغ دان بنے ہیں وہ
نہیں دکھائے گئے تب مسلمان میری طرف آئے میں اُس کشمکش اور دھکم دھکا
میں بگھی کے برابر نہیں جا سکتا تھا اب مسلمانوں نے کیا حرکت کی کہ ٹم ٹم کو روک لیا

سامنے سے نہیں ہٹے اور پیچھے سے پہیہ ٹم ٹم کے پکڑے غرض ٹم ٹم رُک گئی تب
کمشنر صاحب سے عرض کیا کہ حضور ایک موقعہ پیچھے چھوڑ آئے اُنہوں نے کہا کہ
اپنے منتخب شدہ کو لائیے ہمسے وہ کہے اب مجھکو لوگوں نے اُس مجمع سے نکال کر
ٹم ٹم تک پہونچایا میں نے کہا کہ ایک مسجد حضور کے پیچھے ہے اور ایک قبر ہے اُسے
ملاحظہ فرمایئے اور نقشہ میں نشان دیجیئے صاحب نے ٹم ٹم پیچھے ہٹائی اور مسجد
کا گاڑی پر سے معائنہ کیا اور جو قبر اُس کے پہلو میں تھی اور پُرانے حریم بنی تھی
اُس میں خانہ خانہ چراغ رکھنے کے تھے دیکھے مجھ سے دریافت کیا کہ یہ کسکی قبر ہے
میں اُن بزرگ کا نام نہیں جانتا تھا اور لوگوں نے کہا کہ ان کا نام سید حسین شہید ہے
ہے اور اسی وجہ سے یہ گلی حسینی گلی کے نام سے مشہور ہوئی اور اس مقام پر بہت سے
علم لیکر لوگ بیٹھے تھے پھر صاحب کی گاڑی آگے چلی پھر اُس سے تھوڑی دور پر
جو مندر اہل ہنود کا تھا وہ مجسٹریٹ اور اہل ہنود نے دکھایا وہ ہی ایک مندر
وسط گلی میں واقع ہے اب اہل ہنود نے پیدا کیا پھر ایک شخص نے اپنے دروازہ پر
پر مہادیو کی سورت اور گوان ڈیوٹ رکھ رکھے تھے مجھ سے دریافت کیا کہ یہ ہمیشہ
رکھے رہتے ہیں یا جدید میں نے کہا کہ صاحب [illegible] حضور دریافت
فرمائیں کہ اس سے پہلے صاحب [illegible] صاحب مجسٹریٹ نے جواب دیا
[illegible] دونوں کی شرارت ہے
[illegible] مسجد کا امکان جو
[illegible]
[illegible] نے گاڑی [illegible]

اور پیچھے سے روکا پھر صاحب کمشنر بہادر نے ارشاد فرمایا کہ کیوں روکا کیا وکہا ناہی
کہا کہ یہاں مکان مسلمان سیّد کا ہی اور صاحب مجسٹریٹ بہادر نے پہلے نہ دیکھا
تھا جو یہ تحریر فرمایا کہ کوئی مسلمان نہیں رہتا ہی اس عرصہ میں بھی بمشکل تمام
وہاں تک پہونچا اُس وقت ایک ہندو پیش ہو اُس نے کہا کہ یہ مکان میرا
اور ایک مسلمان آیا اُس نے کہا میرا ہی اصل بات یہ ہی کہ وہ مکان سابق میں
اُس سیّد کے مورث کا تھا کچھ حصّہ اُس بقّال نے اُس کا نیلام میں خرید لیا تھا لیکن
وہ دیگر حصّہ داروں کی جانب سے رہتا تھا اور دخل نہیں چھوڑا تھا میں نے
سچ امر صاحب کمشنر بہادر سے کہدیا اُنہوں نے اُس ہندو سے دریافت کیا کہ تمنے
نیلام لیا ہی اُس نے کہا کہ ہاں تب سواری پھر آگے بڑھی پھر تھوڑی دور چلکر
گاڑی روک لی گئی پھر مجھکو لوگ لے چلے وہاں پر ایک مسلمان بھٹیارن کا مکان
تھا اُس نے دروازہ کھولدیا تھا اور کچھ علم صحن مکان میں رکھدیے تھے اور کہتا تھا
کہ حضور میرے علم میرے گھر سے اُٹھا کرتے تھے اس سال نہیں اُٹھے صاحب نے
اہل ہنود سے دریافت کیا کہ یہ مسلمان کا مکان ہی یا یہ بھی تمنے خرید لیا ہی جواب
دیا کہ یہ بھٹیارہ ضرور یہاں رہتا ہی لیکن علم داری نہیں کرتا ہی قصّہ مختصر وہ تھوڑی
سی گلی اس مشکل سے مجھکو طی کرنا پڑی کہ بیان نہیں کرسکتا بعدہٗ صاحب کمشنر بہادر
منہ مجسٹریٹ ضلع ٹون ہال یعنی میونسپلٹی کے دفتر میں تشریف لے گئے اور مجھ سے
فرمایا کہ تم بھی وہاں آؤ پھر وہاں مجھکو جانا پڑا وہاں صاحب کمشنر بہادر
نے اجلاس شروع کیا اوّلاً مولوی طفیل احمد وکیل تعزیہ داران کا اظہار لکھا پھر
میرا اظہار لکھّا اور دو کس اہل ہنود میں سے منشی پیارے لال آنریری مجسٹریٹ

دیوان سنگھ مختار جو بجانب اہل ہنود پیروکار تھے اُن کے اظہارات تحریر کیے اس دوران تحقیقات میں مسٹر لیمب صاحب مجسٹریٹ بھی صاحب کمشنر بہادر کے پاس بیٹھے رہے اُن سے اور مولوی طفیل احمد سے سختی کے ساتھ گفتگو کی نوبت آئی جب صاحب کمشنر بہادر نے روکا تو وہ گفتگو موقوف ہوئی میں نے اپنے اظہار میں جو افراط تفریط فریقین کی جانب سے ہوئی تھی وہ سب بیان کر دی اور جو اپنی آنکھ سے دیکھا تھا وہ لکھا دیا فریقین یا مجسٹریٹ صاحب نے مجھ سے کچھ سوال نہ کیے بعد ازاں صاحب کمشنر بہادر نے رپورٹ لفٹننٹ گورنر کو روانہ کر دی اور خود واپس تشریف لے گئے اس رپورٹ کے بعد ہز آنر جناب نواب لفٹننٹ گورنر بہادر بالقابہ نے حکم دیا کہ ہم خود بدایوں تشریف لائیں گے اور وہاں اس مقدمہ کو طے کریں گے چنانچہ کئی روز کے بعد خود ہز آنر بدایوں رونق افروز ہوئے اور صاحب مجسٹریٹ ضلع نے اپنے منتخب کردہ اشخاص کی پرائیویٹ ملاقات ہز آنر سے کرائی منجملہ اُن کے ایک میں بھی تھا مجھ سے قریب ۱۵ منٹ کے مقدمہ حسینی گلی کے متعلق گفتگو رہی بعد پرائیویٹ ملاقاتوں کے ہز آنر سوار ہو کر واسطے دیکھنے جامع مسجد وغیرہ کے تشریف لانے والے تھے مسلمانوں میں سے چار پانچ شخصوں کو حکم تھا کہ جامع مسجد میں حاضر رہیں مولوی طفیل احمد اور مسٹر ہیل صاحب کمشنر بہادر سٹنٹ روہیل کھنڈ بھی وہیں موجود تھے۔ میں بھی اسی اثنا میں اطلاع ہی آئی ہز آنر لفٹننٹ گورنر بہادر حسینی گلی کا ملاحظہ کر لیا میں نے صاحب کمشنر بہادر سے وہیں مسجد میں علیحدہ لیجا کر اطلاع کی معلوم ہوا ہے کہ لاٹ صاحب بہادر نے تنہا بغیر آپ کے حسینی گلی کا صرف پھرا ہی صاحب مجسٹریٹ بہادر ضلع معائنہ

فرمالیا آپ لنے جو نقشہ مرتب کیا ہی اب آپ اُس کو دکھلا سکتے ہیں۔ کمشنر صاحب
کو تعجب ہوا۔ چند منٹ کے بعد ہز آنر لاٹ صاحب بہادر معہ اپنے پرائیویٹ
سکرٹری کے جامع مسجد میں تشریف لائے۔ اور پھر کر جامع مسجد سے واپسی کے
وقت ہز آنر لفٹنٹ گورنر بہادر معہ پرائیویٹ سکرٹری و کمشنر صاحب بہادر و صاحب
مجسٹریٹ بہادر سوار ہو کر حسینی گلی میں ہو کر اپنی فرودگاہ کو تشریف لے گئے۔ اس
مرتبہ کمشنر صاحب بہادر نے تمام باتیں جو ہندوا ور مسلمان اپنے بیانات کی
تائید میں پیش کرتے تھے اور جو کمشنر صاحب بہادر نے اپنے معائنہ موقعہ
کے وقت نقشہ میں نوٹ کی تھیں لاٹ صاحب بہادر کو ملاحظہ کرا دیں جس کا
نتیجہ یہ ہوا کہ ہز آنر سر اکلینڈ کالون نواب لفٹنٹ گورنر صاحب بہادر بالقابہ
نے نہایت دور اندیشی اور انصاف کے پہلو کو مد نظر رکھکر یہ حکم صادر فرمایا "ہمیشہ
علموں کا جلوس ۳۵ منٹ کے اندر گلی کے ایک کنارہ سے دوسرے کنارہ تک
پہونچ جائے" چنانچہ اُس سال سے اب تک اُس حکم کی پابندی ہوتی ہی اور
کبھی کوئی نا اتفاقی درمیان اہل ہنود و مسلمانوں کے اُس وقت سے اب تک
نہیں ہوئی اور خدا کرے کہ ہمیشہ ایسا ہی اتفاق باہم مسلمان اور ہنود کے قایم
رہے۔ لاٹ صاحب بہادر کے اس حکم کے صادر ہونے کے بعد صاحب موصوف
تقریباً ایک سال بدایوں میں اور رہے اور بالآخر مین پوری کو تبدیل ہوئے۔ قبل
اس کے کہ ہم ان مجسٹریٹ صاحب بہادر کے عہد کے واقعات کو ختم کریں۔ آپکے
وقت کے دو واقعات اور لکھنا چاہتے ہیں۔ ایک واقعہ جامع مسجد شمسی بدایوں
کی مرمت کا ہی جس کا مفصل ذکر ہم نے اسی کتاب کے صفحہ ۳۴ پر لکھا ہی حق بات

یہ ہی کہ جامع مسجد بدایوں کی موجودہ حالت پر صاحب موصوف کا ضرور احسان ہے
دوسرا واقعہ حضرت علیا جناب ملکہ معظمہ قیصر ہند کی پنجاہ سالہ سلطنت کے جشن
جوبلی کا ہی جو ۱۸۸۷ء میں تمام ہندوستان میں منایا گیا تھا۔ تمام ضلع کے
روساء اور ممبران ڈسٹرکٹ بورڈ و میونسپل بورڈ صاحب ضلع کی طرف سے مدعو
ہوئے تھے۔ یہ جلسہ ٹاؤن ہال بدایوں کے قریب ۱۶ فروری ۱۸۸۷ء کی شب میں منعقد
ہوا تھا یورپین اہل اسلام اور اہل ہنود کے کھانے کا انتظام علیحدہ علیحدہ تھا۔ کھانے
کے بعد دربار ہوا جسمیں بہ حیثیت قایم مقام قیصر ہند صاحب مجسٹریٹ بہادر صدر
نشین تھے پہلے ایک ایڈریس باشندگان بدایوں کی طرف سے پیش ہوا اُسکے
جواب میں صاحب موصوف نے تقریر کی اور مولوی علی امجد حسین صاحب بدایونی
نے اپنی مصنفہ ایک نظم سُنائی جو اُردو فارسی انگریزی تین زبان میں لکھی گئی تھی
اس کے بعد قیدیوں کو بلا کر رہائی کا حکم سُنایا گیا۔ اور تھیٹریکل کمپنی کا تماشہ ہوا
دربار کے موقعہ کی یادگار قایم رکھنے کے لئے کالون گیٹ تعمیر کیا گیا جو اسوقت تک
موجود ہی۔ اس شب میں تمام باشندگان شہر نے اپنے اپنے گھروں کو چراغاں
کیا تھا جس سے وفادار رعایائے بدایوں کی دلی مسرّت کا اظہار ہوتا تھا جامع مسجد
پر میونسپلٹی کی طرف سے نہایت خوشنما اعلیٰ پیمانہ پر روشنی کی گئی تھی۔
مسٹر لیمپ کے بعد جو کلکٹر صاحبان حکومت ضلع بدایوں پر سرفراز ہوئے اُنکی
فہرست حسب ذیل ہی جسے صفحہ آئندہ پر ملاحظہ فرمائینگے۔

نمبر	نام کلکٹر	تاریخ آمد	تاریخ چھوڑنے ضلع کی	کیفیت
۳۴	مسٹر جی آر سی ولیمس	۲۴ دسمبر سنہ ۱۸۸۸ء	۱۳ اپریل سنہ ۱۸۹۲ء	آپ کے زمانہ کلکٹری (دسمبر سنہ ۱۸۸۸ء لغایت اپریل سنہ ۱۸۹۲ء) میں بہ زمانہ رخصت مسٹر اے گلبرٹ و مسٹر جی اے ٹوئڈی قایم مقام مجسٹریٹ و کلکٹر رہے اسی زمانہ میں بدایوں ضلع اسکول جو عرصہ سے ٹوٹ کر مڈل اسکول رہ گیا تھا پھر ہائی اسکول ہوگیا۔
۳۵	مسٹر ایچ ایم آر ہاپکنس	۱۳ اپریل سنہ ۱۸۹۲ء	۲۱ جولائی سنہ ۱۸۹۲ء	
۳۶	مسٹر جی آر سی ولیمس	جولائی سنہ ۱۸۹۲ء	۱۷ اپریل سنہ ۱۸۹۳ء	
۳۷	مسٹر جے ایس مسٹن	۱۸ اپریل سنہ ۱۸۹۳ء	۱۲ اکتوبر سنہ ۱۸۹۳ء	ان صاحب کا زیادہ حصہ بطور مہتمم بندوبست کے گذرا ہی۔ اس سلسلہ میں یعنی فصل ہفتم میں صفحہ ۱۲۲ پر ان کا مفصل حال لکھا گیا ہی۔
۳۸	مسٹر وی اے اسمتھ	۱۷ اکتوبر سنہ ۱۸۹۳ء	۱۲ فروری سنہ ۱۸۹۴ء	یو پی دیارا اجگیا مشہور ڈاکو اسی عہد میں گرفتار ہوئے پولیس سے ڈاکوؤں نے مقابلہ کیا۔ ایک کانسٹبل مارا گیا

کیفیت	تاریخ چھوڑنے ضلع کی	تاریخ آمد	نام کلکٹر	نمبر شمار
ڈین صاحب سپرنٹنڈنٹ پولیس کے گولی لگی مگر بچ گئے چھپنڈ ڈاکو مارے گئے۔				
۲۸ر اگست سنہ ۱۸۹۵ء سے ۲۴ر ستمبر ۱۸۹۵ء تک بزمانہ رخصت صاحب موصوف مسٹر مسٹن جو مہتمم بندوبست بدایوں تھے قایم مقام رہے۔	۶ر فروری سنہ ۱۸۹۶ء	۱۷ر فروری سنہ ۱۸۹۴ء	مسٹر جی ای لوئیڈی	۳۹
ان صاحب کے وقت میں ڈائمنڈ جوبلی قیصر ہند کا جشن منایا گیا۔	۱۰ر نومبر سنہ ۱۸۹۷ء	فروری سنہ ۱۸۹۶ء	مسٹر ای جی ہارڈن	۴۰
	۱۸ر جنوری سنہ ۱۸۹۸ء	۷ر نومبر سنہ ۱۸۹۷ء	مسٹر ایل ایم تھارنٹن	۴۱
سوّر کے شکار میں گھوڑے سے گر گئے یہ صاحب قایم مقام تھے۔	۱۲ر فروری سنہ ۱۸۹۸ء	۱۹ر جنوری سنہ ۱۸۹۸ء	مسٹر ایل ایچ ٹرنر	۴۲
	نومبر سنہ ۱۸۹۹ء	فروری سنہ ۱۸۹۸ء	مسٹر ڈی آر لایل	۴۳
	۲ر مئی سنہ ۱۹۰۰ء	۱۹ر نومبر سنہ ۱۸۹۹ء	مسٹر ایف جی کراس	۴۴
	۸ر اگست سنہ ۱۹۰۰ء	۳ر مئی سنہ ۱۹۰۰ء	مسٹر ایچ ایس رکس	۴۵
ان مجسٹریٹ صاحب کے عہد میں ملکہ معظمہ قیصر ہند کا انتقال ہوا اتمام	۱۸ر مارچ سنہ ۱۹۰۲ء	۹ر اگست سنہ ۱۹۰۰ء	مسٹر ایف جی گگ	۴۶

نمبر	نام کلکٹر	تاریخ آمد	تاریخ چھوڑنے ضلع کی	کیفیت
				رعایائے بدایوں نے اظہار ماتم کیا۔ بزمانہ قیام بدایوں صاحب موصوف کو خدائے تعالےٰ نے فرزند عطا کیا جس کی اُنہوں نے نہایت خوشی منائی رؤسا نے بھی اس مسرت میں حصّہ لیکر مبارکبادی میں پورا جوش دکھلایا۔
۴۷	مسٹر ایچ ایس رکس	۹ مارچ سنہ ۱۹۰۲ء	۲۶ نومبر سنہ ۱۹۰۲ء	یہ صاحب قایم مقام کلکٹر تھے۔
۴۸	مسٹر جے ایم ہوسی	۱۷ نومبر سنہ ۱۹۰۲ء		یہ ایک بیدار مغز کلکٹر ہیں جو وقت تالیف کتاب ہذا موجود ہیں

صاحبان کلکٹر و مجسٹریٹ کی فہرست ختم ہونے کے بعد ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ ایک فہرست صاحبان جج ضلع کی جو بعد غدر سنہ ۱۸۵۷ء کے ضلع شاہجہانپور میں مقرر ہوئے اور باعتبار عدالت دیوانی ضلع بدایوں جن کی حکومت میں تھا درج کردیں۔ وھو ہذا

فہرست اسمائے جج صاحبان بہادر شاہجہاں پور من ابتدائی سنہ ۱۸۵۷ء

(جب سے ضلع شاہجہانپور میں ججی قایم ہوئی)

نمبر	نام جج صاحبان	تاریخ آمد	تاریخ چھوڑنے چارج کی	کیفیت
۱	مسٹر وینارڈ صاحب بہادر	۱۷ دسمبر سنہ ۱۸۵۸ء	۲۰ جنوری سنہ ۱۸۶۰ء	
۲	مسٹر فین صاحب بہادر	۲۱ جنوری سنہ ۱۸۶۰ء	۳۱ مئی سنہ ۱۸۶۱ء	
۳	آنریبل آرڈ ریمنڈ صاحب بہادر	۴ جون سنہ ۱۸۶۱ء	یکم اپریل سنہ ۱۸۶۴ء	
۴	مسٹر ایچ لشنگٹن صاحب بہادر	۲۲ اپریل سنہ ۱۸۶۴ء	۵ اگست سنہ ۱۸۶۴ء	
۵	آنریبل آرڈ ریمنڈ صاحب بہادر	۲ اکتوبر سنہ ۱۸۶۴ء	۵ مارچ سنہ ۱۸۶۵ء	یہ صاحب بہادر دوسری مرتبہ تشریف لائے تھے نمبر ۳ پہلے آئے تھے۔
۶	مسٹر الف طامسن صاحب بہادر	۳۰ مارچ سنہ ۱۸۶۵ء	۱۰ فروری سنہ ۱۸۶۹ء	
۷	مسٹر آر ایم ایڈورڈ صاحب بہادر	۱۱ فروری سنہ ۱۸۶۹ء	۲۴ اگست سنہ ۱۸۶۹ء	

نمبر	نام جج صاحبان	تاریخ آمد	تاریخ چھوڑنے چارج کی	کیفیت
۸	مسٹر ایف طامسن صاحب بہادر	۲۸ر اگست ۱۸۶۹ء	۱۳ر فروری ۱۸۷۰ء	یہ صاحب مکرر تشریف لائے نمبر ۶ پر پہلے درج ہیں۔
۹	مسٹر جی ایچ ہینڈرسن صاحب بہادر	۹ر فروری ۱۸۷۰ء	۲۲ر فروری ۱۸۷۳ء	
۱۰	مسٹر جے پاور صاحب بہادر	۲۳ر فروری ۱۸۷۳ء	۲۳ر مارچ ۱۸۷۸ء	
۱۱	مسٹر ڈبلیو ڈبلیو ٹھامٹ صاحب بہادر	۲۴ر مارچ ۱۸۷۸ء	۲۳ر مئی ۱۸۸۱ء	
۱۲	مسٹر ایم ایس ہاول صاحب بہادر	اگست ۱۸۸۱ء	۵ر مارچ ۱۸۸۳ء	
۱۳	مسٹر اے ایف ملٹ صاحب بہادر	۹ر مارچ ۱۸۸۳ء	اپریل ۱۸۸۵ء	
۱۴	مسٹر ایچ پی ہیولاک صاحب بہادر	اپریل ۱۸۸۵ء	اپریل ۱۸۸۶ء	
۱۵	مسٹر ٹی آر وائٹ صاحب بہادر	۲۶ر اپریل ۱۸۸۶ء	۱۳ر ستمبر ۱۸۸۶ء	
۱۶	مسٹر ایچ پی ہیولاک صاحب بہادر	۱۴ر ستمبر ۱۸۸۶ء	فروری ۱۸۸۷ء	مکرر تشریف لائے سابق ہیں

نمبر شمار	نام جج صاحبان	تاریخ آمد	تاریخ چھوڑنے چارج کی	کیفیت
۰		۰	۰	بہ نمبر ۱۴ تشریف لائے تھے۔
۱۷	مسٹر ریڈ فرن صاحب بہادر			
۱۸	مسٹر ایم ایس ہاول صاحب بہادر	فروری ۱۸۹۰ء	مارچ ۱۸۹۰ء	یہ صاحب سابق میں بہ نمبر ۱۲ تشریف لا چکے ہیں۔
۱۹	مسٹر سی اسٹیل صاحب بہادر	۱۷ اپریل ۱۸۹۱ء	اکتوبر ۱۸۹۱ء	
۲۰	مسٹر ایم ایس ہاول صاحب بہادر	نومبر ۱۸۹۱ء	جنوری ۱۸۹۲ء	یہ صاحب تیسری مرتبہ تشریف لائے سابق میں نمبر ۱۲ و ۱۸ پر تشریف لا چکے ہیں۔
۲۱	مسٹر ایچ ایف ڈی پننگٹن صاحب بہادر	۲۰ جنوری ۱۸۹۲ء	مئی ۱۸۹۲ء	
۲۲	مسٹر ایچ ایف ایولنس صاحب بہادر	جون ۱۸۹۲ء	اپریل ۱۸۹۳ء	
۲۳	مسٹر آر گریون صاحب بہادر	مئی ۱۸۹۳ء	اکتوبر ۱۸۹۳ء	

نمبر	نام جج صاحبان	تاریخ آمد	تاریخ چھوڑنے چارج کی	کیفیت
۲۴	مسٹر ایچ ایف ایونس صاحب بہادر	۱۵ر اکتوبر سنہ ۱۸۹۳ء	۲۱ر اکتوبر سنہ ۱۸۹۳ء	یہ صاحب سابق میں نمبر ۲۲ پر تشریف لا چکے ہیں اب دوسری مرتبہ آئے ہیں۔
۲۵	مسٹر ایچ بی فنلی صاحب بہادر	۲۲ر نومبر سنہ ۱۸۹۳ء	۲۸ر مارچ سنہ ۱۸۹۵ء	
۲۶	مسٹر ڈبلو ایف ڈیس صاحب بہادر	۳۰ر مارچ سنہ ۱۸۹۵ء	اپریل سنہ ۱۸۹۶ء	
۲۷	مسٹر ایچ ای ہیوم صاحب بہادر	۹ر مئی سنہ ۱۸۹۶ء	اکتوبر سنہ ۱۸۹۶ء	
۲۸	مسٹر ڈی ایف اڈمس صاحب بہادر	۲۷ر اکتوبر سنہ ۱۸۹۶ء	ستمبر سنہ ۱۸۹۷ء	
۲۹	مسٹر جے ہیکلن صاحب بہادر	یکم اکتوبر سنہ ۱۸۹۷ء	اپریل سنہ ۱۸۹۸ء	
۳۰	مسٹر ایف ای ٹیلر صاحب بہادر	۴ر مئی سنہ ۱۸۹۸ء	اگست سنہ ۱۸۹۹ء	
۳۱	ایس محمد علی رضا صاحب بہادر	۳۰ر اگست سنہ ۱۸۹۹ء	نومبر سنہ ۱۸۹۹ء	

نمبر شمار	نام جج صاحبان	تاریخ آمد	تاریخ چھوڑنے چارج کی	کیفیت
۳۲	مسٹر ایف ای ٹیلر صاحب بہادر	۳۰ر نومبر ۱۸۹۹ء	مارچ ۱۹۰۰ء	یہ صاحب مکرر تشریف لائے ہیں سابق میں نمبر ۳۰ تشریف لائے تھے
۳۳	مسٹر سی اسٹیبل صاحب بہادر	۲۷ر مارچ ۱۹۰۰ء		اس وقت تک یہ تشریف اپنے عہدہ پر رکھتے ہیں سابق میں بھی بہ نمبر ۱۹ تشریف لائے تھے۔

اس فہرست میں ۲۵ صاحبان جج ہیں لیکن نمبر شمار ۳۳ ہیں اس میں مکرر سہ کرر وہ ہی صاحب تشریف لا چکے ہیں اس وجہ سے باعتبار خارج کے تعداد شمار زیادہ ہوگئی جس کو ہم نے خانہ کیفیت میں صاف کر دیا۔ مسٹر سی اسٹیبل صاحب بہادر بیرسٹر ایٹ لا جو اسوقت اس ضلع میں بعہدۂ ججی ممتاز ہیں ان سے بار (وکلاء) اور رعایا سب خوش ہیں اپنا کام بہت تیزی سے کرتے ہیں آپ کے عہد میں کبھی کسی اڈیشنل جج کے مقرر ہونے کی ضرورت نہیں پڑی۔ ہندوستانیوں کی عزت کرتے ہیں اور انصاف پسند طبیعت رکھتے ہیں۔

موجودہ والسرائے اور لفٹننٹ گورنر

قبل اس کے کہ یہ کتاب ختم کروں میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ صاحبان کلکٹر کی فہرست لکھنے پر شاید وسیع النظر مورخ اعتراض کریں گے کہ بڑے بڑے فرماں روایان یعنی والسرائے ہند یا لفٹننٹ گورنر صاحبان کے سلسلہ کو چھوڑ کر صرف کلکٹروں کے ناموں پر کیوں اکتفا کیا گیا ہے۔ اس کی یہ وجہ ہے کہ میں نے ابتدائی تاریخ اسلامی عہد کے ضمن میں ناظمان بدایوں کے حالات کو لکھا ہے اس لئے برٹش زمانہ کی تاریخ لکھتے وقت ضرور ہوا کہ تمام واقعات کو ایسے سلسلہ سے ظاہر کیا جائے کہ صاحبان کلکٹر بہادر کے نام بھی بالترتیب قلمبند ہو جائیں کیونکہ یہ عہدہ اس وقت قریب قریب اسلامی عہد کے ناظموں کی حیثیت رکھتا ہے۔ رہے صاحبان لفٹننٹ گورنر اور والسرائے ہند کی فہرست اور اُن کے وقت کے تاریخی واقعات اس کے لئے بڑی بڑی تاریخیں جو وسیع پیمانہ پر تمام صوبہ یا تمام ملک ہند کے نام سے آئندہ لکھی جائیں یا جو ابتک لکھی جا چکی ہیں موزوں ہیں۔ میں صرف یہ بتلا کہ اس وقت حضور لارڈ کرزن ہندوستان پر جس کا ایک چھوٹا سا حصہ ہمارا ضلع بدایوں بھی ہے۔ بہ حیثیت والسرائے اور جناب سر انٹانی میکڈانل بہ حیثیت لفٹننٹ گورنر حکمراں ہیں کتاب کا خاتمہ کرونگا یہ دونوں نایب السلطنت اپنی حکومت کا طریقہ خاص رکھتے ہیں۔ خاصکر لارڈ کرزن نے اس ملک کی انتظامی حالت کو دریافت کرنے کے لئے مختلف کمیشن مقرر کئے ہیں اور مختلف موقعوں پر ہندوستان کی نسبت اپنی پُرزور تقریروں میں جن میں اُن کو خاص ملکہ حاصل ہے اپنے عمدہ خیالات کا اظہار کیا ہے

جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ہندوستان کی ترقی میں خاص دلچسپی رکھتے ہیں آج کل آپ حضور ملک معظم ایڈ ورڈ ہفتم کی جشن تاج پوشی کی خوشی منانے کے لیئے دہلی میں ایک عالیشان دربار کی تیاریاں کر رہے ہیں جو شروع سنہ ۱۹۰۳ء میں منعقد ہونے والا ہے اور ان ہر دو صاحبان ذیشان کے وقت کی مشترک یادگار جسکا اثر نہ صرف اس ضلع بدایوں بلکہ تمام صوبہ میں محسوس ہوا - ۱۸ اپریل سنہ ۱۹۰۰ء کا رزولیوشن ہی جس نے سرکاری عدالتوں میں ناگری حروف کے تحریر کی اجازت دی اور تمام اہلکاران سرکاری میں ایک ہل چل ڈالدی کیونکہ انکو ناگری اور اردو دونوں رسم خط کا جاننا ضروری کر دیا گیا ہے - مسلمانوں کے گروہ نے اس رزولیوشن سے ناراضی کا اظہار کیا جس سے مسلمانان بدایوں بھی علیحدہ نہ تھے -

خاتمہ کتاب از مؤلف

خدائے لایزال کا ہزار ہزار شکر ہی کہ آج میری برسوں کی محنت ٹھکانے لگی یعنی کتاب کنز التاریخ چھپکر اشاعت پذیر ہوئی - سب سے پہلے بدایوں کے اولیاء اللہ کے مختصر حالات بطور تاریخ لکھنے کا خیال میرے دل میں پیدا ہوا تھا چنانچہ کتاب تذکرۃ الواصلین میں نے کئی سال ہوئے مرتب کی تھی جو سنہ ۱۹۰۱ء میں شایع ہوکر نذر شائقین ہوئی - اُس کو دیکھکر میرے بعض احباب نے فرمایا کہ میں ایک اور رسالہ لکھوں جس میں اس مشہور وقدیم شہر کی جس کو تاریخی دنیا میں خاص درجہ حاصل ہے مفصّل تاریخ درج ہو اُس میں ابتدائی

زمانہ سے جبکہ اس شہر کی آبادی کی بنیاد رکھی گئی ہے اور اس زمانہ تک
کے سب حالات جمع کئے جائیں اور دکھلایا جائے کہ علاوہ اولیاء اللہ کے
اور کون کون مشاہیر اور کس کس زمانہ میں یہاں پیدا ہوئے اس میں کون
کون قومیں آباد ہیں۔ یہاں کی مشہور عمارتیں کیا کیا ہیں صنعت و حرفت میں
اس چھوٹے سے شہر کا کس قدر حصہ ہے حکومت کے اعتبار سے اس نے
کیا کیا انقلاب دیکھے۔ بعض اخبارات نے بھی (جس میں مدراس کا مشہور
اخبار جریدہ روزگار نمبر ۱۳ جلد ۲۷ مورخہ ۳۰ مارچ ۱۹۱۰ء خاصکر قابل ذکر
ہے) "تذکرۃ الواصلین" پر ریویو کرتے وقت یہ مشورہ دیا تھا کہ اس کتاب کے
ابتدائی حصہ میں اس مردم خیز خطہ کا جس کی خاک پاک نے بڑے بڑے
نامور اولیاء کرام اور علمائے عظام کو پیدا کیا جغرافیہ دیا جانا ضرور تھا تاکہ
اس شہر کی آب و ہوا۔ یہاں کے قدرتی مناظر کا اس سے پورا پتہ لگ سکتا
الحمد للہ کہ میں نے تاریخ لکھنے کے ساتھ ساتھ اخبار مذکور کی اس فرمائش کو بھی
پورا کر دیا اور نہایت وضاحت کے ساتھ کتاب کے شروع میں جغرافیہ کا
باب اہتمام کو پہنچایا۔ خاکسار مؤلف کو اس کتاب کی تیاری میں جو جو
دقتیں پیش آئی ہیں ناظرین اس کا اندازہ دیباچہ کتاب ہذا کو پڑھ کر
کر چکے ہوں گے۔ میں نے جس وقت اس کتاب کی تالیف شروع کی
تھی اس وقت مجھے اپنی بے بضاعتی اور عدیم الفرصتی کے سبب یہ امید
کسی طرح نہ تھی کہ میں اپنی چند روزہ زندگی میں اس اہم کام سے فراغت
حاصل کر سکوں گا۔ لیکن خداوند حقیقی کے فضل و کرم سے میں نے [illegible]

آنکھوں سے دیکھ لیا - جبکہ کنز التاریخ پریس سے نکلکر ناظرین کے ہاتھوں میں
جو اُس کے عرصہ سے مشتاق تھے پہونچ گئی - میں نے حتی الامکان تمام اُن
ضروری امور کا جو ایک قصبہ یا چھوٹے سے شہر کی تاریخ لکھتے وقت ایک مؤلف
کو مدّنظر رکھنا چاہیئے خیال رکھا ہی - البتہ ایک کمی ضرور رہگئی ہی کہ مشاہیر کا
باب جس کو اس تاریخ میں شامل کرنے کی فرمایش میرے بعض احباب نے
کی تھی فروگذاشت کر دیا گیا ہے منجملہ اور وجوہ کے اُس کی ایک وجہ یہی
کہ جو مشاہیر اور کاملین فن گذر چکے ہیں یا بعض جو اب موجود ہیں اُن کے
حالات دستیاب ہونے میں سخت دقّت پیش آئی - برادران وطن سے جو
بوجہ اُن کی اولاد ہونے یا کسی دوسرے تعلّق سے اُن کے حالات بہم پہونچانے
میں مدد دے سکتے تھے التجا کی گئی لیکن بہت کم مدد ملی اس لئے
بوجہ نامکمّل ہونے کے میں نے اس حصّہ کو قصداً فروگذاشت کر دیا ہے۔
مؤلف کو امید ہی کہ ہماری آیندہ نسلوں میں سے اگر کسی شخص کو تصنیف
و تالیف کا مذاق ہوگا خاصکر بحیثیت ایک مورّخ کے اگر کوئی اس خطّہ
مردم خیز کی تاریخ پر قلم اُٹھائے گا تو وہ اس کمی کو پورا کر دیگا اور یہ رسالہ
کنز التاریخ اُس کو نقش اوّل کا کام دیگا - امید ہی کہ وہ حضرات اس خاکسار
مؤلف کو دعائے خیر سے یاد کریں گے - اور دیگر ناظرین بھی جو اسے پڑھکر
اپنی معلومات کو بڑھائیں گے وہ بھی مؤلف کو دعا سے محروم نہ رکھیں گے
اب میں اس دعا پر اس خاتمہ کو ختم کرتا ہوں ۔
خدا اس شہر بریلی کی عزّت اور نام آوری کو ہمیشہ قایم رکھّے اور

اُس کی آبادی و رونق دن دونی اور رات سوائی ہو۔ آمین ثم آمین

تتمہ

سنہ ۱۹۰۳ء سے سنہ ۱۹۰۷ء تک یہ وہ زمانہ ہے جبکہ کتاب بعد تالیف کے بوجہ چند وجوہ شایع نہ ہو سکی اِس پانچ برس کے عرصہ میں چونکہ بعض اہم و ضروری انقلابات و تبدیلیاں ہوئیں اسلئے یہاں یہ تتمہ لکھنا پڑا۔

۲۹ جنوری سنہ ۱۹۰۶ء کو بریلی لائن (جسکا ذکر صفحہ ۹ پر کیا گیا ہے) کھل گئی اسٹیشن ریلوے کی تعمیر کے ساتھ ساتھ اُسکے قریب احسان اللہ نامی ایک شخص نے مسافروں کے آرام کی غرض سے مسجد کی بنا ڈالی جسکے دروازہ کے سامنے ریلوے نے بلا ضرورت ایک دیوار بناکر اُسکا راستہ مسدود کر دیا تھا جسپر تمام مسلمانوں کی طرف سے ستمبر سنہ ۱۹۰۶ء میں عالیجناب سر جیمس لاٹوش صاحب بہادر لفٹنٹ گورنر بالقابہ کی خدمت میں ایک میموریل بھیجا گیا چنانچہ ہز آنر کی رعایا پروری اور معدلت گستری کی بدولت ۱۳ دسمبر سنہ ۱۹۰۶ء کو وہ دیوار علیحدہ کرا دی گئی۔ ریل کے اجرا سے ضلع کی تجارت ترقی پر ہے۔ خاص بدایوں میں فلور مل اور قصبہ اُجھانی میں ایک کاٹن مل کا اجرا ہوا۔ مرض طاعون جس نے ہندوستان کے اور شہروں پر عرصہ سے اپنا سکہ بٹھلا رکھا تھا آخر سنہ ۱۹۰۳ء میں بدایوں میں بھی نمودار ہوا اور سنہ ۱۹۰۵ء میں اُسنے نہایت زور پکڑا۔ اس زمانہ میں مسٹر ابلن مجسٹریٹ ضلع تھے اُنہوں نے حفظ ما تقدم کی ہر ممکن تدبیر سے کام لیا رعایا کیساتھ اس نازک وقت میں نہایت دلجوئی کا برتاؤ کیا چوہوں کی ہلاکت پر خاص توجہ کی انہیں مجسٹریٹ ضلع کے عہد میں سنہ ۱۹۰۵ء کے محرم میں عشرہ کے روز ایک خاص فتنہ پیش آیا۔ وہ یہ تھا کہ جو تعزیہ رچین پور اور کالیوں (؟) والا (؟) اپنے معمولی راستوں سے چند جدید رکاوٹوں کے پیدا ہو جانے کے سبب نہ نکل سکے دوسری سڑک سے نکلنے کی کوشش کی تو وہاں ایک نیم کے درخت کی شاخیں حائل ہوئیں جو اُس وقت علیحدہ نہ ہو سکیں جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ بجائے تعزیہ دفن کرنے کے اپنے اپنے گھر اُنکو واپس لے گئے انکا واپس جانا تھا کہ طرفۃ العین میں عشرہ کا سارا میلہ ایک ہو کا عالم نظر آنے لگا۔ صاحب مجسٹریٹ بہادر نے بخیال اسکے کہیں تعزیہ داروں کی بیزاری نقض امن نہ پیدا کرے چند مدبرانہ احکام جاری کئے اور بالکل امن رہا آخر میں صاحب موصوف نے رچین پور کے تعزیہ کی روک یعنی چھجہ کو انتظاماً اپنے حکم سے علیحدہ کرا دیا اور کالیوں کے تعزیہ کی روک یعنی گاڑوں کو برضامندی مالک مکان (جسنے گاڑ روڈ سڑک کے کنارہ نصب کئے تھے) پیچھے ہٹوا کر راستہ کو وسیع کرا دیا۔ ۲۰ فروری سنہ ۱۹۰۶ء کو وکٹوریا پارک کا افتتاح ہوا۔ مئی سنہ ۱۹۰۶ء سے مسٹر جے آر پیرسن نے مجسٹریٹی ضلع کا چارج لیا۔ اس وقت (سنہ ۱۹۰۷ء کے آخری حصہ میں) بوجہ خشک سالی قحط نمودار ہوا۔ سرکار کی طرف سے رعایا کو تقسیم تقاوی کا انتظام ہو رہا ہے۔

تمت بالخیر ۲ نومبر سنہ ۱۹۰۷ء

حامداً و مصلیاً

خاتمۃ الطبع

از خاکسار نظام الدین حسین نظامی بدایونی پروپرائٹر اخبار ذوالقرنین و نظامی پریس بدایوں

سب سے پہلے میں مناسب سمجھتا ہوں کہ قابل اور بزرگ مصنف کتاب ہذا کا پبلک سے تعارف کراؤں اور اس غرض کے لئے میں اُن کے مختصر حالات ذیل میں درج کرتا ہوں۔

مؤلف: انزاالثادیہ کا نام مولوی محمد رضی الدین ہے۔ وہ حضرت محمد بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اولاد سے ہیں۔ شیوخ صدیقی کا یہ خاندان بدایوں میں "فرشوری" کے نام سے مشہور ہے اس کی وجہ تسمیہ یہ کہی جاتی ہے کہ اس خاندان کے مورث اعلیٰ بعہد شمس الدین التمش ساتویں صدی ہجری میں مقام فرشور سے جو مصر کے قریب واقع ہے ہندوستان میں آئے پہلے بلگرام میں آباد ہوئے اور وہاں سے قاضی کمال الدین فرشوری بدایوں آئے۔ مؤلف کتاب ہذا بارہویں ذی الحجہ سنہ ۱۲۶۴ ہجری میں بمقام بدایوں پیدا ہوئے۔ ۵ برس کی عمر ختم ہونے پر تعلیم شروع ہوئی۔ ۹ برس کی عمر تک قرآن مجید اور فارسی کی معمولی تعلیم مختلف معلموں نے وطن میں دی۔ دس سال کی عمر میں اپنے جد امجد

مولوی اساس الدین صاحب کے پاس جو اس وقت دہلی میں سکونت پذیر تھے
بغرض تعلیم تشریف لے گئے اور وہاں مولوی محمد حسین[1] صاحب دھام پوری سے
عربی شروع کی۔ اسی زمانہ میں غدر شروع ہو گیا اس لئے ستمبر ۱۸۵۷ء میں
بہمراہی تمام خاندان کے بدایوں[2] واپس آنا پڑا۔

بدایوں میں آپ نے اپنے دادا مولوی اساس الدین صاحب سے فارسی
کی تعلیم تکمیل کو پہونچائی اور جناب مولانا نور احمد صاحب مرحوم مغفور اور مولوی
سید نوازش علی صاحب سہسوانی سے عربی پڑھی۔ اور اپنے والد ماجد جناب حکیم سعید الدین
صاحب مبرور سے جن کا شمار بدایوں کے کامل اطبا میں تھا طب شروع کی۔
جس کو حکیم[3] ممتاز الدین صاحب مغفور سے اتمام کو پہونچایا۔

ابتدا عمر سے جبکہ عمر تخمیناً ۱۵ سال کی ہو گی آپ کو شعر موزوں کرنے کا شوق
ہوا۔ سب سے پہلے آپ نے اپنا کلام مولوی محمد نظام الدین صاحب ناطق بدایونی
کو جو شاگرد رشید نواب الٰہی بخش خاں المتخلص بہ معروف دہلوی کے تھے دکھلایا
بسمل تخلص کیا۔ اور مولانا دلدار علی صاحب مذاق بدایونی تلمیذ ملک الشعرا

---

[1] مولوی صاحب موصوف مفتی صدر الدین صاحب آرزو کے شاگرد رشید تھے۔

[2] ان واقعات کو خود مؤلف نے تاریخ ہذا میں مفصل لکھا ہے جو صفحہ ۳۰۴ سے بطور حاشیہ کے شروع ہوتے ہیں۔

[3] حکیم صاحب موصوف حکیم شریف خاں صاحب دہلوی کے شاگرد اور حکیم محمود خاں صاحب مرحوم کے ہم درس تھے اور طبابت میں حاذق تھے سنہ ۱۳۱۱ھ میں وفات پائی مؤلف کتاب ہذا کے والد ماجد کے حقیقی ماموں تھے۔

ذوق دہلوی سے بھی کبھی کبھی آپ اصلاح لیتے تھے۔ ہم ایک شعر جسمیں مولانا
موصوف نے نہایت عمدہ اصلاح دی ہو اس موقعہ پر لکھتے ہیں۔ حضرت بسمل کا
شعر تھا ؎

موت اور زیست ترے ساتھ لگی پھرتی ہے + کوئی قاتل تجھے کہتا ہے مسیحا کوئی

مولانا نے اصلاح دی ؎

دم قدم سے ترے وابستہ ہی کیا موت وحیات + کوئی قاتل تجھے کہتا ہے مسیحا کوئی

آپ کے والد ماجد حکیم سعید الدین صاحب کامل بھی فن شعر سے کمال دلچسپی
رکھتے تھے لیکن بلحاظ ادب اس فرزند سعید کی جرأت نہ ہوتی تھی کہ وہ اپنے
بزرگ باپ کو اپنی جودت طبع کا نمونہ دکھلائے۔ لیکن سنہ ۱۲۶۱ھ ہجری میں جبکہ
ان کی شاعری کی عمر تین سال کی ہو چکی تھی انھوں نے ایک نعتیہ
قصیدہ سب سے پہلے جبہ شریف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے
بدایوں میں آنے کی یادگار میں تصنیف کیا تھا جس کا مطلع یہ ہے۔

لائی کس گل کی نسیم سحر آنے کی خبر + پیرہن سے ہوئے جاتے ہیں گل اپنے باہر

اس قصیدہ میں ایک مصرع مادہ تاریخ کا بھی تھا جو یہ ہے۔

"زہے قسمت کہ جبیاں آیا لباس سرور"

یہ قصیدہ بدایوں میں اسقدر مقبول عام ہوا کہ زبان زد خلائق ہوکر رفتہ
رفتہ آپ کے والد ماجد کے گوش مبارک تک بھی پہنچ گیا اس وقت
ان کو اپنے لائق فرزند کی جودت طبع کا اندازہ ہوا اس کے بعد اتفاقیہ
ایک عاشقانہ غزل بھی ان کی نظر پڑ گئی جس کو خود بخود اصلاح دیکر انھوں نے

چھوڑ دیا۔ اور اس طریقہ سے آپ کو فنِ شعر میں بھی اپنے والد ماجد کی شاگردی کا فخر حاصل ہو گیا۔ جس کے اظہار مسرّت میں حضرت بسمل موصوف نے اُن کے پاس ایک غزل برجستہ لکھکر بھیجدی جس کے چند شعر یہ ہیں۔

تڑپے کچھ ایسے آپ کے بسمل کے ہاتھ پانوں
لوہو لہان ہو گئے چھل چھل کے ہاتھ پانوں
سر ایک ہاتھ پڑتے ہی پیروں پہ گر گیا
کیونکر نہ چوموں اپنے میں قاتل کے ہاتھ پانوں
بے دست و پا تو سینہ میں تڑپے ہی دو دو ہاتھ
کرتا غضب جو ہوتے مرے دل کے ہاتھ پانوں
بسمل قدم بھی لیجئے ہاتھ اُن کو دیجئے
ہاتھ آئے اب تو حضرت کامل کے ہاتھ پانوں

خوش طبعی ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ الہ آباد میں میر ظہور حسین صاحب وکیل ہائی کورٹ کے مکان پر ایک صاحب قاضی نجم الدین برق سکندر آبادی شاگرد رشید حضرت مومن دہلوی اپنے اُستاد کو ملک الشعرا ذوق دہلوی پر ترجیح دے رہے تھے۔ اُس جلسہ میں حضرت بسمل بھی موجود تھے آپ نے فرمایا کہ قاضی صاحب جو کچھ اُستاد ذوق کی نسبت کہیں وہ قابل شکایت نہیں کیونکہ اُستاد مرحوم اُن کی نسبت پہلے ہی کہہ گئے ہیں ؎

ہمارے سینہ میں وہ آہ آتشیں ہے ذوقؔ
جو برق دیکھے تو فی النّار والسّقر ہو جائے

مولوی صاحب کو بعمر ۱۶ سال ۱۸۶۵ء میں اپنی طبیعت کی مناسبت کے اعتبار سے قانونی تعلیم کا شوق ہوا ۱۸۶۹ء میں ڈویزنل کمیٹی بریلی میں شریک ہو کر امتحان وکالت دیا اس سال امتحان نہایت سخت تھا روہیل کھنڈ ڈویزن میں وکالت منصفی کی سند صرف ایک آپ کو ہی ملی اور کل صوبہ میں ۷ یا ۸ امیدوار اس سال پاس ہوئے تھے سند حاصل کرنے کے بعد ۲۳ مئی ۱۸۷۰ء کو مولوی صاحب نے وکالت کا کام بمقام منصفی پوایاں شروع کیا ۱۸۷۵ء میں وکالت ججی کا امتحان پاس کیا اور ۱۸۷۶ء سے ججی شاہجہاں پور میں کام کرنے لگے ۱۸۷۹ء میں وکیل سرکار مقرر ہوئے ۱۸۸۹ء تک اس عہدہ پر رہے اور یہ دس سال کا عرصہ نہایت نیک نامی کے ساتھ گذرا۔

زمانہ وکالت سرکاری میں آپ نے محسوس کیا کہ آزادی میں ایک قسم کی روک پیدا ہو گئی ہے اور یہ بات آپ کو ناپسند ہوئی اس لئے اس سے استعفیٰ دے دیا اور بلا کسی جکڑبندی کے آپ نے اس آزاد پیشہ کا کام کرنا شروع کیا اس پیشہ کی ترقی کے لئے سب سے زیادہ جس چیز کی ضرورت ہے وہ معاملہ کی صفائی اور دیانت داری ہے۔ چونکہ یہ اوصاف آپ میں پہلے سے موجود تھے اس لئے پبلک کو آپ پر یوماً فیوماً اعتماد بڑھتا گیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مولوی صاحب کا شمار شاہجہاں پور کے مشاہیر اور اس ضلع کے نامور وکلا میں ہو گیا۔

وکیل کی معراج ترقی کیا ہے - اس سوال کا جواب پروفیسر ڈاکٹر ضیاء الدین صاحب کو یورپ کے ایک معزز وکیل نے جب وہ یورپ میں تھے بہت صحیح دیا تھا کہ وکیل کی معراج یہ ہی کہ مدعی اُس کو محنتانہ صرف اس لئے دے جاوے کہ وہ مدعی کا وکیل نہ ہو اور مدعا علیہ اُس کو اس لئے فیس دے جاوے کہ وہ فریق ثانی کی وکالت قبول نہ کرے اور خاموش بیٹھا رہے - اگرچہ بادی النظر میں یورپ کے معزز وکیل کا یہ کہنا ہمیں تعجب خیز معلوم ہوتا ہو لیکن جس شخص نے مولوی صاحب کی وکالت کو اپنی آنکھ سے دیکھا ہوگا وہ ضرور یورپین جنٹلمین کے اس قول کی تصدیق کریگا -

آپکی وکالت کی ایک خصوصیت

آپ پبلک کے ایسے معتمد علیہ ہیں کہ لوگ ہر چھوٹی بڑی مشکل میں آپ سے مشورہ لیتے ہیں آپ ہر شخص کو نیک مشورہ دیتے ہیں اور باوجود اس کے کہ آپ کی وکالت اعلیٰ درجہ کی ہے آپ کا وقت نہایت قیمتی ہے آپ مشورہ کی کوئی فیس نہیں لیتے - لوگ نہ صرف اُن مقدمات میں جو اُس عدالت سے تعلق رکھتے ہوں جہاں آپ وکالت کرتے ہیں آپ کو مشیر بنانا پسند کرتے ہیں بلکہ چھوٹے بڑے تمام معاملات میں جس کا کچھ بھی تعلق قانون اور عدالت سے ہو سکتا ہے مثلاً دستاویز کا مسوّدہ وغیرہ تیار کرنے میں مشورہ لینے کے لئے آپ کے پاس جوق جوق آتے ہیں اور آپ کی عمدہ رائے اور خوش اخلاقی سے فائدہ اُٹھاتے ہیں - ناممکن ہی کہ بوجہ کثرت کام اور قلّت وقت گھبرا کر کسی فرد بشر سے چیں بہ جبیں ہوں -

مشورہ سے گذر کر آپ نے خلق اللہ کی ایک اور خدمت اپنے ذمہ لے رکھی ہے وہ یہ کہ آپ کی قانونی قابلیت دیانت داری راست بازی اور اثر کی بدولت بڑے بڑے معرکتہ الآرا باہمی تنازعے بہ حیثیت ثالث کے آپ کو فیصل کرنا پڑتے ہیں نہ صرف وطن میں اہل برادری اپنے اپنے مقدمات کی پنچایت آپ کے سپرد کرتے ہیں بلکہ ضلع شاہجہاں پور اور بدایوں کے اکثر ہندو مسلمان رؤسا کے بڑے بڑے اہم معاملات کا فیصلہ کر کے آپ نے بارہا اُن متخاصمین کو عدالتی کشاکش سے باز رکھا ہے اور اُن کی جائدادوں کو تباہی سے بچایا ہے۔

سرکاری اعزاز علاوہ اپنے پیشہ کے کام کے شاہجہاں پور میں آپ سرکار کی طرف سے مجسٹریٹی کی آنریری خدمت پر مامور ہیں سنہ ۱۸۹۴ء میں مسٹر اروین صاحب نے جو ضلع مذکور کے کلکٹر و مجسٹریٹ تھے آپ کی قابلیت اور دیانت داری پر نگاہ کر کے آپ کو آنریری مجسٹریٹی کے عہدہ کے لیے منتخب فرمایا اگرچہ آپ اپنی انکساری سے انکار کرتے رہے لیکن انہوں نے پبلک انٹرسٹ کو مدّنظر رکھکر آپ کے انکار کی کچھ پروا نہ کی۔ اُس وقت سے اب تک پندرہ سال کی مدّت گذری آپ شاہجہانپور میونسپل بنچ کے رکن اعظم ہیں مجسٹریٹی درجہ دوم کے اختیارات حاصل ہیں آپ کے فیصلوں کی جو آپ بہ حیثیت مجسٹریٹ صادر فرماتے ہیں یہ خصوصیت ہے کہ وہ عدالت اپیل میں بہت کم جاتے ہیں اور اگر کبھی کسی فیصلہ کا اپیل ہوا بھی تو اپیل سے وہ فیصلہ مشکل سے منسوخ ہوتا ہے۔

فہرست درباریان ہزآنر لفٹنٹ گورنر بہادر میں آپ کا چھٹا نمبر ہے اگرچہ ضلع شاہجہاں پور میں بھی آپ کی جائداد تخمیناً تین ہزار روپیہ سالانہ مالگذاری کی موجود ہے لیکن آپ کا نام درباریان ضلع بدایوں کے ساتھ شامل ہے۔

ملکی تجارت میں کوشش

آپ ملکی ترقی کے لیئے تجارت کو نہایت ضروری سمجھتے ہیں۔ مئی ۱۹۰۲ء میں آپ کی توجہ اور کوشش سے پچاس ہزار کے مشترکہ سرمایہ سے فلور ملز شاہجہاں پور کی بنیاد ڈالی گئی۔ جس کے آپ منیجنگ ڈائرکٹر ہیں اگرچہ اس کارخانہ کی ہنوز ابتدا ہے لیکن امید ہے کہ آیندہ یہ پودا پھول پھل لائیگا۔

مسلمانوں کی تعلیم سے دلچسپی

مولوی صاحب پرانی وضع کے بزرگ ہیں آپ کی وضع قطع عادات اطوار وہی ہیں جو آج سے ۵۰ برس پہلے مسلمانوں میں نظر آتے تھے۔ نہ صرف ظاہری وضع بلکہ آپ کے دل میں وہی نور ایمان موجود ہے جو ایک سچے مسلمان کے لئے ضروری ہے۔ بااینہمہ آپکے مزاج میں ہٹ دھرمی اور بیجا ضد کا نام و نشان نہیں ہے۔ آپ مسلمانوں کے لئے مذہبی تعلیم کے ساتھ ساتھ جدید تعلیم کو ضروری سمجھتے ہیں اسی اصول پر آپ نے اپنی اولاد کو تعلیم دی ہے۔ چار لڑکوں میں سے آپکے فرزند اکبر مولوی محمد فصیح الدین صاحب کیننگ کالج لکھنؤ کے گرایجویٹ ہیں جو بہ حیثیت ایک نیکنام اور نامور

ڈپٹی کلکٹر کے اس وقت گورنمنٹ صوبجات متحدہ کے پراونشل سروس
میں داخل ہیں۔ دوسرے صاحبزادہ مولوی ریاض الدین احمد صاحب
محمڈن کالج علی گڈھ کے گریجویٹ ضلع شاہجہاں پور میں پلیڈر ہیں۔
فرزند سوم محمد صبیح الدین صاحب مدرسۃ العلوم علی گڈھ کے فورسٹ ایر
کلاس میں زیر تعلیم ہیں آپ کے سبط اصغر محمد فیاض الدین عربی فارسی
کی ضروری تعلیم سے فراغت حاصل کر کے شاہجہاں پور ہائی اسکول
میں تعلیم پا رہے ہیں۔ ۱۸۹۵ء میں جب مولوی صاحب ایسے بزرگوں کی
کوشش سے آل انڈیا محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کا سالانہ اجلاس
شاہجہاں پور میں منعقد ہوا تھا تو آپ نے استاد ذوق کی مشہور
عاشقانہ غزل پر برجستہ مصرعے لگائے تھے جس سے آپ نے اپنے دلی
قومی درد کا اظہار کیا تھا۔ فرماتے ہیں۔

مٹ گیا علم و ہنر اور اٹھ گئے سب اتقیا   تب ہماری قوم کے سید ہوئے ہیں پیشوا
حسرت و افسوس ہے اسلام نے اُس دم کہا   وہ جنازہ پر مرے کس وقت آئے دیکھنا
جبکہ اذن عام میرے اقربا کہنے کو ہیں

علم و فن کے سیکھنے کی قوم کو ہے احتیاج   کیونکہ یاں جہل مرکب کا مرض پھیلا ہے آج
ناصحوں کی پند ہے اس کے لئے سود مزاج   میرے سودا کا اطبا کر نہیں سکتے علاج
یوں ہی خبطی خبط و مالیخولیا کہنے کو ہیں

صاف کہتا ہوں اگرچہ ہو کسی کو ناگوار   ظاہرا ہیں قوم کی حالت پہ اپنے اشکبار
ایک قطرہ بھی نہیں گرتا ہے اُس پر نثار   نہ سنبھالے دل وہی جن پہ عیاں ہو شکل یار

یوں تو آئینوں کے دل بھی با صفا کہنے کو ہیں

قوم کی تیری ہوئی جب غدر میں کچھ دار و گیر ۔ تو نے دلوائی نجات ای سید روشن ضمیر

کام کرتا ہی جو انوں کے اگرچہ تو ہے پیر ۔ ہیں ترے ہاتھوں کے قرباں واہ کیا تاثیر ہی

سب دہانِ زخم تجھکو مرحبا کہنے کو ہیں

اسی کے ساتھ مولوی صاحب نے اسی طرح میں حضرت مومن دہلوی کی غزل پر بھی تضمین کی تھی اُس کے چند بند نقل کرنا خالی از دلچسپی نہوگا - و ہو ہذا

آج ہم اس بزم میں کچھ ماجرا کہنے کو ہیں ۔ قصۂ رنج و الم درد و بکا کہنے کو ہیں

یعنی اپنی قوم کا ہم مرثیہ کہنے کو ہیں ۔ نالہ ہی نکلے ہی گو ہم مدعا کہنے کو ہیں

لب نہیں کھلتے ہیں اب کیا جانے کیا کہنے کو ہیں

جو ترے بندے ہیں ای اسلام وہ ہیں پادشا ۔ زندۂ جاوید ہو جاتے ہیں مر کر اولیا

خاک میں ملنے سے اُنکو رتبۂ اعلیٰ ملا ۔ دیکھو تو کس حال سے کس حال کو پہونچا دیا

بخت تیرے عاشقوں کے نارسا کہنے کو ہیں

سید والا نسب نے قوم سے اپنی کہا ۔ میں نے کی اصلاح تیری اور یہ پایا صلا

کوئی ملحد مجھکو بتلاتا ہے کوئی دہریا ۔ دوست کرتے ہیں ملامت غیر کرتے ہیں گلا

کیا قیامت ہے مجھی کو سب برا کہنے کو ہیں

بخت برگشتہ ہماری قوم کا بولا یہ بات ۔ مجتمع ہیں یاں جو سب ای سید والا صفات

میرے شکوے سب کرینگے رند ہو یا ہوں ثقات ۔ میں گلہ کرتا ہوں اپنا تو نہ سُن غیروں کی بات

ہیں یہی کہنے کو وہ بھی اور کیا کہنے کو ہیں

سُن کے لکچر سب کے مجھ سے میر مجلس نے کہا ۔ حضرت بسمل تمہیں بھی آج کچھ کہنا ہی کیا؟

عرض کی میں نے اجازت ہو اگر اے پیشوا ‌ ‌ ‌ شکوہ حرفِ تلخ کا یا شورِ بختی کا گلا

ہم جو کچھ کہنے کو ہیں سو نے مزا کہنے کو ہیں

رفاہ عام کے کاموں سے ہمدردی

کوئی نیک تحریک ایسی نہیں ہوتی جسمیں آپ دامے درمے یا قدمے شریک نہ ہوتے ہوں اس موقعہ پر ایک خاص تحریک (چندہ حجاز ریلوے)

قابل الذکر ہے۔ ۲۱ محرم ۱۳۲۱ھ (۱۹۰۳ء) میں جب ملّا عبدالقیوم صاحب حیدر آبادی صدر مجلس چندہ حجاز ریلوے کی طرف سے دورہ کرتے ہوئے بدایوں پہونچے تھے تو بدایوں میں سب سے پہلے شخص مولوی محمد رضی الدین صاحب تھے جنہوں نے اس کار خیر کی اہمیت اور ضرورت کو سمجھا چنانچہ آپ کی زیر صدارت ایک انجمن اس مقصد کے پورا کرنے کے لئے قایم ہوئی اور ایک معتد بہ رقم آپکی کوشش سے جمع ہو کر قسطنطنیہ کو بھیجی گئی۔ وہاں سے اس کوشش کے صلہ میں نہایت عمدہ الفاظ میں شکریہ ادا کیا گیا۔ اور تمغہ اور فرمان سلطانی عطا ہوا۔

تصنیف و تالیف

جیسا کہ ہم پہلے لکھ چکے ہیں عہد جوانی میں آپ کو شعر شاعری کا مذاق تھا اُس زمانہ میں غزل قصیدہ مثنوی سب ہی کچھ آپ نے لکھا لیکن افسوس کہ آپ کا کوئی مستقل دیوان بوجہ مطبوعہ نہ ہونے کے ہماری نظر سے نہ گذرا۔ اب مدّت ہوئی کہ آپ نے عاشقانہ کلام بالکل ترک کر دیا ہے نہ آپ اپنے پچھلے کلام کی اشاعت پسند کرتے ہیں

۱۳۰۵ھ میں آپ اپنے وطن مالوف میں حضرت خواجہ ضیاء الدین بخشی رح کے مزار پر تشریف لے گئے اُس کے قرب و جوار میں دیگر قبور اور مزارات بزرگان دین

کو بے نام و نشان پایا تو آپ کے دل پر ایک خاص اثر محسوس ہوا جسکا نتیجہ کتاب تذکرۃ الواصلین ہے جو ۱۳۱۱ھ میں تالیف ہوئی اس کتاب میں آپ نے حتی المقدور تمام مشاہیر بزرگوں کے حالات اور اُن کے مزار کا پتہ لکھا ہے۔ جو دو فصلوں پر منقسم ہیں۔ فصل اوّل میں شہدا اور اُن کے مزارات کا ذکر ہے جنکا نمبر شمار صرف ۱۵ ہے۔ فصل دوم میں زمانۂ قدیم سے زمانہ حال تک کے اولیاء کرام کا جن کا وصال ہو چکا ہے اور جو تعداد میں ۷۹ ہیں اور جن کے مزارات بدایوں میں واقع ہیں بیان کیا گیا ہے لیکن مؤلف نے اس فہرست میں بعض ایسے نامور اولیاء اللہ کو بھی شامل کر لیا ہے جو بدایوں کی سرزمین میں مدفون نہیں ہوئے لیکن باعتبار مولد کے بدایوں کو اُن سے نسبت حاصل ہے۔ مثلاً حضرت محبوب الٰہی بدایونی رحمۃ اللہ علیہ یا مولانا شاہ سلامت اللہ صاحب بدایونیؒ۔ اگرچہ اس سے پہلے بھی بدایوں کے متعلق اولیاء اللہ کے حالات میں کتابیں فارسی اور اُردو میں لکھی گئیں لیکن ایسی کتاب کی جس میں زمانہ حال کے اولیاء اللہ کے حالات بالتفصیل مل سکتے ہوں اور زمانہ قدیم کے بزرگوں کے حالات معہ سنہ ولادت و وفات معلوم ہو سکیں سخت ضرورت تھی مؤلف تذکرۃ الواصلین نے حتی الامکان تاریخ ولادت و تاریخ وفات تحقیق کرنے کی کوشش کی ہے اور اکثر موقعوں پر وہ کامیاب بھی ہوئے ہیں۔ جس بزرگ کے متعلق ایسی تاریخیں کتب تواریخ کی چھان پھٹک کرنے کے بعد بھی دریافت نہیں ہو سکیں وہاں معذوری ظاہر کی ہے۔ جو لوگ اولیاء اللہ کے مزارات کی زیارت یا آثار قدیمہ کی سیر و سیاحت سے شوق رکھتے ہونگے

اُن کے لئے یہ ۲۸۰ صفحہ کی کتاب ہمیشہ کار آمد ثابت ہوگی اور آیندہ نسلوں
میں مولوی صاحب کا نام شکر گذاری کے ساتھ لیا جائیگا۔ اس کے بعد
آپ نے ایک دوسری کتاب فن انساب میں لکھی جس سے عموماً شیوخ
صدیقی بدایوں کے نسب پر روشنی پڑتی ہے اور خود مؤلف کے خاندان کے
مفصّل حالات اُس میں درج ہیں۔

کنز التاریخ

زمانہ تالیف تذکرۃ الواصلین میں آپ کو یہ خیال پیدا ہوا کہ
اس کتاب کی تکمیل اُس وقت ہوگی جبکہ ایک دوسری کتاب
بدایوں کی مکمّل تاریخ کے طور پر لکھی جائے ممکن تھا کہ آپ کو اپنے کار وکالت کی
مصروفیت اور عدیم الفرصتی پبلک کی اس خدمت سے باز رکھتی لیکن بعض احباب
کے اصرار نے آپ کو مجبور کیا کہ آپ اس کام کے لئے بھی کچھ وقت نکالیں
باوجود صبح سے شام تک اہل مقدمات کا جھگڑا رہنے اور کچہری کی پابندی
وقت کے آپ نے شب کا وقت اس تالیف کے لئے مقرّر کیا اور بصرف
کثیر انگریزی عربی فارسی کتابوں کو جمع کیا کتبوں اور فرمانوں کو بہم پہونچایا
اور اُن سب سے ایک نادر مجموعہ تیار کر کے پبلک کے سامنے پیش کیا جو آج
ناظرین کے مبارک ہاتھوں میں پہونچتا ہے اور جس کا تاریخی نام کنز التاریخ ہے۔
اگرچہ اس سے پہلے بھی دو ایک چھوٹے چھوٹے رسالے اس مضمون پر ہمارے
بعض اہل وطن کے قلم سے نکلکر شایع ہوئے ہیں لیکن اس کتاب میں جو جامعیت
کی شان ہے وہ سب سے علیحدہ ہے۔ کسی مقام کی تمدّنی یا پولٹیکل تاریخ پڑھنے سے
پہلے اُس کے جغرافیہ سے علم حاصل کرنے کی ضرورت محسوس ہوا کرتی ہے مؤلف نے

اس کا بجغرافی لحاظ رکھا ہی۔ جغرافیہ کے باب میں آب وہوا دریا معدنیات تقسیم
پرگنہ جات حدود ضلع حدود سماعت تقدیرات دیوانی وغیرہ کے تغیر وتبدّل کا بیان
لکھا ہی "بدایوں" کی وجہ تسمیہ پر کافی بحث کی ہی بعدہٗ اس شہر کی ابتدا ءآبادی
کا پرانے کتبوں اور تاریخوں سے مدد لیکر پتہ لگایا ہی اور مشہور قدیم عمارات کا
ذکر معہ اُن کے کتبوں کی عبارت کے لکھا ہی کل مساجد اور مناد رکی فہرست
دی ہی۔ خاص شہر سے گذر کر ضلع کے مشہور قصبہ جات کا حال ہی۔ حالات بندوبست
کے عنوان کے ذیل میں ۱۸۰۲ء (ابتدائے عملداری گورنمنٹ) سے گزشتہ
بندوبست (۱۸۹۵ء) تک کے مفصّل حالات اور ایک دوسرے بندوبست
سے جو فرق سرکاری مالگذاری اور زمینداروں کی حالت میں ہوا ہی اُس پر
تفصیلی بحث کی گئی ہی اس کے بعد مردم شماری کا بیان نہایت دلچسپ اور
کارآمد اطلاعوں کا مخزن ہی ۱۸۵۳ء سے ۱۸۹۱ء تک ہر دس سال کے بعد
جو مردم شماری ہوئی اور اُس میں جو کمی بیشی آبادی میں ہوئی اُس کو معہ وجوہ کے
یا ہی۔ ضلع کی صنعت وحرفت اور تجارت کے متعلق بھی مناسب روشنی ڈالی گئی
ن مدارج کو طی کرکے اصل تاریخ شروع ہوتی ہی پہلے ہنود حکمرانوں کے
ہ حالات ہیں جو زیادہ تر مختلف کتبوں سے اخذ کیے گئے ہیں اُس کے
ں روایانِ اسلام کی تاریخ ہی جس کی ابتدا تیرہویں صدی عیسوی
تب سے کہ سلطنت ہند غلاموں کے خاندان میں آئی تھی شمار کی گئی ہی
ے بعد سلطنت ہند خلجی تغلق مغلیہ وغیرہ مختلف خاندانوں میں رہی اُن
ن سے جو گورنر بدایوں کے لئے وقتاً فوقتاً مقرر ہوتے رہے اُن کا ذکر

بقیہ تاریخ درج کیا گیا ہے۔ بعدہٗ نواب وزیر کی سلطنت کا حال اور آخر میں روہیلکھنڈ کا جس میں بدایوں بھی شامل تھا ایسٹ انڈیا کمپنی کو تفویض ہونا نہایت شرح و بسط کے ساتھ لکھا گیا ہے۔ اُس کے بعد انگریزی عہد کا آغاز ہے ایسٹ انڈیا کمپنی کے عہد کی انتظامی حالت کا ذکر اور اُس وقت کے صاحبان ضلع کی فہرست ہے جس کے ضمن میں ۱۸۵۷ء کے دردناک واقعہ کی تفصیل دی گئی ہے۔ اور یہ وہ موقعہ ہے جہاں سے خود مؤلف کے زمانہ کی تاریخ شروع ہوتی ہے۔ اس وقت سے اور اب تک کے جو واقعات تاریخ میں درج کئے گئے ہیں انہیں قریب قریب تمام واقعات مؤلف کے چشم دید ہیں۔ مسٹر لیمب کے وقت میں محرّم کا مشہور قصہ نہایت تفصیل کے ساتھ لکھا گیا ہے اور چونکہ وہ آپ بیتی سرگذشت تھی اس لئے اُس کا اس خوبی سے قلمبند کرنا کنز التاریخ کے مؤلف ہی کا حق تھا۔ اگرچہ کتاب کی تالیف ۱۹۰۲ء میں ختم ہو چکی تھی لیکن زمانہ کے بعد مؤلف نے اپنی کتاب کو اَپ ٹو ڈیٹ (تاریخ اشاعت تک مکمل) بنانے کی غرض سے ۱۹۰۷ء تک کے ضروری واقعات بطور تتمّہ کے لکھ دئے ہیں۔ کتاب کے ساتھ تمام ضلع کا بڑا نقشہ اور خاص شہر کا نقشہ جس میں مشہور مشہور عمارات کا موقعہ دکھا دیا گیا ہے چھپا دیا گیا ہے۔ جو ناظرین کو کتاب کے مطالعہ کے وقت ضروری مقامات کا موقعہ بتلانے میں مدد دیگا۔ مؤلف کا طرز بیان بالکل بے ساختہ اور صاف ہے ممکن ہے کہ آج کل کے تعلیم یافتہ نوجوان کنز التاریخ کی عبارت میں انگریزیت کم پائیں اور کتاب میں عبارت آرائی اور تکلفات کی نمائش نہیں لیکن اگر وہ غور سے دیکھیں گے تو اُن کو معلوم ہو [illegible] کا [illegible] لیے [illegible] جس عام فہم بنانے

زبان میں تاریخ لکھی ہے وہی مناسب حال تھی اُنھوں نے نہ تو غیر مانوس
عربی اور فارسی کے الفاظ کو زبردستی ٹھونس کر معمولی پڑھے لکھے اُردو دا
شخص کے لئے اُس کو چیستاں بنایا ہے نہ خواہ مخواہ باوجود انگریزی نہ جاننے
کے سُنے سُنائے انگریزی الفاظ کو اُس میں جگہ دیکر انگریزی دانوں کا منہ چڑایا ہے

تمام واقعات کو آپ نے بے کم و کاست لکھدیا ہے - بعض ایسے واقعات ہیں
جس میں پرانے مورخ مختلف الرائے ہیں آپ نے ایک وسیع النظر
مورخ کی حیثیت سے محاکمہ کیا ہے -
غرض یہ کتاب ابتدائے زمانہ سے جبکہ بدایوں آباد ہوا اور اسوقت تک کے
حالات کا آئینہ ہے اس کے پڑھنے سے موجودہ اور آیندہ نسلیں اپنی ترقی
و تنزل کا بخوبی اندازہ کرسکتی ہیں - اس وقت بدایوں ایسے قدیم اور مردم خیز
خطّہ کے حالات پر یہ کتاب تاریخی دنیا میں آپ ہی اپنی نظیر ہے - ممکن ہے کہ
اس کی اشاعت کے بعد اور علم دوست اصحاب بھی اس طرف توجّہ کریں لیکن
ہم بلاخوف تردید کہہ سکتے ہیں کہ مولف کتاب ہذا نے آیندہ مولفین کے لئے
اس قدر تاریخی مواد جمع کردیا ہے کہ وہ اُس کی محنت سے بے نیاز نہیں ہوسکتے
اور اُس کے احسان سے سر نہیں اُٹھا سکتے - بدایوں کے متعلق جو تاریخی عمارتیں
آیندہ زمانہ میں تعمیر کیجائیں گی ممکن ہے کہ وہ اس سے زیادہ دل لُبھانے والی ہوں یا
زیادہ خوشنما ہوں لیکن جب اُن محلات کی بنیاد کو تلاش کیا جائے گا

یہی کتاب اُن کا سنگ بنیاد ہوگا -
ہم اپنے اس ریویو کو جسے بحیثیت ایک پرنٹر اور پبلشر کے ہم نے لکھنے کی

جرأت کی ہم اپنے اہلِ وطن کی خدمت میں ایک گذارش پیش کرنے

ختم کرتے ہیں۔

معزز ناظرین آپ کو اس تاریخ کے پڑھنے سے اندازہ ہوگا کہ سنگ بنیاد
جالنے کی تاریخ سے ابتک بدایوں نے صدہا انقلاب دیکھے اور سب سے آ
انقلاب اسلامی سلطنت کا برٹش حکومت سے تبادلہ ہے۔ برٹش حکو
کیا آئی گویا تمام ہندوستان کی کایا پلٹ گئی اور بدایوں بھی اس اثر
محفوظ نہ رہا۔ اس نے بھی پرانی پوشاک کو اتار کر نئی کینچلی فوراً نہیں تو
رفتہ بدل ہی ڈالی جدہر دیکھئے نئی چال، نئی رسمیں، نیا علم، نیا ہنر۔ جو لوگ ز
ساتھ دے رہے ہیں وہ دولتمند ہیں برخلاف اس کے جو اپنی آن پر مچلے
ہیں اُن کی حالت تباہ۔ اُن کی اولاد نانِ شبینہ کو محتاج ہے۔ افسوس وہ بد
جو علم وفضل کی کان سمجھا جاتا تھا اب اُس کی تمام علمی مجالس برہم نظر آتی
اُس کی خانقاہیں بے چراغ ہیں اُس کے مدارس ویران ہیں۔

اے بدایوں کے نام پر فخر کرنے والے نوجوانو! کیا تم بدایوں کی گذشتہ تار
اور یہاں کی قدیم عمارات کے متعلق تاریخی معلومات حاصل کرنے کے بعد بھی اپ
اور اخلاقی ترقی سے غافل رہوگے۔

یہ غفلتیں مبادا اب روز بد دکھائیں
دھندلے سے کچھ نشاں ہیں ڈر ہے کہ مٹ نہ جائیں (حالی)

اطلاع اس کتاب کا حق تالیف محفوظ ہے باضابطہ رجسٹری ہوگئی ہے
کتاب ملنے کا پتہ مہتمم ذوالقرنین بدایوں۔ قیمت کاغذ عمدہ ۔ کاغذ قسم دوم
عہ مجلد — عہ مجلد